مکاتیبِ عسکری
مرتبہ
شیمامجید
ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

مرتبہ:

شیما مجید

القمر انٹرپرائزز غزنی سٹریٹ اُردو بازار ○ لاہور

خوبصورت، معیاری کتابیں

القمر انٹرپرائزز
اہتمام: محمد سعید الدین صدیقی

ایڈیشن: اوّل
مطبع: عرفان افضل پرنٹرز لاہور
تعداد: پانچ صد
قیمت: 150 روپے

حسن ترتیب

حرفِ تقدم

محترم محمد حسن عسکری نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز مترجم اور افسانہ نگار کی حیثیت سے کیا۔ اس کے بعد انہوں نے تنقید کے میدان میں بہت اونچا مقام حاصل کیا۔ وہ ادب کو ہمیشہ قوم کی تہذیبی علامت سمجھتے تھے۔ ان کی تحریروں اور خطوط سے اس بات کی صداقت اور اہمیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔

عسکری صاحب کے خطوط میں شعر و سخن کے علاوہ ان کے ادبی نظریات اور ان کی شخصیت کا منظر نظر آتا ہے۔ عسکری صاحب کے خطوط میں مغربی ادبیات کے سر چشموں اور محبت کے جذبات کے ساتھ کیفیت کا اظہار بھی ہے۔ یہ خطوط ان کی شخصیت کے علاوہ زندگی کے متعلقہ واقعات اور یادداشتوں کا مجموعہ ہیں۔

ان خطوط میں عسکری صاحب نے مختلف موضوعات اور مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان سے مختلف ادبی موضوعات پر ان کے نظریات کی تفہیم میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

یہ خطوط ایک لحاظ سے تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جن لوگوں کے نام خطوط اس مجموعہ میں شامل ہیں ان سے عسکری صاحب کے دیرینہ اور گہرے مراسم تھے۔ ان میں شمس الرحمٰن فاروقی، مظفر علی سید، غلام عباس، ممتاز شیریں، صمد شاہین، سلیم احمد، سبط حسن، انتظار حسین، صلاح الدین محمود، سہیل احمد خاں اور سعید محمود جیسی شخصیتیں شامل ہیں۔ ان خطوط سے اس زمانہ کے ادبی منظر نامہ کی تفہیم میں بھی مدد ملتی ہے۔

آخر میں میں ایک خوشگوار فرض ادا کرنا چاہتی ہوں۔ جن لوگوں نے ان خطوط کے سلسلہ میں میری مدد کی اور میرے ساتھ تعاون کیا میں ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ ان میں عسکری صاحب کے بھائی محمد حسن ثالث اور ان کے علاوہ جناب امجد طفیل شامل ہیں۔

شیما مجید

پیش لفظ

محمد حسن عسکری کا شمار اردو کے معدودے چند نقادوں میں ہوتا ہے جن کے خیالات پر بحث وتمحیص کا سلسلہ اُن کی وفات کے پچیس سال بعد بھی جاری ہے۔ محمد حسن عسکری نے اپنی زندگی میں اہم ادبی اور فنی مسائل پر اپنی رائے کا اظہار بڑے مدلل اور مبسوط انداز میں کیا۔ وہ اپنی زندگی میں بھی لوگوں کے ذہنوں میں فکری تموج پیدا کرتے رہے۔ اور اب بھی اُن کی تحریریں اپنے قارئین سے مطالبہ کرتی ہیں کہ وہ اُن کے بارے میں کوئی قطعی رائے بنائے۔ عسکری کے خیالات میں مسلسل ارتقاء ہوتا رہا۔ اگر چہ میں نے لفظ ارتقاء استعمال کیا ہے وہ عسکری کے نزدیک کوئی زیادہ پسندیدہ نہیں تھا لیکن اُن کے خیالات میں واضح تبدیلی ایک سے زیادہ جگہ محسوس کی جاسکتی ہے لیکن یہ تبدیلی ایسی نہیں کہ وہ اپنے پہلے کام کو بالکل ہی رد کر کے کسی دوسری سمت نکل گئے ہوں جیسا کہ اُن کے بارے میں بعض حلقے تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہاں انہوں نے اپنی بعض تنقیدی و ادبی آراء پر نظر ثانی کی ہے اور باعلم لوگ جانتے ہیں کہ کھلے ذہن سے جستجو کرنے والے لوگوں میں ایسا ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔

اپنی بات کی وضاحت کے لیے میں عسکری کے خیالات میں شامل ضرور ایک موضوع کو بطور حوالہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مغرب اور مشرق کی کشمکش جو اُن کی زندگی کے آخری ایام میں بہت نمایاں ہوئی اُس کے آثار ہمیں اُن کی پہلی کتاب "جزیرے" کے دیباچے سے مل جاتے ہیں یوں لگتا ہے کہ عسکری کی فکر ایک دائرے میں اپنا سفر مکمل کرتی ہے۔ اسی طرح ادب کو جمالیاتی پیمانوں سے پرکھنے کی ترجیح ہمیں اُن کی زندگی کے ہر دور میں نظر آتی ہے۔

محمد حسن عسکری بیسویں صدی کے اردو ادب کی چند ممتاز شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ اس لیے اُن پر تنقیدی اور تخلیقی کام تا حال جاری ہے۔ چند سال پیشتر شیما مجید نے اُن کے وہ

مضامین جو اُن کی کتب میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ دو جلدوں میں مرتب کر کے شائع کیے۔ جس سے عسکری کے علمی کاموں کے بعض کم نمایاں پہلو روشن ہو گئے اور اب شیما مجید ہی نے عسکری کے خطوط مرتب کر کے ایک اور قابل قدر خدمت سرانجام دی ہے۔

محمد حسن عسکری کے خطوط ہمیں اُن کی ممتاز علمی شخصیت سے غیر رسمی انداز میں متعارف کرواتے ہیں۔ یہ خطوط اس بات کے آئینہ دار ہیں کہ وہ علمی معاملات میں ہمہ وقت گم رہنے والے شخص تھے۔ اپنے عہد کے نہایت اہم مفکرین جیسے ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے اُن کے قریبی ذہنی اور فکری مراسم تھے۔ اسی طرح وہ اپنے جونیئر معاصرین جیسے شمس الرحمٰن فاروقی، آصف فرخی اور اپنے چھوٹے بھائی حسن مثنیٰ سے بھی بے تکلفی سے علمی معاملات پر بات کرتے تھے اور جہاں اُن کے جونیئر اُن کی تحریر میں کسی صحیح غلطی کی نشاندہی کرتے تھے تو وہ برملا اعتراف حقیقت کر لیا کرتے تھے۔ یہ وہ خوبی ہے جو ہمارے عہد میں شاید ہی کسی نقاد کے حصے میں آئی ہو۔

خطوط دو افراد کے درمیان ذاتی مکالمے کی حیثیت رکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس مکالمے کے معیار کا تعین صاحب مکتوب کی ذہنی و فکری سطح سے ہوتا ہے۔ عسکری کے خطوط اس حقیقت کی بجا طور پر عکاسی کرتے ہیں۔ ظاہر ہے عسکری نے یہ خطوط اشاعت کے لیے تحریر نہیں کیے تھے۔ اس لیے ان میں دوستانہ بے تکلفی نظر آتی ہے ورنہ ہمارے عہد میں بعض ادبا نے ارادتاً ایسے خطوط تحریر کیے جنھیں بعد میں سوچے سمجھے انداز میں شائع کیا جانا تھا۔ اس لیے اُن خطوط میں فکری تصنع چھپائے نہیں چھپتا۔

زیر نظر مجموعے کی اہم بات یہ ہے کہ اس میں شیما مجید نے جہاں مطبوعہ خطوط کو جمع کیا ہے۔ وہاں عسکری کے نادر و نایاب غیر مطبوعہ خطوط بھی شامل کیے ہیں۔ یوں عسکری کے کام سے دلچسپ رکھنے والے اصحاب اِس مجموعے کو عسکریات میں اچھے اضافے کے طور پر یاد رکھیں گے۔

امجد طفیل
یونیورسٹی آف ایجوکیشن وحدت کالونی، لاہور

شمس الرحمٰن فاروقی کے نام

۸۶ء

54-K/2 کشمیر روڈ' پی ای سی ایچ سوسائٹی' کراچی ۲۹-۳۰ اپریل ۶۸ء

برادرم' السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ کل ملا۔ شکریہ۔ پہلا خط بھی مل گیا تھا مگر الہ آباد سے تشویش ناک خبریں آ رہی تھیں۔ میں نے اسی لئے جواب نہیں دیا کہ خدا جانے خط پہنچے یا نہ پہنچے۔ بہرحال اب آپ کی خیریت معلوم ہوگئی۔ الحمدللہ۔

میں دو مہینے سے ایک کام کر رہا تھا اور دن رات اسی میں لگا ہوا تھا۔ اسی لئے مضمون لکھنے کی فرصت نہیں ملی۔ کل ختم ہوا ہے۔ اب ذرا دو چار دن سستانے کے بعد ان شاء اللہ آپ کے لئے کچھ لکھوں گا۔ ہر مہینے ایک صفحہ لکھنا تو مشکل ہے۔ مجھے فرصت بالکل نہیں ملتی۔ علاوہ ازیں میرے پاس کوئی بات کہنے کی ایسی ہے بھی نہیں جو ہر مہینے کچھ پیش کر سکوں۔ یہ محض آپ کی عنایت ہے کہ آپ میری تحریر کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔

میں ان شاء اللہ ایک ہفتے کے اندر چھوٹا موٹا مضمون آپ کو بھیج دوں گا۔ علاوہ ازیں ایک اور مضمون میں لکھنا چاہتا ہوں۔ محمد مجیب صاحب کی کتاب Indian Muslims دیکھی۔ یوں تو اس میں ہزاروں غلطیاں ہیں۔ مگر خاص طور سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بڑی گستاخیاں کی ہیں۔ جو کچھ بھی لکھا ہے اس کا ہر لفظ غلط ہے۔ میں اس سلسلے میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ بلکہ جو مسائل زیر بحث ہیں ان کے متعلق اپنشد اور شنکر آچاریہ کے اقوال کی مدد سے ہی کچھ کہوں گا۔ پتہ نہیں آپ یہ مضمون چھاپنا پسند کریں گے یا نہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو آپ ہی کو بھیج دوں گا۔

میرے خط کا جو حصہ آپ نے چھاپ دیا ہے اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میرے استفسار کے سلسلے میں آپ نے بڑی زحمت اٹھائی۔ یہ آپ کی نوازش ہے۔

دعا ہے کہ آپ ہر طرح خیریت سے ہوں۔ ادیب صاحب اور دیگر استادوں کی خدمت میں آداب عرض کیجئے گا۔ والسلام

میرا پتہ 54-K/2 ہے درست کر لیجئے گا۔

مخلص

محمد حسن عسکری

۷۸۶

54-K/2 کشمیر روڈ، پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی ۲۹۔ ۲۳ مئی ۶۸ء

برادرم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۱۱ مئی کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی کتاب بھی پہنچ گئی۔ بہت بہت شکریہ۔
مضمون تو کیا چند صفحے یوں ہی کھینچ دیے ہیں۔ شائع کرنا ضروری نہیں۔ اگر پسند نہ آئے تو بے تکلف پھاڑ کے پھینک دیجئے۔

میں نے ایک چھوٹا سا مضمون اور لکھا ہے جو یہاں رسالہ ''البلاغ'' میں شائع ہو رہا ہے۔ یہ رسالہ خالص دینی ہے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قبلہ کے دارالعلوم سے نکلتا ہے۔ ادیب لوگ اس رسالے سے بالکل واقف نہیں ہیں۔ جہاں تک ادیبوں کا تعلق ہے اس مضمون کا شائع ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس مضمون کو اپنے رسالے میں بھی چھاپ لیں۔ اس میں آپ کی دلچسپی کی بات یہ ہے کہ میں نے دو چار باتیں ارسطو کے نظریہ شعر پر کہی ہیں۔ بات یہ ہوئی کہ میں آج کل ایک انتخاب کر رہا ہوں۔ مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی تحریروں کا جن میں ادب کے بارے میں کوئی بات براہ راست کہی گئی ہے یا جن سے ادب کے بارے میں کوئی مفید بات برآمد ہو سکتی ہے۔ اس انتخاب کے دو چار صفحے ''البلاغ'' کو دینے تھے اور دو ایک صفحے تمہید کے طور پر لکھنے تھے۔ لیکن وقت پر میری کتابیں کھو گئیں لہٰذا جو مضمون آپ کے لئے لکھنا چاہتا تھا وہ ''البلاغ'' کے لئے ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی مجھے کبھی کبھی ''البلاغ'' کے لئے مضامین لکھنے پڑیں گے تاکہ جب میرا انتخاب مکمل ہو جائے تو قطع برید کے بعد انہیں مضامین کو مختلف مباحث کی تمہید کے طور پر اس میں شامل کر لیا جائے۔ اگر آپ چاہیں تو ایسے مضامین آپ کو بھیج دیا کروں گا۔ ''البلاغ'' کا دائرہ الگ ہے۔ آپ کے رسالے کا دائرہ بالکل الگ۔ اس لئے آپ کو یہ لکھنے کی بھی ضرورت نہیں کہ مضمون کہیں اور بھی شائع ہوا ہے۔

بات یہ ہے کہ پاکستان میں کاپی رائٹ ایکٹ کا نفاذ ہو گیا ہے۔ اس لئے اگر ایسے مضمون پہلے آپ کے یہاں چھپ گئے تو پھر انہیں استعمال کرنے کے لئے مجھے خواہ مخواہ دفتروں کے چکر لگانے پڑیں گے۔ اس جھگڑے سے بچنے کے لئے میں نے یہ عرض کیا ہے۔

بہر حال میں اپنی تحریروں کو اتنی اہمیت نہیں دیتا کہ آپ انہیں ضرور ہی شائع کریں۔

الہ آباد سے یہ دوسرا رسالہ کون سا نکلا ہے جس کا آپ نے ذکر کیا ہے؟ اور یونیورسٹی کے وہ کون سے استاد ہیں جو اسے نکال رہے ہیں؟

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو باتیں مجھے کہنی ہیں وہ تو وہی ہیں جن کے بارے میں مجیب صاحب نے غلط بیانی اور کج فہمی سے کام لیا ہے۔ اگر مجیب صاحب کی کتاب کا ذکر نہ ہو تو مضمون کیسے لکھوں گا؟ بہر حال آپ کے رسالے کی پالیسی کے پیش نظر تو اس قسم کا مضمون شائع نہیں ہونا چاہیئے۔ چلیئے میں بھی مضمون نہ لکھنے کا بہانہ ڈھونڈتا ہی رہا ہوں۔

میرے استفسار کا جواب حاصل کرنے کے لئے آپ کو جو پریشانی ہو رہی ہے اس سے میں خود شرمندہ ہوں۔ آپ کی عنایت یہ ہے کہ آپ اتنی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کی عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ میرے ایک فرانسیسی دوست کا کام ہے۔ ان بچاروں کا مضمون رکا ہوا ہے۔ بہر حال جب معلومات حاصل ہو جائیں بھیج دیجئے گا۔

پرسوں ایک فرانسیسی رسالہ آیا ہے جس میں سوئٹزر لینڈ کے ایک عالم عیسیٰ نور الدین (Frithjof Schuon) کا مضمون ہے عربی اسالیب بیان میں مبالغے کی نوعیت پر۔ اصل میں ہمارے ادب کے لئے ایسے مضامین کی ضرورت ہے۔

یہ بات آپ کو نجی طور پر بتائے دیتا ہوں، کسی سے فی الحال ذکر نہ کیجئے گا۔ یورپ میں آج کل ایسے مسلمان عالم موجود ہیں اور ایسی باتیں مغربی فلسفے، مذہب اور ادب کے متعلق لکھ رہے ہیں جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ گزری تھیں۔ دو ایک چیزوں کا میں نے انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ اگر آپ کو دلچسپی ہو تو آپ کو بھیج دوں گا۔ ان سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ مغرب کے لوگ اپنے ادب اور تہذیب کے بارے میں جو کچھ لکھتے ہیں وہ کتنا سطحی ہے۔ خواہ لکھنے والے ٹی ایس ایلیٹ ہی ہوں۔

امید ہے کہ آپ ہر طرح بخیریت ہوں گے۔ والسلام

غالباً ۱۰ یا ۱۲ جون کے قریب میں دو مہینے کے لئے لاہور جاؤں گا۔ ابھی تک تاریخ طے نہیں ہوئی۔ اس لئے جواب جلدی دے دیجئے گا۔

مخلص۔۔ محمد حسن عسکری

۸۶

54-K/2 , Kashmir Road-P.E.C.H. Society,

Karachi-29

۱۰/جون ۶۸ء

برادرم! السلام علیکم

آپ کا یکم جون کا خط آج ملا۔ آپ کی عنایت اور محبت کا شکریہ۔ آج ہی جواب دے رہا ہوں کیونکہ اب ذرا مصروف رہوں گا۔ ۱۹ جون یعنی ابھی اتوار کو لاہور جا رہا ہوں۔ ۱۴ اگست کو واپس آؤں گا۔ لاہور میں میرا پتہ یہ ہوگا:

N/47, Samanabad, Lahore- 4

خدا کا شکر ہے کہ میں نے دو چار صفحے آپ کو لکھ کر بھیجے تھے وہ آپ کے کام آ گئے۔ میں نے عرض کیا تھا، ہر مہینے لکھنا تو مشکل ہے اور کسی خاص ''وقفے'' کے تعین کے ساتھ لکھنے کا وعدہ بھی مشکل ہے۔ بہر حال میں کچھ نہ کچھ خدمت کرتا رہوں گا۔ علاوہ ازیں، جب آپ ''البلاغ'' میں چھپنے والی تحریروں کو شائع کرنے کو تیار ہیں تو میں لکھتے ہوئے خیال رکھوں گا کہ آپ کے کام کی بھی ہوں۔ اس مہینے جو مضمون چھپا ہے وہ حاضر خدمت ہے۔ جی چاہے تو اسے چھاپ لیجئے۔ اس میں کچھ ارسطو کے متعلق بحث آ گئی ہے۔ خیال ہے کہ آئندہ پھر ارسطو کے نظریہ شعر پر لکھوں گا۔ ''البلاغ'' میں بھی میرے لکھنے کا معاملہ یہ ہے کہ جب ان حضرات کا فرمان ہوگا دو چار صفحے گھسیٹ دیا کروں گا۔

میرے ''وسیع علم کے ذخیرے'' کے متعلق تو محض آپ کا حسن ظن ہی ہے۔ علم دین تو میں نے کبھی حاصل نہیں کیا۔ مغرب کی دس پانچ کتابیں پڑھی تھیں وہ بھی اب یاد نہیں رہیں۔ بلکہ جب مغربی چیزوں کے متعلق لکھنا پڑتا ہے تو دماغ پر بوجھ سا محسوس ہوتا ہے۔

میرے ایک ایم اے کے ساتھی ہیں مختار زمن، انھیں بھی آپ کا رسالہ بہت پسند آیا۔ وہ الہ آباد یونیورسٹی کے پرانے استادوں پر چند خاکے لکھنا چاہتے ہیں۔ مثلاً مولانا ناامی، دیب صاحب، ڈاکٹر سعید حسن وغیرہ۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کو بھجوا دوں۔

''معرفت حق'' کے پرچے مل جائیں تو مجھے ضرور عنایت فرمائیں۔ مولانا وصی اللہ

صاحبؒ کی بڑی تعریف سنی ہے۔ علاوہ ازیں مجذوب صاحب کے متعلق جو مضمون نکلے ہیں وہ اگر دستیاب ہو سکیں تو آپ کی مزید عنایت ہوگی۔

فراہی صاحب کی کتاب بھیجنے کا جو آپ نے ذکر کیا ہے تو قصہ یہ ہے کہ مجھے علم دین تو حاصل نہیں۔ اس لئے میں ایسی کتابیں بالکل نہیں پڑھتا جو سو فیصدی پکی نہ ہوں۔ فراہی صاحب کے متعلق میں نے سنا ہے کہ ان کے عقائد کچھ گڑبڑ تھے۔ مجھے تحقیق کرنے کی فرصت نہیں۔ میرے جیسے آدمی کے لئے تو ایسی چیزوں سے دور رہنا ہی اچھا ہے۔

حضرت مجدد صاحبؒ کے بارے میں مضمون تو میں صرف اس لئے لکھ رہا تھا کہ آپ کی فرمائش بھی پوری ہو جائے اور میری دلچسپی کی بھی چیز ہو۔ برہان، تجلی، الفرقان جتنے پرچوں کے نام آپ نے لکھے ہیں ان سب کی دینی حیثیت مجھے مشکوک معلوم ہوتی ہے۔ مجھے مضمون نویسی کچھ ایسی عزیز نہیں کہ خواہ مخواہ لکھوں۔ اور نہ دین کو نعوذ باللہ میری حمایت کی ضرورت ہے۔ جس کا دین ہے وہی اس کی حفاظت خود کرے گا۔

یہ نہ معلوم کس نے گپ اڑائی ہے کہ میں نے حضرت ابن عربیؒ کا بہت گہرا مطالعہ کیا ہے۔ جن صاحب نے یہ کہا ہے انہیں غالباً یہ احساس نہیں تھا کہ حضرت شیخ اکبرؒ کا کیا رتبہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں نے ایک زمانے میں "فصوص الحکم" پڑھی تھی۔ لیکن پچھلے چھ سال سے تو میں نے اس کتاب کو ہاتھ لگانے کی بھی جرأت نہیں کی۔ جو شخص گہرا علم دین نہ رکھتا ہو اسے تو ایسی کتابیں پڑھنے کی بھی شرعی اجازت نہیں۔ مجھ جیسے لوگوں کے لئے تو حضرت شیخؒ کے متعلق بس اتنا علم کافی ہے جتنا مستند علماء عام طور سے بتا دیں۔ جو حضرات شیخ اکبرؒ کی کتابیں واقعی سمجھتے ہیں وہ تو عام مجلسوں میں ان کے ذکر کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ بھلا میری کیا بساط ہے۔

سعید احمد اکبر آبادی صاحب نے شیخ اکبرؒ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ انتہائی دیدہ دلیری کی بات ہے، بلکہ دریدہ دہنی ہے۔ شیخ اکبرؒ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ "فتوحات مکیہ" کے دیباچے میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تم سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ "فتوحات مکیہ" پڑھی تھی یا نہیں۔ سب سے پہلے یہ سوال ہوگا کہ تمہارے عقائد کیسے تھے۔ اور نماز پڑھتے تھے یا نہیں۔ سعید احمد اکبر آبادی سچ کہتے ہیں یا جھوٹ اس کا اندازہ تو اسی سے کر لیجئے کہ دارالعلوم دیوبند کے سو سالہ جشن کے موقع پر حضرت مولانا طیب صاحب نے جو

کتاب دیوبند کے عقائد کے متعلق شائع کی ہے اس میں حضرت شیخ اکبرؒ کو دیوبندی عقائد کا ایک ستون قرار دیا ہے۔ اکبرآبادی صاحب لکھتے ہیں کہ انھوں نے اسلام کو نقصان پہنچایا اور حال یہ ہے کہ آج صرف ایک کتاب ''فتوحات مکیہ'' نے سارے مغربی علوم کو شکست دے رکھی ہے۔ اور صرف ایک کتاب کے اثر سے یورپ میں لوگ دھڑا دھڑ مسلمان ہو رہے ہیں اور مسلمان بھی ایسے کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے مجھے پیرس سے لکھا تھا کہ نومسلموں کو نماز پڑھتے دیکھتا ہوں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔[۲]

دراصل میں نے بھی ''فصوص الحکم'' اسی لئے پڑھی کہ سارتر کے ایک گہرے دوست ہیں Etiemble جن سے بعد میں کھٹ پٹ ہوگئی۔ بہرحال فرانس کے درجہ اول کے ادیبوں میں ہیں۔ ایک زمانے میں وہ اپنے ہر مضمون میں حضرت ابن عربیؒ کا نام لیتے تھے۔ اس لئے مجھے بھی تجسس ہوا۔

جیلانی کامران صاحب کی نئی کتاب میں نے نہیں دیکھی۔ میرا ادب اور ادیبوں سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ بہرحال مغربی شاعری پر حضرت ابن عربیؒ کے اثر کا معاملہ تو یہ ہے کہ اب تو یہ مسلمہ بات ہو چکی ہے۔ Penguin Encyclopedia جیسی عام کتاب تک میں Sufis کے عنوان کے ماتحت لکھا ہے کہ ڈانٹے پر ابن عربیؒ کا اثر پڑا۔ یہ تحقیق ایک اسپینی عالم Miguel Asin Palacios نے ۲۶ء کے قریب شروع کی ہے۔ ان کی کتاب Islam and the Divine Comedy کے نام سے انگریزی میں بھی ترجمہ ہو چکی ہے۔ مگر اب ملتی نہیں۔ میں نے بھی نہیں پڑھی۔ دیکھی ضرور ہے۔ اس میں انھوں نے تفصیل کے ساتھ دکھایا ہے کہ ڈانٹے نے اپنی نظم کا پورا نقشہ حضرت ابن عربیؒ سے لیا ہے۔ چونکہ آپ کو اس مسئلے سے دلچسپی پیدا ہوئی ہے اس لئے ان کتابوں اور مضمونوں کے نام لکھتا ہوں جو اس مسئلے میں بہت اہم ہیں۔ ویسے میں نے بھی یہ چیزیں نہیں پڑھیں:۔

(1) Miguel Asin Palacios: El Averroisme teologico de St. Thomas de Aquino (1904).

(2) " " "La Escatalogia musalmana en la Divina Comedia, seguida de la historia critica de una folmica (1943).

اس کتاب میں گویا ساری بحث کا خلاصہ ہے۔

(3) Andre' Bellessont: Dante et Mahomet (in "Revue des Deux Mondes", April, 1920)

(4) Louis Gillet: Dante (1941)

(5) Rodinson: Dante et l'Islam d' apres des travaux ricents " (in "Revue de l'histoire des Religions", October- December, 1951.

علاوہ ازیں اسلام اور خصوصاً تصوف کا یورپ کے کلچر پر جو اثر پڑا ہے اس کے متعلق ایک عجیب وغریب کتاب فرانسیسی میں شائع ہوئی ہے:۔

Pierre Ponsoye: L'Islam et la Graal (1957)

اس کتاب میں ایسے حقائق پیش کئے گئے ہیں کہ مجھے تو پڑھ کر یہ محسوس ہوا کہ ہمیں تو یورپ کے متعلق کچھ پتہ ہی نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ صاحب Ponsoye مسلمان ہیں یا نہیں۔ مگر اتنا مجھے ذاتی طور سے معلوم ہے کہ ضروری مواد انھیں "اسلامی ذرائع" سے پہنچا ہے اور کتاب کو معنون بھی کیا ہے "شیخ عبدالواحد یحیٰ" کے نام (یعنی Rene Guenon کے فرانسیسی نام کے بجائے اسلامی نام ہی لکھا ہے)۔ جی چاہتا ہے کہ کبھی اللہ توفیق دے تو اس کتاب کا خلاصہ ہی اردو میں پیش کر دوں۔

جہاں تک مغربی ادب پر صوفیا کے اثر کا تعلق ہے اس کا پتہ چلانا تو آسان ہے۔ مگر تفصیلات پر بحث کرنا اس لئے مشکل ہے کہ Christian and Hermetic symbols کے معنی غائب ہو چکے ہیں۔ میں نے شیکسپیئر اور چاسر پر کچھ کام کر رکھا ہے مگر لکھا اسی وجہ سے نہیں کہ Symbols کی صحیح تشریح آسان نہیں۔

یورپ میں جو مسلمان عالم ہیں وہ عموماً اپنے اسلامی نام نہیں لکھتے اور نہ اپنے اسلام کا عام طور سے اعلان کرتے ہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے؟ مغربی لوگوں کی اسلام سے نفرت۔ مجھے دو ایک حضرات کے حالات کا علم ہے کہ اگر وہ اپنے اسلام کا عام اعلان کر دیں تو شاید گرفتار ہو جائیں۔ ورنہ کم سے کم روٹی نہ ملے۔ مگر بعض ایسے حضرات ہیں جو اپنے اسلام کو چھپاتے بھی

نہیں۔ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ جیسے ہی یورپ کے لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ فلاں شخص مسلمان ہے فوراً اس کی مخالفت شروع ہو جاتی ہے۔ شیخ عبدالواحد یحیٰ بیس بائیس سال کی عمر میں مسلمان ہو گئے تھے مگر اپنے پرانے نام سے ہی لکھتے رہے۔ جب ان کی تحریروں میں اسلامی کتابوں کے حوالے زیادہ نظر آنے لگے تو لوگ کہنے لگے کہ لو بھئی اب ان کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ یہ تو اسلام کا پروپگینڈا کر رہے تھے۔ غرض پرانے مسیحی نام باقی رکھنے میں چند در چند مصلحتیں ہیں اور بعض ناموں کا پردۂ اخفا میں رہنا از حد ضروری ہے۔

البتہ بعض حضرات ایسے بھی ہیں جن کے متعلق دو ایک دفعہ یہ بتا بھی دیا گیا ہے کہ یہ مسلمان ہیں۔ مثلاً سوئٹزرلینڈ کے Frithjof Schuon (عیسیٰ نورالدین)۔ مگر عموماً یہ بھی اپنے اسلام کا عمومی اعلان نہیں کرتے کیونکہ اعلان کر دیں تو ان کی کتابیں کوئی نہ پڑھے۔ ویسے ان کی کتاب "Spiritual Perspectives and Human Facts" کے بارے میں ٹی ایس ایلیٹ نے کہا ہے کہ Comparative Religions پر اس سے بہتر کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ ان کی کئی کتابیں انگریزی میں شائع ہو چکی ہیں۔ Faber & Faber کے یہاں سے ہی Understanding Islam ایسی کتاب کہ میرے خیال میں مغربی زبانوں میں اس موضوع پر ایسی کتاب دوسری نہیں۔ اسی طرح ایک اور کتاب تصوف پر ہے۔

پھر سوئٹزرلینڈ کے ایک اور صاحب ہیں Titus Burckhardt ان کے اسلام کا بھی ایک آدھ دفعہ اعلان ہو چکا ہے۔ ان کی کتاب Introduction to Sufi Doctrine تو انگریزی میں لاہور سے ہی شائع ہوئی ہے۔ ۶۷ء میں لندن سے دو اور کتابوں کے ترجمے شائع ہوئے ہیں۔ ایک تو Alchemy اور دوسری Sacred Art in East & West یہ دو کتابیں ایسی ہیں کہ ان کے بغیر مغربی ادب کا صحیح مطالعہ ہو ہی نہیں سکتا۔

ایک انگریزی مصنف ہیں Martin Lings (ابوبکر سراج الدین)۔ ان کے اسلام کا بھی اعلان ہو گیا ہے۔ مگر ان کی تحریر میں پختگی نہیں۔ بہر حال ان کی کتابیں بھی دلچسپ ہیں:۔

(1) A 20th Century Muslim Saint

(2) Shakespeare in the Light of Sacred Art

(3) Ancient Beliefs and Modern Superstitions

مسلمان عالموں کی پوری جماعت میں سب سے زبردست آدمی ہیں Rene Guenon۔ کتابیں تو ان کی بیس بائیس ہیں مگر انگریزی میں صرف چھ ترجمہ ہوئی ہیں:۔

(1) Crisis of the Modern World

(2) East and West

(3) Introduction to the Study of Hindu Doctrines

(4) Man and his Becoming according to the Vedanta

(5) Symbolism of the Cross

(6) The Reign of Quantity and the Signs of the Times

ان میں سے نمبر 1 اور نمبر ۶ کو Surrealists نے بیسوی صدی کے بڑے واقعات میں شمار کیا ہے۔ کسی لائبریری میں مل جائیں تو ایک نظر ڈال لیجئے۔

اگر آپ چاہیں تو ان تین چار مصنفوں کے بارے میں تقریراً یا تحریراً اوروں کو بھی بتا سکتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمان ہیں۔ مگر بعض ایسے حضرات ہیں جن کے نام ابھی پردۂ راز میں ہی رہنے چاہئیں۔ ان کے حالات کا تقاضا یہی ہے بلکہ جتنے نام میں نے آپ کو بتا دیئے ہیں ان کا ذکر بھی تحریراً نہ ہو تو بہتر ہے۔ کیونکہ اس سلسلے میں اور بیس شاخسانے ہیں۔ مثلاً سنا ہے کہ قادیانی بھی ان حضرات کے خلاف ہیں کیونکہ ان کی تحریروں کی وجہ سے یورپ میں قادیانیوں کا بازار ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ پھر ترقی پسند لوگ بھی ان کے مخالف ہیں۔ پچھلے سال Martin Lings کی کتاب Shakespeare کے بارے میں ایک نہایت ہی فضول قسم کی بحث لاہور کے ایک انگریزی اخبار میں چل چکی ہے۔ اس قسم کی مصالح ہیں جنکی وجہ سے بہتر یہی ہے کہ عام طور سے ان مصنفوں کا ذکر نہ ہو۔ میں نے آپ کو اس لئے بتا دیا کہ اگر آپ واقعی مغربی ادب کو سمجھنا چاہتے ہیں تو یہ کتابیں پڑھیں۔

ایک عجیب اتفاق ہے کہ ۲۸ء کے قریب مولانا اشرف علیؒ نے اپنی مجلس میں کہا تھا کہ مجھے تو یہ نظر آ رہا ہے کہ اب اسلام کی حفاظت کرنے والے یورپ سے پیدا ہوں گے۔ تقریباً یہی زمانہ ہے کہ جب Rene Guenon نے زور شور سے لکھنا شروع کیا ہے۔

Rene Guenon کی اہمیت کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں تو Andre Gide کے

Journals دیکھئے۔ غالباً چوتھی جلد میں ۴۲ء سے ۴۵ء تک کے اندراجات میں ملے گا۔ بہرحال انڈیکس میں Guenon کا نام دیکھ کر متعلقہ صفحہ نکال لیجئے۔ اس سے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ کتابیں کیا چیز ہیں۔

میں نے جو دو ایک ترجمے فرانسیسی سے کئے ہیں وہ اب میرے پاس بھی نہیں ہیں۔ لاہور سے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ وہ اتنے غلط چھپے ہیں کہ میں نے آئندہ ترجمہ کرنے کا ارادہ ہی چھوڑ دیا۔ ان میں سے ایک چیز بہت ہی عجیب وغریب ہے۔ ڈانٹے نے Beatrice کے گرد بارہ ولیوں کا ایک حلقہ دکھایا ہے۔ ان میں سے ایک Richard St. Victor یعنی وہ عیسائیت کے سب سے بڑے مفکروں میں ہے۔ وہ تھا تو انگلستان کا مگر رہتا تھا پیرس میں' St.Victor کی خانقاہ میں۔ اس کی دو کتابیں متصوفانہ نوعیت کی ہیں۔ The Minor Benjamin اور The Major Benjamin ان کتابوں کا لاطینی سے ترجمہ ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ پھر اس نے ان کتابوں کا ایک خلاصہ بھی لکھا تھا۔ وہ فرانسیسی میں ابھی ترجمہ ہوا ہے۔ اس کا میں نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ سنا ہے کہ اس خانقاہ میں ایک کتاب تھی جسے روزانہ پڑھنا فرض تھا۔ اور اس میں وہ علوم تھے جو مسلمانوں سے حاصل کر کے جمع کئے گئے تھے۔ یہ ترجمہ آپ کو بھجوانے کی کوشش کروں گا۔

بہت ہی طویل خط ہوگیا۔ معاف کیجئے گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ والسلام

''البلاغ'' والے مضمون میں دو ایک جملے میں نے کاٹ دیئے ہیں۔ اُن پر آپ خود غور فرمالیں۔

مخلص محمد حسن عسکری

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

54-K/2 کشمیر روڈ' پی ای سی ایچ سوسائٹی' کراچی ۲۹۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۸۸ء

برادرم' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

کل عنایت نامہ ملا۔ شکریہ۔ اس استفسار کے سلسلے میں آپ کو فضول تکلیف ہو رہی ہے۔

اتنی کاوش کی ضرورت نہیں۔

''معرفت حق'' بھی کوئی آٹھ دس دن ہوئے ملا ہے۔ آپ کی نوازش ہے۔ ''شب خون'' کے پرچے دوبارہ بھجوانے کی ضرورت نہ تھی۔ میں نے سلیم احمد کے یہاں دیکھ لئے تھے۔ بہر حال آپ نے ازسرنو بھیج دیئے ہیں تو عنایت ہے۔ پاکستان میں آپ کا پرچہ اتنا مقبول ہوا ہے کہ جس کے نام آتا ہے شاید اسی کو پڑھنے کے لئے نہیں ملتا۔

اس دوران میں کچھ نہیں لکھ سکا۔ پنجاب یونیورسٹی کے امتحانوں میں مصروف رہا۔ سلیم احمد کے یہاں ایک رسالے کا مطبوعہ سوالنامہ دیکھا۔ وہ اس مسئلے میں لوگوں کی رائیں جمع کر رہے ہیں کہ ہندوستانی رسالوں میں پاکستانی ادیبوں کی تحریریں چھپنا کیسا ہے۔ میں نے تو اسی لئے یہ اہتمام کیا تھا کہ پہلے مضمون ''البلاغ'' میں شائع ہو جائے۔ میرا چونکہ ادب کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں اس لئے اچھا نہیں لگتا کہ ادیبوں کی بحث میں میرا بھی نام آئے۔

خیر آئندہ بھی یہی طریقہ ملحوظ رکھوں گا کہ پہلے ''البلاغ'' میں مضمون چھپ جائے۔ ورنہ پھر آپ کے نام خط کی شکل میں چھوٹا موٹا مضمون لکھ دوں گا اور انداز یہ اختیار کروں گا گویا استفسار کا جواب دے رہا ہوں۔ امید ہے کہ یہ اسلوب آپ کو ناگوار نہ گزرے گا۔

میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ فرانسیسی سے جو مضامین ترجمہ کئے ہیں وہ بھیجوں گا۔ آج روانہ کر رہا ہوں۔ ایک مضمون میں تو طباعت کی غلطیاں درست کر دی ہیں۔ دوسرے مضمون کو خود میں نے بھی اس خوف سے نہیں پڑھا کہ خدا جانے کیا کیا غلطیاں ہوں گی۔ امید ہے کہ آپ کو ان سے دلچسپی ہوگی۔ ایک مضمون حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کا اردو سے ترجمہ کیا تھا وہ بھی بھیج دیا ہے۔

جہاں تک میرے پہلے مضمون کا تعلق ہے اس سے اتفاق یا اختلاف کا معاملہ اتنا اہم نہیں۔ مضمون تو اس لئے لکھے جاتے ہیں کہ لوگ مسئلے پر غور کریں۔ ''شب خون'' کا نیا شمارہ آئے تو دیکھوں گا پڑھنے والے کیا کہتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی بات نکلی جس پر میں کچھ عرض کر سکوں تو دو ایک صفحے لکھ دوں گا۔

آج آپ کو جو فرانسیسی مضمون Christian Initiation بھیجا ہے وہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ یہ بحث اب پورے یورپ میں شدت اختیار کر گئی ہے۔ خصوصاً رومانیہ، ہنگری مشرقی یورپ کے ملکوں میں۔ میری ناچیز رائے ہے کہ اس مضمون سے بعض ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن سے مغربی ادب کا بہت بڑا حصہ ایک نئی مثبت یا منفی معنویت حاصل کر لیتا ہے۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو رمضان شریف کے فیوض و برکات پہنچائیں۔

والسلام

مخلص محمد حسن عسکری

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی

۱۷ جنوری ۶۹ء

برادرم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پہلے تو نئے سال کی مبارکباد لیں۔ آپ کی عنایت کا شکریہ۔ پھر آپ کا کارڈ ملا۔ مگر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ آج کل آپ کہاں ہیں۔ چنانچہ ایک خط تو لکھنؤ کے پتے پر لکھ رہا ہوں اور اسی کی نقل الٰہ آباد کے پتے پر روانہ کر رہا ہوں۔ خدا کرے دونوں میں سے کوئی خط آپ کو مل جائے۔

آپ کے ارشاد کی تعمیل کر دی ہے۔

آپ کو ایک خط میں نے عید سے پہلے لکھنؤ کے پتے پر لکھا تھا اور دو انگریزی مضمون بھیجے تھے جو میں نے فرانسیسی سے ترجمہ کئے ہیں۔ یہ مضمون ملے یا نہیں؟

دعا ہے کہ آپ ہر طرح بخیریت ہوں۔

والسلام

مخلص محمد حسن عسکری

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

54-K /2 , Kashmir Road,

P.E.C.H. Society,

Karachi- 29, Pakistan

۱۷ جنوری ۶۹ء

مکرمی، السلام علیکم

آپ نے جو مضمون بھیجا تھا وہ واپس کر رہا ہوں۔ میرے کچھ معروضات بھی شامل ہیں۔ اگر میرا مضمون غیر مناسب حد تک طویل ہو گیا ہو تو شائع نہ فرمائیں۔ بہرحال جیسا آپ چاہیں۔

میں نے پچھلے مہینے آپ کو اطلاع دی تھی کہ آپ مجھے اپنا رسالہ بھیجتے ہیں تو پتہ غلط لکھتے ہیں۔ اس لئے مجھے نہیں ملتا۔ آپ نے از راہ عنایت پچھلے پرچے دوبارہ بھیج دیئے۔ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن ان پرچوں پر بھی پتہ غلط لکھا تھا۔ اتفاق سے وہ پوسٹ مین مجھ سے واقف تھا اس لئے لے آیا۔ اس کے بعد آپ کے دفتر سے ایک خط آیا وہی غلط پتے کے ساتھ۔

اب جنوری کا پرچہ پھر نہیں آیا کیونکہ دوسرا پوسٹ مین ہے۔ یہ صرف اطلاعاً عرض ہے۔ جنوری کا پرچہ سلیم احمد صاحب سے لے کر دیکھ لیا ہے۔ مہربانی فرما کر دفتر والوں سے کہئے کہ پتہ اس طرح لکھا کریں جیسے میں نے اوپر لکھا ہے ورنہ آپ کا پرچہ ضائع ہوتا رہے گا۔

امید ہے آپ کو یہ اطلاع ناگوار نہیں گزرے گی۔ شکایت نہیں ہے۔ مضمون کی رسید سے مطلع فرمائیے۔ شکریہ۔

نیازمند

محمد حسن عسکری

☆☆☆

۷۸۶

54-K /2 , Kashmir Road,

P.E.C.H. Society,

Karachi- 29.

۲۵ فروری ۶۹ء

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کل آپ کا خط ملا شکریہ۔ پہلے تو عید کی مبارکباد قبول فرمائیے۔

میرے پتے کی درست شکل یہی ہے "54-K/2"۔ غلطی یہی ہو جاتی ہے کہ ان اعداد کی ترتیب الٹ پلٹ ہو جاتی ہے۔ اصل میں "54" تو سڑک کا نمبر ہے "K" مکان کا اور "2" بلاک کا۔ بعض لوگ "K-2/54" لکھ دیتے ہیں۔ ڈاکیے غور سے تو پتہ پڑھتے نہیں۔ نہ معلوم کون سے بلاک میں پھینک آئے ہوں گے۔

تین مہینے سے "معرفت حق" برابر مل رہا ہے کیونکہ اب پتہ ٹھیک ہے۔ آپ کی عنایت کا شکریہ۔

جی یہ تو بجا ہے کہ اعتراض برائے اعتراض سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن اگر کوئی اس نیت سے اعتراض کرے کہ بات کے مختلف پہلو سمجھے جائیں تو یہ میرے لئے عین راست ہے۔ آپ بھی دیب صاحب کے شاگرد ہیں اس لئے آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ استادوں کے علاوہ میری تربیت میرے شاگردوں نے بھی کی ہے۔ آج سے پندرہ سال پہلے تک طالب علم بھی علم سے اتنی دلچسپی رکھتے تھے کہ بعض دن وہ شروع ہی میں مجھ سے کہہ دیتے تھے کہ آج ہم آپ کی کوئی بات قبول نہیں کرینگے۔ مجھے تو حسرت یہی ہے کہ اب تو ایسے طالب علم بھی نہیں آتے۔ میں نے اتنے دن سے لکھنا چھوڑ رکھا تھا تو اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کم سے کم دل میں یہ دعویٰ میں کبھی نہیں کرتا کہ میں نے جو کچھ لکھ دیا صحیح ہے۔ نعوذ باللہ میرا تو ذہن ہی اس وقت کام کرتا ہے جب لوگ اعتراض کر رہے ہوں۔ علاوہ ازیں میں تو ہر وقت تیار رہتا ہوں کہ اگر میری کوئی بات غلط نکلے تو اسے چھوڑ دوں۔ اور اگر میری کوئی بات صحیح ہو تو اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ حق کو ظاہر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جس کی زبان سے چاہے ظاہر کر دے۔ ہم لوگ کس گنتی شمار میں ہیں۔ حضرت مجدد صاحبؒ کے ہر مکتوب کے آخر میں یہی دو دعائیں ہوتی ہیں۔ "ربنا لا

تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا'' اور'' ربنا لا تواخذ نا ان نسینا او اخطانا۔''

موجودہ سوالات اور اعتراضات کے جواب تو خیر ہو ہی گئے۔ آئندہ بھی آپ فرمائیں گے تو مجھ سے جو کچھ ممکن ہوگا اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو عرض کر دوں گا۔

کل شام آپ کی کتاب ''لفظ و معنی'' بھی مل گئی۔ آپ کی عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے پہلے جو دو کتابیں بھیجی تھیں وہ بھی میں نے فوراً ہی پڑھ لی تھیں مگر ان کے بارے میں آپ کو کچھ لکھ نہیں سکا کیونکہ آپ حضرات کی تحریریں یہاں اتنی مقبول ہیں کہ کتاب یا رسالہ رہنے نہیں پاتا۔ آپ برا نہ مانیں تو ایک بات عرض کروں۔ آپ کی دو کتابیں پڑھتے ہوئے میں نے اس پر غور ہی نہیں کیا کہ خیالات کیا ہیں۔ صرف دو باتیں دیکھتا رہا۔ ۱۔ اردو نثر کے اسالیب نے کچھ ترقی کی ہے یا نہیں؟ ۲۔ لکھنے والے کا ذہن معنی اور اسلوب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی کتنی صلاحیت رکھتا ہے؟ اور نتیجہ میں نے یہ نکالا ہے کہ بعض ادبی مسائل پر کوئی کام سامنے آتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ مجھے نہ کرنا پڑتا اور فاروقی صاحب اسے کر لیتے۔

ایک بات یاد آ گئی محض لطیفے کے طور پر لکھتا ہوں۔ کسی نے ''Structures'' کا ترجمہ ''سانچے'' کیا تھا۔ آپ نے ڈھانچے تجویز کیا تھا۔ لیکن Structuralism کے جو مختلف فلسفے رائج ہو گئے ہیں ان کے پیش نظر ترجمہ کچھ ایسا ہونا چاہیے ''سانچوی ڈھانچے'' یا ''ڈھانچوی سانچے۔''

میں نے جو ترجمہ کردہ مضامین آپ کو بھیجے تھے ان میں سے کون سے مضمون کا ترجمہ آپ کر رہے ہیں؟ اگر Christian Initiation کا ترجمہ کر رہے ہیں تو کہیں چھپوانے سے پہلے ذرا مجھ سے دریافت کر لیجیے گا تاکہ میں مصنف سے اجازت بھی لے لوں۔ اور اگر وہ کوئی ترمیم یا اضافہ چاہیں تو وہ بھی ہو جائے کیونکہ اس مضمون پر آجکل رومانیہ اور ہنگری سے لے کر انگلستان تک پورے یورپ میں بحث ہو رہی ہے۔

میرا خیال ہے کہ ہربرٹ ریڈ کے مضمون The Disintegration of Form in Modern Art کا ترجمہ یا خلاصہ بھی آپ کر ہی دیں۔

رسم الخط پر میرا مضمون ''سات رنگ'' میں چھپا تھا تو کاتب نے اس میں بڑی ہولناک غلطیاں کر دی تھیں۔ بعض جگہ تو مطلب ہی غائب ہے اور بعض جگہ الٹا ہو گیا ہے۔ افسوس ہے

کہ ''نیا دور'' والوں نے مجھے اطلاع دیئے بغیر مضمون کا اقتباس چھاپ دیا اور ساری غلطیاں پھر دہرا دیں۔ ایک جگہ سے تو خاص دو تین سطریں غائب ہیں۔ اگر پرانا پرچہ مل گیا تو تصحیح کر کے آپ کو مضمون بھیج دوں گا۔ کاتب نے تو خیر خوب ہی کمالات دکھائے ہیں لیکن ایک غلطی میری بھی ہے۔ یہ مضمون میں نے ایسی حالت میں لکھا تھا کہ میں بیمار بھی تھا اور چار چار صفحے لکھ کر کاتب کو بھجوا رہا تھا۔ اس لئے وقت نہیں تھا ''ین'' اور ''یانگ'' (Yin and Yang) کے سلسلے میں یہ کرنا پڑا کہ اس تصور کا جو سب سے کمتر درجے کا مطلب ہے وہ لکھ دوں۔ پھر یہاں بھی صحیح لفظ نہیں ملے اور نہ آج تک ملے ہیں۔ یونانی فلسفے کے حساب سے yang تو Essence ہے۔ اور Yin' Substance ہے۔ مضمون لکھتے ہوئے میں نے جلدی کی وجہ سے ''جوہر اور عرض سمجھ لیجئے'' کہہ کر ٹلا دیا۔ یہ بالکل غلط ہے یہ دونوں ہی جوہر ہیں۔ یہاں اصل مشکل یہ ہے کہ ہماری معقولات میں اس مقام پر ''صورت اور مادہ'' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ اور یورپ کے ازمنہ وسطٰی والے فلسفے میں Form&Matter۔ مگر ان تصورات کی حقیقت وہ نہیں جو عام طور سے سمجھی جائے گی۔ اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ Yang (Essence) کے لئے ''جوہر ذات'' کی اصطلاح کام میں لائی جائے اور Substance (Yin) کے لئے ''مادہ''۔ یہ بھی تسلی بخش نہیں ہیں بہر حال میں نے اس غلطی سے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔ میں مناسب اصطلاحیں قائم کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہوں۔

میرے ایک دوست ہیں آفاقی صاحب۔ وہ اس زمانے کے آدمی ہیں جب ۴۷ء میں ''ساقی'' پہلے پہل شائع ہوا تھا۔ عموماً قطعات کہتے ہیں لیکن چھپواتے نہیں۔ اپنا ایک مجموعہ انھوں نے خود ہی ''شب چراغ'' کے نام سے چھپوایا تھا مگر وہ شائع ہونے سے پہلے ہی جل گیا۔ انکے کچھ نئے اور پرانے قطعات کا انتخاب آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔ ایک نظر دیکھئے۔

آپ کی کتاب کل شام کو ملی تو حضرت خواجہ میر دردؔ والے مضمون پر نظر ڈالی۔ اس ضمن میں صرف ایک بات عرض کروں گا۔ اپنی برتری بتانے کے لئے نہیں بلکہ محض اطلاعاً۔ آپ ہی نہیں ہم سب طفل مکتب ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں طفل مکتب ہی رکھے۔ ایک اطلاع مجھ تک چند دن پہلے پہنچ گئی ہے وہ آپ تک پہنچا رہا ہوں۔ اور مجھ تک پہنچی ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے

جس کا حق یہ ہے کہ اپنے بھائیوں تک بھی پہنچادوں۔

''عقل'' کا لفظ ہمارے یہاں Reason کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اصل میں یہ Intellect ہے یا Intellectual Intuition ۔یورپ والے اس لفظ کے معنی بھول چکے ہیں۔ اور ''دل'' جذبہ نہیں بلکہ حقیقت جامعہ انسانیہ ہے۔ اس لحاظ سے دل اور عقل میں کوئی تضاد نہیں۔ دونوں ایک ہیں۔ سورۂ حج میں دیکھ لیجئے قلب کے ساتھ یعقلون کا لفظ ہے۔ حدیث قدسی ہے العقل فی القلب۔ ہماری شاعری بنیادی طور سے ''Intellectual'' ہے۔ صحیح معنوں میں آپ نے کیف و مستی وغیرہ کے سلسلے میں حضرت عراقیؒ کی جس غزل کا حوالہ دیا ہے وہ تو بالکل ''Intellectual'' ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے ایک خط میں ان اشعار کی تشریح کی ہے۔ مثلاً

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
زچشم مست ساقی دام کردند

یہاں ''جام'' سے مراد ہے کائنات اور ''بادہ'' سے مراد کمالات۔ ''ساقی'' سے مراد رسول اللہ ﷺ۔ پھر یہ رموزی معنی بھی پہلے سے قائم ہیں۔ حضرت عبدالرزاق کاشانیؒ نے اپنی تفسیر میں (جو حضرت ابن عربیؒ کی تفسیر کے نام سے مشہور ہے) یہی معنی لکھے ہیں۔

امید ہے کہ آپ برانہیں مانیں گے۔

اس دفعہ خط تو پورا دفتر ہو چلا۔ دعا ہے کہ آپ بخیریت ہوں۔ والسلام

مخلص

محمد حسن عسکری

آفاقی

حوادث میں اوروں کا بھی ہاتھ ہے مگر اپنی خصلت ہے خود ساختہ
جہاں اس کے بچے تھے چودہ ہوئے وہیں گھر بناتی ہے پھر فاختہ

☆☆☆

زمیں پر قصہ ہابیل کے بعد مسلسل اک عمل ہوتا رہا ہے
نہ جانے کون اسے جا کر بھریگا گڑھا جو چاند پر کھودا گیا ہے

☆☆☆

نہیں ہر چند اے دل حسب منشا مقدر سے مگر کیوں منحرف ہوں
خدا سے ہم کریں انکار اس وقت خود اپنی ذات کے جب معترف ہوں

☆☆☆

ہمیں جو شے بڑی مہنگی پڑی ہے وہی اوروں کو مل جاتی ہے سستی
کہیں کیا ایک جسم ناتواں میں بسر کرتے رہے کس کس کی ہستی

☆☆☆

جوانی کے مقدس کارنامے اب اک اک یاد آتے جا رہے ہیں
سویرے جو نشیمن سے گئے تھے بسیرے کے لئے اب آ رہے ہیں

☆☆☆

نہیں معلوم خود مختار ہو کر کسے مجبور کرنا چاہتے ہیں
یہاں تیرے بد اندیش بندے جہالت دور کرنا چاہتے ہیں

☆☆☆

مری ہستی جو تھی دل کش ترانہ نہ پوری ہونے والی آرزو کا
اب ایسی ایک بور سی بن گئی ہے سلا دیتی ہے جو بچوں کو بھوکا

☆☆☆

دل نے آخر بحال مجبوری وہ کیا تھا جو آخری مقدور
اور تو اور ہم نے خود کو بھی آخر کار کر لیا منظور

☆☆☆

کہا بستی کے کچھ لوگوں نے "اے نوحؑ یہ سوچو تم کو دنیا کیا کہے گی
بنائی تم نے کس حجت سے کشتی مگر خشکی پہ یہ کیسے چلے گی؟"

☆☆☆

یہ رن پڑنے لگا ہے میرے من میں	چڑھے دن کی دوپہر اب کب ڈھلے گی
کہا ارجن نے "اے بھگوان بولو	کہاں تک یہ مہا بھارت چلے گی؟"

جو صدا پیدا ہوئی تیشے کی پہلی ضرب سے
اس میں کچھ ایسا ترنم تھا کہ بے خود ہو گئے
اب ہوا ظاہر کہ پتھر کے بتوں کے ساتھ ساتھ
توڑ ڈالے ہم نے وہ بت بھی جو پتھر کے نہ تھے

سفر میں کلفتوں کا خیر مقدم	کیا ہے اور کچھ ایسے کیا ہے
لگی ہے جس سے ٹھوکر رہ گذر میں	کلیجے پر وہ پتھر رکھ لیا ہے

☆☆☆

اسی اک ابر پر کیا منحصر ہے	بہت آ آ کے پہلے جا چکے ہیں
اگر چگتی ہیں چڑیاں کھیت چگ لیں	انھیں بھی اپنے بچے پالنے ہیں

☆☆☆

ہزاروں سال میں قسمت کے ہاتھوں	مرے سینے میں دل موزوں ہوا ہے
خدا جانے وہ اب نکلے گا کیسے	جو اک سکتہ سا اس میں پڑ رہا ہے

☆☆☆

بظاہر شکل تو کچھ بن گئی ہے	خدا معلوم مفہوم اپنا کیا ہے
قلم سے ہے گلہ حرف غلط کو	اسے لکھ کر وہ آگے بڑھ گیا ہے

☆☆☆

حسرت و ارمان نکلے جب کبھی	کچھ سکون دل میسر ہو گیا
گھر کے بچے جب تلک باہر رہے	شور اتنی دیر گھر میں کم رہا

☆☆☆

دیدہ و دل بچھڑ گئے دونوں	خاص تھے جو مرے مشیروں میں
ایک رندوں میں ہو گیا شامل	دوسرا جا ملا فقیروں میں

☆☆☆

چل رہا تھا الگ الگ پہلے اب ہے شرکت میں کاروبار نفس
دل میں ہوتا ہے دوستوں کا حساب اس کا اک دن مرے ہزار برس

☆☆☆

جگہ سب متن میں پر ہو گئی ہے اور اپنے حاشیے بھی بھر چکے ہیں
مگر روداد ابھی رہتی ہے باقی لکھے پر اب دوبارہ لکھ رہے ہیں

☆☆☆

قلم میرا پیمبر کا عصا ہے میں چلتا ہوں سہارا لے کے جس سے
ہے کام اس کا حفاظت بکریوں کی پر ان کو ہانک بھی لیتا ہوں اس سے

☆☆☆

قاعدہ بھی ٹھیک ہے اور ہے عمل بھی سب درست
لیکن آتا ہے جواب اپنا برابر بیش وکم
وہ جو مدت سے کھٹکتا ہے رگ جاں کے قریب
آج اس کانٹے سے اے دل تولتے ہیں تجھ کو ہم

ملانے کی انہیں کوشش بہت کی سرے لیکن نہیں آتے برابر
گھٹا دی ہے کبھی ہم نے بڑی بات کبھی چھوٹی بیاں کی ہے بڑھا کر

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

54-K /2 , Kashmir Road,
P.E.C.H. Society,
Karachi- 29.

۱۲ اپریل ۶۹ء

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ایک خط میں نے آپ کے پچھلے خط کے جواب میں اور آپ کی کتاب ''لفظ و معنیٰ'' کی رسید میں کوئی ایک مہینہ ہوا بھیجا تھا۔ ساتھ ہی ایک دوست آفاقی

صاحب کے کچھ قطعات آپ کے ملاحظہ کے لئے روانہ کئے تھے۔ آپ کے خط سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خط رجسٹری شدہ ہونے کے باوجود آپ کو نہیں ملا۔ یا ممکن ہے بعد میں مل گیا ہو۔

آپ نے جتنے سوالات لکھے ہیں وہ تو دراصل کسی بڑے عالم کے سامنے پیش کئے جانے چاہئیں۔ لیکن چونکہ میں بھی آپ ہی کی طرح ہوں اور میں نے بھی علوم دین حاصل نہیں کئے اور مجھے بھی چند سال پہلے وہی دشواریاں پیش آئیں جو آپ کو پیش آ رہی ہیں' اس لئے اپنے علم کی بنا پر نہیں بلکہ صرف تجربے کی بنا پر چند باتیں عرض کر دوں گا۔ چونکہ چند خاص قسم کی دشواریاں جو انگریزی تعلیم سے پیدا ہوتی ہیں آپ میں اور مجھ میں مشترک ہیں اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ میری معروضات آپ کے لئے کسی مستند عالم کے جواب سے زیادہ مفید ثابت ہوں۔

آپ نے لکھا ہے کہ یہ سوالات ایک اور صاحب نے اٹھائے ہیں' مگر آپ نے یہ نہیں بتایا کہ جواب کسے درکار ہے۔ آپ کو یا انھیں۔ چونکہ میں ان صاحب سے واقف نہیں اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ انھیں کیا جواب دیتا۔ فی الحال یہ فرض کئے لیتا ہوں کہ سوالات بھی آپ کے ہیں اور جواب بھی آپ ہی کو درکار ہے۔ اس لئے گذارش ہے کہ یہ خط کسی کو نہ دکھایئے' اور نہ مندرجات تفصیل کے ساتھ کسی پر ظاہر کیجئے۔ آپ کے مضامین پڑھ کر جو اندازہ ہوا' اسی کے مطابق جواب دے رہا ہوں۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ مندرجات کسی اور کے لئے فائدہ مند نہ ہوں۔ آپ کا خط واپس کرنے کے بجائے آپ کے سوالات یہیں نقل کر دوں گا۔

پہلے تو ایک بات اپنے بارے میں عرض کر دوں۔ دس بارہ سال پہلے تک میں نے کوئی دینی کتاب پڑھی ہی نہیں تھی۔ لیکن فرانس کے ادیبوں نے حضرت ابن عربی کا نام اس طرح لینا شروع کیا کہ بطور فیشن مجھے بھی تجسس ہوا۔ پھر رینے گینوں کی دو ایک کتابیں پڑھ کر اور شوق ہوا۔ چنانچہ ''فصوص الحکم'' اور چند دوسری کتابیں دوسرے حضرات کی پڑھیں۔ یہاں دو باتیں یاد رکھیئے۔ ایک تو گینوں کی ابتدائی کتابوں نے یورپ کے لگائے ہوئے بہت سے ذہنی جالے صاف کر دیئے تھے۔ دوسرے میں اس زمانے میں بیمار ہو گیا۔ وہ بھی اس طرح کہ چل پھر نہیں سکتا تھا۔ مگر ذہن خوب کام کر رہا تھا۔ اسی وقت گینوں کی سات آٹھ اور کتابیں مل گئیں۔ وہ بھی پڑھتا گیا اور ساتھ ہی حضرت مجدد صاحبؒ کے مکتوبات بھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی

اور غلطیوں سے بچایا۔ اس کے بعد ''فتوحات مکیہ'' پڑھنے کا شوق ہوا۔ عربی تو میں جانتا نہیں اور ترجمہ کسی زبان میں مکمل طور سے ہوا نہیں۔ بہر حال چند ابواب کا اردو ترجمہ ملا تو تمہید میں ہی شیخ اکبرؒ نے لکھا تھا کہ قیامت کے دن تم سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ ''فتوحات'' پڑھی تھی یا نہیں۔ وہاں تو یہی پوچھا جائے گا کہ نماز پڑھی تھی یا نہیں۔ یہ پڑھ کر میں نے اسرار و رموز کی فکر چھوڑ دی اور قرآن شریف اور حدیث شریف میں لگ گیا۔ اس کے بعد سے میں نے عموماً ایسی کتابیں پڑھی ہی نہیں۔ جو کتابیں میرے پاس ہیں وہ تبرکاً ہیں۔ یا اس لئے کہ ضرورت پڑے تو ورق گردانی کرلوں۔ اب تو میں بس حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کے ملفوظات یا وعظ پڑھتا ہوں اور انہوں نے اپنی جن کتابوں کو پڑھنے سے منع کیا ہے انہیں بھی ہاتھ نہیں لگاتا۔ تصوف کے اسرار و رموز کا معاملہ بہت خطرناک ہے۔ ایسی کتابیں پڑھنے کے لئے پہلے دینی علوم حاصل کرنے ضروری ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ''فصوص الحکم'' وغیرہ پڑھنے میں دو قسم کے سخت خطرے لاحق ہوتے ہیں۔ پہلے تو جانی' مالی' ذہنی نقصان ہی کا خطرہ ہے۔ اسے ضعیف الاعتقادی پر مبنی نہ سمجھئے۔ میرے سامنے ایک دوست کی مثال موجود ہے۔ انھوں نے ''فصوص الحکم'' پڑھ لی اور احتیاط سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اسے بھی ایسی ہی کتاب سمجھے جیسی اور ہوتی ہیں۔ عقائد کی خرابی سے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا مگر ذہن پر ایسا اثر پڑا کہ دو تین سال تک کسی کام کے نہ رہے۔ بیماری بھی اٹھائی معاشی پریشانی بھی۔ اس واقعے کا ذکر کسی سے نہ کیجئے گا۔ ان معاملات میں ادب کی ضرورت ہے۔ اور اپنی کم استعداد کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ ''فصوص الحکم'' تو بڑی چیز ہے' تصوف کے مضامین پر مشتمل اشعار کا مطلب غلط سمجھنے کا بھی نتیجہ ہولناک ہوتا ہے۔ یہ بھی تجربے کی بات ہے بلکہ Clinical Fact ہے' میرے ایک دوست ہیں ڈاکٹر محمد اجمل' صدر شعبہ نفسیات گورنمنٹ کالج لاہور' مہینہ بھر پہلے انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ وہ ایک کتاب اس موضوع پر لکھنا چاہتے ہیں کہ عقائد کی خرابی سے نفسیاتی بیماریاں کس طرح پیدا ہوتی ہیں۔ میں نے اصرار کیا کہ وہ ایسی کتاب ضرور لکھیں۔ ابھی پندرہ دن ہوئے لاہور گیا تھا تو انہوں نے بتایا کہ کئی سو صفحے تو Case Histories کے ہی ہو جائیں گے جو انہوں نے اپنے مریضوں سے جمع کئے ہیں۔ مثلاً انہوں نے ایک ہسٹیریا کی مریضہ کا واقعہ سنایا جس نے اقبال

کے اس مصرعے کا غلط مطلب سمجھا تھا:

متاعے دارم و غارت گرے نیست

غرض، خطرے تو ہر کتاب کے پڑھنے میں ہوتے ہیں۔ لیکن تصوف کی کتابیں تو بہت زیادہ خطرناک ہیں۔ اس لئے بعض حضرات نے تو مثنوی مولانا شاہ رومؒ کے پڑھنے پر بھی پابندی لگائی ہے۔ دوسرا خطرہ ہے دینی۔ بلکہ سیدھے الفاظ میں یوں کہیے کہ ایسی کتابوں کا مطلب سمجھنا آسان نہیں کیونکہ اسالیب بیان دوسری نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضرت سہروردیؒ نے اپنے مریدوں کو حضرت ابن عربیؒ کی خدمت میں جانے سے روکا تھا کہ زندقہ میں پڑ جاؤ گے۔ اور دوسری طرف ان کی وفات پر فرمایا تھا کہ آج اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی زمین سے اٹھ گئی۔ اس خطرے کی مثال سنئے۔ مولانا تھانویؒ کے ملفوظات میں کہیں دیکھا ہے کہ ایک بڑے عالم تھے جن کا نام شاید مولوی محمد حسن امروہوی تھا یا کچھ اور۔ انہوں نے شیخ اکبرؒ کی کتابوں پر بڑی محنت کی۔ لیکن کسی مرشد کی نگرانی قبول نہیں کی۔ چنانچہ ہضم نہیں کر سکے اور ایک کتاب لکھ دی جو غلطیوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ کتاب پڑھی مرزائے قادیان نے۔ اور جو نتیجہ ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔

پھر بہت سے لوگ جان بوجھ کر شیخ اکبرؒ کی کتابوں میں تحریف کرتے ہیں۔ یا غلط مطلب بیان کرتے ہیں۔ حضرت شیخؒ پر جو اعتراضات وارد ہوئے ہیں ان میں سے بیشتر دراصل ایسی ہی تحریفات کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ اسکی مثال بھی میرے سامنے ہے۔ ''فتوحات مکیہ'' کی مجھے تلاش ہوئی تو پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ ۱۹۰۵ء کے قریب کانپور سے اردو میں مکمل ترجمہ شائع ہوا تھا مگر وہ اتنا خراب تھا کہ بالکل غائب ہوگیا۔ پھر مجھے چند ابواب کا ترجمہ ملا جو ۱۹۱۲ء کے قریب ماہنامے کی شکل میں پنجاب کے ایک گاؤں سے کسی مولوی فضل خاں کی طرف سے شائع ہو رہا تھا۔ مجھے اتنا شوق ہوا کہ میں نے ایک اخبار کے رپورٹر کو اس گاؤں بھجوایا۔ مگر ان مولوی صاحب کا کوئی نشان نہ ملا۔ اس رسالے میں مترجم صاحب کی کتاب ''اسرار شریعت'' کا بھی اشتہار تھا۔ اتفاق سے یہ کتاب ہندوستان سے مل گئی تو پتہ چلا کہ یہ حضرت قادیانی تھے اور خاص اغراض کے ماتحت ''فتوحات'' کا ترجمہ کر رہے تھے۔ (یہاں یہ عرض کردوں کہ آپ کا خط آنے پر میں نے اچھی طرح تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جیلانی کامران

صاحب بھی قادیانی ہیں۔ میں ان سے واقف نہیں، نہ میں نے ان کے مضامین پڑھے ہیں۔ خدا جانے ان کی نیت کیا ہے۔ بہر حال اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی تو جانتے نہیں، نکلسن کے ترجموں اور تحریروں پر گزارہ کرتے ہیں۔)

تو شیخ اکبرؒ کی کتابیں پڑھنے میں اتنے خطرات ہیں جن سے آگاہ کرنا ضروری معلوم ہوا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ایک دم سے یہ کتابیں نہ پڑھیں۔ پہلے کچھ تیاری کر لیں اور اگر پڑھیں بھی تو سرسری نظر سے۔ کسی مسئلے پر زیادہ غور نہ کریں۔ ایسے مسائل بعد میں صاف ہو جائیں گے۔

تیاری کیسے ہو؟ یہ بھی عرض کرتا ہوں، بلکہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ شیخ اکبر کی کتابیں سمجھنے کے لئے ہم جیسے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ پہلے تو یورپ کے تعصبات سے چھٹکارا پائیں۔ اس کا صرف یہی ذریعہ ہے کہ Rene Guenon کی دو چار کتابیں پڑھی جائیں۔ نام تو پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ پھر دہراتا ہوں۔ امید ہے کہ لکھنؤ یونیورسٹی کی لائبریری میں یہ کتابیں موجود ہونگی:

(1) Crisis of the Modern World

(2) East and West

(3) Introduction to the Study of Hindu Doctrines

یہ تو الف بے تے ہوئی۔ اس کے بعد اگر ویدانت اور شنکر آچاریہ وغیرہ کو سمجھنا چاہیں تو ان کی یہ کتاب دیکھ لیجئے:

(4) Man and his Becoming According to Vedanta

اس کے علاوہ ایک انگریزی ترجمہ لاہور سے شائع ہوا ہے:

Introduction to the Sufi Doctrine

یہ کتاب سوئٹزرلینڈ کے مسلمان مصنف Titus Burckhardt کی ہے جنھوں نے فصوص الحکم کا ترجمہ فرانسیسی میں کیا ہے۔ ابھی میں لاہور گیا تھا تو ارادہ تھا کہ یہ کتاب لے کر آپ کو بھیج دوں لیکن اس وقت دکان میں کتاب نہ مل سکی۔ ایک صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ ڈھونڈ کر مجھے بھیج دینگے۔ انشاءاللہ آپ کو کتاب مل جائے گی۔

تصوف کے مسائل خصوصاً شیخ اکبرؒ کے علوم پر انگریزی میں ایک اور کام کی کتاب ہے جو انگریز مسلمان Martin Lings نے لکھی ہے۔ یہ الجیریا کے شیخ علویؒ کی سوانح عمری ہے جس میں ان کی تصنیفات کے اقتباس بھی شامل ہیں۔ کتاب کا نام ہے

A Muslim Saint of the Twentieth Century

پھر سوئٹزرلینڈ کے مسلمان مصنف Frithjof Schuon کی پانچ چھ کتابیں انگریزی میں ملتی ہیں۔ البتہ ان کتابوں میں جو حصہ اسلام کے بارے میں ہے اسے احتیاط سے پڑھنے کی ضرورت ہے کیونکہ انہیں ذرا عبارت آرائی کا شوق ہے۔

حضرت ابن عربی کے بارے میں انگریزی میں کوئی قابل اعتبار کتاب موجود نہیں۔ مصر کے ڈاکٹر عفیفی کی کتاب انتہائی غلط اور طفلانہ ہے۔ سنا ہے کہ وہ خود بھی اس پر نادم ہیں۔ کچھ ترجمے شاید Nicholson نے کئے ہیں۔ میں نے تو دیکھے نہیں۔ ایران کے ڈاکٹر حسین نصر Hossein Nasr کی ایک کتاب کچھ بہتر ہے

Three Muslim Sages

مگر یہ غیر متوازن کتاب ہے۔ انہوں نے ابن سینا، شہاب الدین سہروردی مقتول اور شیخ اکبرؒ کو ایک درجے میں رکھ دیا ہے۔ بہرحال اور کتابوں سے غنیمت ہے۔ پھر شاید Wisdom of the East series میں ایک چھوٹی سی کتاب Rom Landan کی ہے۔ یہ سیاح قسم کا آدمی ہے۔ کتاب بھی سرسری اور سطحی ہے لیکن اتنی غلط نہیں جتنی عفیفی کی کتاب ہے۔ ''فصوص الحکم'' کا ترجمہ انگریزی میں کبھی نہ پڑھئے گا وقت ضائع ہوگا۔ ''فتوحات'' کا ترجمہ انگریزی میں نہیں ہوا ہے اور نہ کسی اور زبان میں۔ میرے بزرگ Michel Valsan پچھلے بیس سال سے فرانسیسی میں ترجمہ کر رہے ہیں مگر کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا۔

فرانسیسی میں ایک کتاب ہے جس کا شاید اب انگریزی میں بھی ترجمہ ہو گیا ہو۔ پیرس یونیورسٹی کے صدر شعبہ اسلامیات Henri Corbin کی۔ نام کا ترجمہ یہ ہے:

Ibne Arabi and the Creative Imagination

یہ بالکل گمراہ کن کتاب ہے۔ میں نے دو تین فقرے اس کتاب کے بارے میں لکھ

دیئے تھے جس پر انھوں نے ایک رسالے میں تین صفحے کی گالیاں مجھے دیں۔

اردو میں ''فصوص الحکم'' کے غالباً پانچ ترجمے ہوئے ہیں جن میں سے چار میں نے دیکھے ہیں۔ ایک تو فرنگی محل کے مولانا برکت اللہ نے کیا تھا اور تمہید بھی خاصی طویل لکھی تھی۔ مگر ان کی اردو اتنی زیادہ عربیت زدہ ہے کہ مطلب سمجھنا مشکل ہے۔ اس لئے اس ترجمے کا عدم اور وجود برابر ہے۔ یہی ترجمہ مدراس سے بھی کسی نے اپنے نام سے شائع کر دیا تھا۔ ممکن ہے کہیں کہیں ردّ و بدل بھی کیا ہو۔ تیسرا ترجمہ حیدر آباد کے مولوی محمد مبارک العلی کا لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ عربی متن بھی ہے اور بین السطور اردو ترجمہ ہے۔ ساتھ ہی ڈھائی سو صفحے کا دیباچہ ہے جو بہت ہی کار آمد ہے۔ چوتھا ترجمہ جو ہم جیسے لوگوں کے لئے سب سے مفید ہے مولانا عبدالقدیر صدیقی صاحب کا ہے جو جامعہ عثمانیہ نے شائع کیا ہے۔ یہ لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ جہاں عبارت مخدوش تھی وہاں اصل مفہوم لکھ دیا ہے اور جگہ جگہ تشریحی نوٹ بھی دیئے ہیں۔ کتاب کو صحیح طور سے سمجھنے کے لئے یہ ترجمہ بہت کام دیتا ہے۔ اگر آپ کتاب کو پڑھنا ہی چاہیں تو یہی ترجمہ پڑھئے گا۔

''فتوحات'' کا کوئی ترجمہ اردو میں موجود نہیں۔ حضرت شیخؒ کے بعض رسائل کا ترجمہ لاہور سے شائع ہوا تھا مگر فن سیاست پر ایک رسالہ حضرت سے منسوب کر دیا گیا ہے جو دراصل کسی عیسائی کا لکھا ہوا ہے اور اسے حضرت شیخؒ کے نام سے نسبت دینا شرارت ہے۔ پھر ایک رسالہ ہے ''آداب الشیخ والمرید'' اسے حضرت تھانویؒ نے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے اردو میں ترجمہ کرایا تھا۔ عام طور سے ملتا ہے۔

حضرت مجدد صاحبؒ نے شیخ اکبرؒ پر جو اعتراضات کئے تھے ان کے جواب تو خود مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دیئے ہیں۔ دو رسالے ہیں۔۔ ''التنبیہ الطربی'' اور ''فصوص الحکم''۔ جہاں تک مجھے یاد ہے رسالوں کے یہی نام ہیں۔ حضرت نے اعتراضات کی فہرست بھی بنا دی ہے اور ان کا جواب بھی دے دیا ہے۔ چونکہ اس سے بہتر خلاصہ ان اعتراضات کا میں نہیں کر سکتا اس لئے یہ دونوں رسالے ہی ملاحظہ فرمالیجئے۔

حضرت ابن عربیؒ کے علوم سے واقفیت حاصل کرنے کی ابتدائی شرط تو میں نے آپ کو لکھ ہی دی کہ ریئے گینوں کی کتابیں پڑھئے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ کے

ملفوظات خصوصاً ''حسن العزیز'' کی آٹھ نو جلدیں اور ''الافاضات الیومیہ'' کی جلدیں پڑھتے رہئے۔

یہ کتابیں تو قصہ کہانی کی طرح دلچسپ ہیں۔ اس میں جگہ جگہ شیخ اکبرؒ کے بارے میں تصریحات آئی ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خطوط ہیں جو ''مکتوبات شیخ الاسلام'' کے عنوان سے چار جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ ان میں بھی شیخ اکبرؒ کے بعض مسائل کی تشریح ملے گی۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے آپ کا ذہن صاف ہو جائے گا۔ اور پھر اگر شیخ اکبرؒ کی کتابیں براہ راست پڑھنے کا اتفاق ہوگا تو ان شاء اللہ کوئی ایسی غلط فہمی پیدا نہیں ہوگی جو صاف نہ ہو سکے۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ تصوف صرف وحدت الوجود کے مسئلے تک محدود نہیں، اس میں تو ہزاروں اور بھی مسائل ہیں۔

عموماً یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ تصوف شریعت سے الگ کوئی چیز ہے۔ اسے دور کرنے کے لئے مولانا تھانوی نے ایک تو ''مسائل السلوک'' رسالہ لکھا ہے۔ الگ بھی چھپا تھا مگر اب نہیں ملتا۔ مگر اب حضرت کی تفسیر ''بیان القرآن'' کے حاشیے پر اصل عربی متن بھی ہے اور اردو ترجمہ بھی۔ اس میں تصوف کے مسائل کا استنباط قرآن شریف کی آیتوں سے کیا گیا ہے۔ دوسرا رسالہ ''التشرف'' ہے جس میں حدیثوں سے استنباط کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ دو ایک سال ہوئے حیدرآباد دکن سے دوبارہ شائع ہوگیا ہے۔

تصوف کے بارے میں مختصر ترین اور جامع ترین کتاب مولانا تھانویؒ کی ''تعلیم الدین'' ہے۔ ظاہر میں تو مبتدیوں کے لئے لکھی گئی ہے لیکن در حقیقت سینکڑوں کتابوں کا نچوڑ ہے۔ ہر وقت ساتھ رکھنے کے لائق کتاب ہے۔ میں تو اس کتاب کو اتنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ابھی میرے بھائی کی شادی ہوئی ہے تو میں نے دلہن کو تحفے میں یہی کتاب دی ہے۔

آپ نے برگساں کے متعلق بھی کچھ پوچھا ہے۔ تو تمام مغربی فلسفوں کے بارے میں اور برگساں کے بارے میں بھی رینے گینوں کی کتابوں میں آپ کو بہت کچھ ملے گا۔ علاوہ ازیں برگساں کے فلسفے کا اچھا تجزیہ آپ کو Jaques Maritain کی کتاب ''Ransoming the Time'' میں ملے گا۔ امید ہے کہ کتاب کا نام یہی ہوگا۔ کہیں دبی پڑی ہے اس لئے دیکھ نہیں سکتا۔ لیکن مغربی فلسفوں کی حقیقت سمجھنے کے لئے آپ

Maritain کی کتاب Three Reformers ضرور پڑھ لیجئے۔ اب تو یہ کتاب ملتی نہیں۔ شاید لکھنؤ یونیورسٹی لائبریری سے دستیاب ہو جائے۔ میں تو کہتا ہوں کہ جو لوگ انگریزی ادب میں ایم اے کرنا چاہیں انھیں سب سے پہلے یہ کتاب پڑھوائی جائے۔

اقبال نے شیخ اکبرؒ سے کچھ سیکھا ہے یا نہیں، اس موضوع پر ایک تفصیلی مضمون کوئی دس بارہ سال ہوئے علی گڑھ میگزین میں نکلا تھا جو بہت کار آمد ہے۔ مصنف ہیں سید حسن مثنیٰ انور صاحب۔ انہوں نے غالباً علی گڑھ سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔ علم الکلام کے موضوع پر سنا ہے کہ وہ کچھو چھہ شریف ضلع فیض آباد کی درگاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ دو ایک خط انہوں نے مجھے بھی لکھے تھے مگر سات آٹھ سال سے پتہ نہیں کہاں ہیں۔ ان کا سراغ مل سکے تو میرا سلام بھی پہنچایئے گا۔

آپ کے بہت سے سوالوں کے جواب تو ہو گئے۔ بہر حال آپ کے سوال نقل کرتا ہوں اور اپنی بساط کے مطابق جواب بھی عرض کرتا ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا تھانویؒ کے مرید ہیں اور تایا صاحب خلیفہ (غالباً حضرت شاہ وصی اللہ صاحب؟)۔ تو یہ موضوع تو آپ کے گھر کا ہے۔ دراصل مجھے آپ سے استفادہ کرنا چاہئے تھا۔ بہر حال جو خدمت مجھ سے ہو سکے اس کے لئے حاضر ہوں۔

۱۔ ''حضرت شیخ اکبرؒ کے تصورات سے بہت سے عالموں اور صوفیا کو اختلاف رہا ہے اور خاص کر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے حضرت شیخ پر سخت تنقید کی ہے۔ اس کی کیا اصلیت ہے؟''

پہلے الزامی جواب سنیئے۔ جن لوگوں نے حضرت امام ابو حنیفہؒ پر اعتراضات کئے ہیں ان کی تعداد شیخ اکبرؒ پر اعتراض کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔ تو پھر انھیں امام اعظم کیوں مانا جاتا ہے؟ محض اعتراضات کا وقوع تو کسی کو ثقاہت سے خارج نہیں کرتا۔ پھر جو لوگ حضرت مجدد صاحبؒ کو اس معاملے میں سند مانتے ہیں وہ ان کے اس فتوے پر عمل کیوں نہیں کرتے کہ التحیات پڑھتے ہوئے انگلی نہیں اٹھانی چاہئے؟ دراصل دونوں جگہ بات مشترک ہے۔ مجددیہ سلسلے کے اتنے بڑے بزرگ حضرت مظہر جان جاناںؒ نے اس فتوے کو بدلا ہے اور وجہ بتائی ہے کہ مجدد صاحبؒ کے زمانے میں حدیث کی کافی کتابیں ہندوستان نہیں آئی تھیں اور حضرت کی نظر سے نہیں گزری تھیں۔ دوسری طرف مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ شیخ اکبرؒ کی بعض تصانیف

مجدد صاحبؒ" کی نظر سے نہیں گزری تھیں اس لئے شبہات پیدا ہوئے۔

شیخ اکبرؒ پر ہر زمانے میں جتنے اعتراض وارد ہوئے ہیں ان میں سے بیشتر اسی بات پر مبنی ہیں کہ معترض نے حضرت کی بعض کتابیں نہیں پڑھی تھیں یا اسلوب بیان سے غلط فہمی ہوئی یا تحریف شدہ کتاب کو اصل کتاب سمجھ لیا۔ زیادہ شدید اعتراضات ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ کی طرف سے وارد ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ابن قیمؒ کی آخری کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے اقوال سے توبہ کرلی تھی۔ اور ابن قیمؒ کے بیان کے مطابق ابن تیمیہؒ نے بھی آخر میں توبہ کرلی تھی۔ اگر توبہ نہ بھی کی ہو تو بھی ان کے اعتراضات کا جواب بخوبی دیا جاچکا ہے۔ خصوصاً دیوبند کے اکابر کا فیصلہ شیخ اکبرؒ کے حق میں ہے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے ابن تیمیہؒ نے شیخ اکبرؒ کی تکفیر کی ہے۔ خیر میں ابن تیمیہؒ کی تکفیر نہیں کرتا۔ اس سے زیادہ سخت الفاظ مولانا مدنیؒ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ "الافاضات الیومیہ" کے حصہ نہم جزو ثانی ملفوظ ۱۷۹ میں مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں "ابن تیمیہؒ اور ابن قیم بھی بزرگ ہیں۔ لیکن ان کے مزاج میں سختی ہے۔ تعبیر میں سخت عنوان اختیار کرتے ہیں ...... کامل اور محقق شخص وہ ہے جو جامع ہو ادب اور علم کا۔ دونوں کی رعایت رکھتا ہو۔ ہمارے حضرات سبحان اللہ دونوں کے جامع ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ وہ ابن تیمیہؒ کے بھی معتقد اور حسین ابن منصور کے بھی معتقد ...... ابن منصور کو بھی قدس اللہ سرہٗ کہیں اور ابن تیمیہ کو بھی قدس اللہ سرہٗ کہیں۔ حالانکہ ان میں اتنا اختلاف ہے کہ اگر دونوں کا آمنا سامنا ہو جائے تو شاید لڑائی ہو جائے ...... میں شیخ اکبرؒ کا معتقد ہوں۔ ان کی حمایت بھی میں نے بہت کی ہے لیکن جس کو کشش کہتے ہیں وہ نہیں۔ پھر بھی میں نے جو حمایت کی تو اس واسطے کہ کوئی وجہ شرعی نہیں ان سے بدگمانی کی۔"

یہ بھی یاد رکھئے کہ مولانا تھانویؒ نے شیخ اکبرؒ کے رسالے "آداب الشیخ والمرید" کا جو ترجمہ کرایا تھا اسے پڑھنا ہر اس شخص کے لئے ضروری قرار دیا تھا جو مرید ہونے آئے۔ آخری بات یہ ہے کہ چند سال ہوئے جب دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ جشن ہوا تھا تو مہتمم صاحب مولانا محمد طیب صاحب سے فرمائش کی گئی تھی کہ دیوبندی مسلک کی تصریح کریں۔ چنانچہ انھوں نے اس موقع پر جو رسالہ لکھا ہے اس میں صاف کہا ہے کہ دیوبندی مسلک شیخ اکبرؒ

اور ابن تیمیہؒ دونوں کے مسلکوں کا جامع ہے۔ یہ تو گویا دارالعلوم دیوبند کا ''سرکاری بیان'' ہو گیا۔

رہا حضرت مجدد صاحبؒ کے اعتراضات کا معاملہ تو میں عرض کر چکا ہوں کہ ان کی نظر سے بعض تصنیفات نہیں گزری تھیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی تو یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مجدد صاحبؒ نے اپنے خطوں میں شیخ کی کتنی تعریف کی ہے اور کتنی بار یہ اعتراف کیا ہے کہ ان سے کتنے علوم حاصل ہیں۔ شیخ اکبرؒ کے بارے میں فرماتے ہیں ''ایک وہی تو ہیں جن سے کبھی صلح ہے کبھی جنگ۔'' اسی جملے سے محبت کا اندازہ کر لیجئے۔ مولانا تھانویؒ تو اعتراضات کا جواب دینے کے باوجود فرماتے ہیں کہ مجھے کشش نہیں ہوتی اور جو اعتراض کرنے والے ہیں وہ اپنی محبت کا اظہار یوں کر رہے ہیں۔ اگر مجدد صاحبؒ واقعی شیخ اکبرؒ کے خلاف ہوتے تو مجددیہ سلسلے کے سارے بزرگ ان سے یوں عقیدت نہ رکھتے۔ پھر اعتراض کرتے ہوئے بھی مجدد صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ وحدت الوجود تو ایک حال ہے جس سے شیخ اکبرؒ بہت آگے نکل گئے تھے۔

غرض جو لوگ شیخ اکبرؒ کی مخالفت میں مجدد صاحبؒ کا نام لیتے ہیں وہ اپنی کج فہمی برقرار رکھنے کا ایک بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔

مجدد صاحب کے جو اعتراضات تھے ان کی فہرست مولانا تھانویؒ کے مذکورہ بالا رسالوں میں دیکھ لیجئے۔ شیخ اکبرؒ کی تصانیف، تراجم اور شروح کے بارے میں اوپر لکھ چکا ہوں اس لئے آپ کے پہلے سوال کا جواب ختم ہوا۔

۲۔ انہیں صاحب کا کہنا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے شیخ اکبرؒ اور حضرت مجدد صاحبؒ کے تصورات کو ملا کر ایک Compromise خلق کیا جس میں دونوں صاحبان کے تصورات کو work in کر کے ایک تیسرا تصور پیدا کیا گیا تھا۔ اس کی کیا اصلیت ہے، اور شاہ صاحب کے افکار پر کون سی کتاب مناسب ہوگی۔

یہاں پہلے اک اصولی بات سمجھ لیجئے۔ یورپ والوں کے یہاں ''تصورات'' اور ''افکار'' کے معنی ہیں کسی شخص کی انفرادی رائے۔ ایسی چیز ہی ہمارے یہاں باطل سمجھی جاتی ہے۔ اگر ان حضرات نے صرف انفرادی رائے کا اظہار کیا ہوتا تو ہم انھیں بھول بھی چکے ہوتے۔ ہمارے یہاں نہ تو کوئی تیسری چیز ہے نہ دوسری۔ بس ایک ہی چیز ہے، شریعت۔ جو چیز شریعت کے

مطابق ہو وہ حق ہے، جو خلاف ہو وہ باطل ہے۔ ان تینوں بزرگوں نے بھی اسی اصول کے ماتحت عمل کیا ہے۔ البتہ تینوں حضرات کے یہاں بعض علوم کشفی ہیں جن کا نہ تو قبول ضروری ہے نہ انکار۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے کوئی تیسری چیز پیدا نہیں کی بلکہ صرف اتنا بتایا کہ وحدت وجود اور وحدت شہود میں محض لفظی اختلاف ہے، اصل میں دونوں ایک ہیں۔ اس طرح انہوں نے دونوں کی تطبیق کر دی ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے ''افکار'' (؟ !) پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جو سب کی سب غلط ہیں۔ ان سے دور رہئے۔ ان کی تصانیف کے جو ترجمے ہوئے ہیں وہ بھی عموماً ناقابل اعتبار ہیں۔ مثلاً ''فیوض الحرمین'' کے پانچ ترجمے میرے پاس ہیں لیکن ایک پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ایک مترجم صاحب نے تو دیباچے میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ تصوف اس زمانے کے لوگوں کی کمزوری تھی، شاہ صاحبؒ بھی اس سے دامن نہ بچا سکے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ حضرت شاہ صاحب کے علوم از حد مشکل ہیں۔ میں نے ان کی کتابوں کی ورق گردانی کی ہے مگر غور کبھی نہیں کیا۔ اور نہ ہم جیسے لوگوں کو غور کرنا چاہئے۔ ''حجۃ اللہ البالغہ'' نسبتاً آسان ہے مگر معلوم ہوا کہ بعض ایڈیشن ایسے بھی ہیں جن میں غیر مقلد حضرات نے عبارتیں ہی کاٹ دی ہیں۔ حضرت اسمٰعیل شہیدؒ نے ان علوم کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا تھا مگر صرف تمہید لکھی جا سکی ہے، ''طبقات'' جس کا اردو ترجمہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے کیا ہے۔ البتہ حضرت شہیدؒ کی کتاب ''صراط مستقیم'' بہت اچھی ہے اور آسانی سے اردو ترجمہ بھی ملتا ہے بشرطیکہ صحیح ناشر کا چھاپا ہوا مل جائے۔ مولانا مدنیؒ تو اس کتاب کو پڑھنے کی بہت تاکید کرتے تھے۔

۳۔ شیخ اکبرؒ اور دوسرے اصحاب پر انگریزی میں کون سی کتاب ہے؟ اس کا جواب اوپر عرض کر دیا گیا ہے۔

۴۔ ''آپ کے خیال میں غالب حضرت شیخ اکبرؒ سے کس درجہ متاثر تھے؟ کیا آپ جیلانی کامران صاحب کی طرح غالب کے کلام کو فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ میں بیان کردہ مسائل کی روشنی میں پڑھنا پسند کریں گے؟''

اگر مقصود صرف غالب کے کلام کو سمجھنا ہو تو اتنی مشکل، دقیق اور ضخیم کتابیں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو وہی مثل ہوگی کہ کھودا پہاڑ نکلی چوہیا۔ غالب کے سلسلے میں تو تصوف کی

ابتدائی کتابیں بھی کافی ہوں گی۔ برا نہ مانئے گا۔ آپ سے بے تکلفی ہے اس لئے بدتمیزی کے ساتھ عرض کئے دیتا ہوں۔ ہمارے ادب نواز حضرات غالب کا کلام اس مفروضے کے ساتھ پڑھتے ہیں (جسے حالی نے قائم کیا ہے) کہ غالب کا شعر ہے تو ضرور اچھا ہوگا' اور اس میں معنی بھی ہوں گے اور معنی بھی نازک اور دقیق ہوں گے۔ اگر واقعی خالی الذہن ہو کر غالب کا کلام پڑھا جائے تو حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی۔ غالب کی پہلی غلطی تو یہی ہے کہ وہ وحدت الوجود کو ہی سارا تصوف سمجھتے ہیں اور اس میں بھی محض سامنے کے مسائل لیتے ہیں۔ پھر تصوف کا مضمون بھی وہ اکثر ایسا چنتے ہیں جسے سن کر لوگوں کو ہنسی آئے۔ غالب نے حضرت علیؓ کی منقبت میں جو قصیدہ لکھا ہے صرف اسی سے پتہ چل جاتا ہے کہ انہوں نے شیخ اکبر کی تعلیمات پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ گریز کے اشعار میں دیکھ لیجئے۔ تشبیب لکھنے کے بعد ان کی سمجھ ہی میں نہیں آیا کہ کدھر جاؤں۔ میدان ہی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہی ایک مثال بتا سکتی ہے کہ غالب کے کلام میں کتنا اور کیسا تصوف ہوگا۔ ان سے دس گنا تصوف آتش کے یہاں ہے۔

۵ حضرت شیخ اکبرؒ ' افلاطونی فکر اور شنکر آچاریہ کے نظریات میں کیا رشتہ ہے؟ اقبال ان تینوں میں سے کس سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے؟

یہاں بھی پہلے اصولی بات دیکھئے۔ کہا گیا ہے کہ التوحید واحد' یعنی توحید جہاں کہیں بھی صحیح طور سے بیان کی جائے گی وہ ایک ہی جیسی ہوگی۔ چنانچہ شنکراچاریہ کی جو عبارتیں میری نظر سے گذری ہیں ان میں سے بہت سی حضرت شیخ کے بیانات سے مطابقت رکھتی ہیں۔ افلاطون کے یہاں مابعد الطبیعات کا عنصر بہت کم ہے۔ البتہ نو افلاطیعیوں کے یہاں زیادہ ہے۔ آپ رینے گینوں کی کتابیں پڑھیں گے تو وضاحت ہو جائے گی۔ ویسے ہمارے یہاں فلسفہ تو افلاطیعیوں کی طرف سے آیا اور صوفیائے کرام نے عربی فلسفیوں کی اصطلاحوں کی بنیاد پر ایک نئی عمارت تعمیر کی۔ حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ وحدت وجود علم کلام کا مسئلہ ہے تصوف کا نہیں۔ اسی سے رشتہ واضح ہو جاتا ہے۔ رہا اقبال کا معاملہ تو وہ حسن مثنیٰ انور صاحب کا مضمون پڑھنے سے واضح ہو جائے گا۔ شنکر آچاریہ پر غور کرنا ہو تو حضرت مظہر جانجاناںؒ کا خط پڑھ لیجئے جو انہوں نے ویدانت کے بارے میں لکھا ہے۔ اسی قسم کا ایک خط حضرت مجدد حضرتؒ کا بھی ہے۔ دونوں نے یہ بات کہی ہے کہ ویدانت کے بعض مسائل اسلام سے

مطابقت رکھتے ہیں۔

۷ : شیخ اکبرؒ اور برگساں کے نظریات کائنات و وقت میں کوئی رشتہ ہے کہ نہیں؟ علاوہ
بریں جدید وجودی فکر شیخ اکبرؒ "زین بدھ مت" اور شنکر آچاریہ سے کس درجہ متاثر ہے؟"

برگساں کے نظریات تو سراسر کفر ہیں۔ وہ تو گمراہوں کا بادشاہ ہے۔ تصریحات گینوں کی کتابوں میں دیکھئے۔ بلکہ Maritain کی کتاب میں بھی۔ "وجودی فکر" سے اگر آپ کی مراد Existentialism ہے تو وہ ضلالت کی ایک اور اگلی منزل ہے۔ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ اسے فلسفہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ زین بدھ مت اور شنکر آچاریہ کیا کہتے ہیں ان سب باتوں کو سمجھنے کے لئے Coomaraswami کی چھوٹی سی کتاب Hinduism and Buddhism پڑھ لیجئے۔ ان موضوعات پر کمار اسوامی ہی واحد شخص ہیں جنھوں نے کسی مغربی زبان میں مستند کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی بھی وہ کتابیں زیادہ قابل اعتبار ہیں جو انہوں نے رینے گینوں کے زیر اثر آنے کے بعد لکھی ہیں۔ ان کی سب سے مقبول کتاب The Dance of Shiva غلطیوں سے بھری ہوئی ہے کیونکہ اس دور سے پہلے لکھی گئی تھی۔

بیدلؒ کے اوپر روشنی ڈالنا اپنے بس کی بات نہیں۔ پہلے کلیات بیدل کا جو نسخہ مجھے ملا تھا اسے پڑھنا ہی ممکن نہ تھا۔ اب کابل کی چھپی ہوئی تین جلدیں تین مہینے ہوئے ملی ہیں تو وقت نہیں ملا۔ بحر حال یہ عرض کر دوں کہ ان کی جو غزلیات زیادہ مشہور ہیں وہ غزلوں کے دیوان میں نہیں ہیں بلکہ نثری اور منظوم تصریحات کے ساتھ "نکات بیدل" میں ہیں۔ اس لئے انہیں نثر کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہئے۔ ان کی غزلوں میں تو تصوف کی اتنی باریکیاں ہیں کہ طویل مطالعے کی ضرورت ہے۔ دو غزلیں تو میں نے بھی حاصل کی ہیں۔ مگر خط پہلے ہی کافی لمبا چوڑا ہو گیا۔ میری تمنا ہے کہ میں ان کی نثر کے کچھ حصے فرانسیسی میں منتقل کر دوں یا کسی اور سے ترجمہ کراؤں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ توفیق عطا فرمائے۔

ہمارے سلسلے کے علماء اور صوفیا سے یورپ کے مسلمان بھی واقف نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس سلسلے میں اس نے تھوڑی سی خدمت مجھ سے لی۔ میں نے ان موضوعات پر کوئی دو سو ڈھائی سو صفحے خطوں کی شکل میں فرانس لکھ کر بھیج رکھے ہیں۔ فروری میں کچھ اقتباسات شائع ہوئے ہیں، اپریل میں کچھ اور شائع ہوں گے۔ Michel Valsan جیسے عالم ہمارے

علماء و صوفیا کی بالغ نظری اور وسعت نظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اصل کام تو پڑھنے لکھنے کا بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ جیسے ذہین نوجوانوں کو یہ ہمت عطا فرمائیں۔ آمین۔

آخر میں ایک پتہ آپ کو دیے دیتا ہوں یہ آپ کے کام آئے گا:

مولانا شاہ مصطفیٰ حیدر قلندر صاحب، تکیہ شریف کاظمیہ۔ کاکوری۔ ضلع لکھنؤ

یہ درگاہ اور یہ خاندان اٹھارویں صدی سے حضرت ابن عربیؒ کے علوم کی خدمت کر رہا ہے۔ ان علوم کے بارے میں اردو زبان میں جو اچھی کتابیں ہیں وہ یہیں سے شائع ہوئی ہیں۔ درگاہ کے حضرات کا طریقہ بعض امور میں حضرت مولانا تھانویؒ کے طریقے سے مختلف ہے۔ بہر حال بزرگوں کے اختلاف ہیں، وہ جانیں۔ اللہ کا نام لینے والے حضرات ہیں۔ ہمیں تو ادب ہی کرنا چاہئے۔ شاہ مصطفیٰ حیدر صاحب آجکل سجادہ نشین ہیں۔ اگر آپ کو تجسس ہو تو انھیں خط لکھ کر ضروری کتابیں حاصل کر لیجئے۔ پرانی چھپی ہوئی ہیں۔ بعض کی چند جلدیں رہ گئی ہیں اور بعض کی ایک بھی نہیں۔ قیمت بھی واجبی ہی لیتے ہیں۔ چند کتابوں کے نام لکھتا ہوں:

(۱) الکھف والرقیم (یہ حضرت جیلیؒ کی کتاب کا ترجمہ مع شرح اور تمہید ہے جس میں حضرت شیخ اکبرؒ کی تعلیمات کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے)

(۲) مطالب رشیدی (اردو ترجمہ۔ یہ تصوف کے بنیادی اصولوں پر اچھی کتاب ہے۔)

(۳) مصباح التعرف (تصوف کی اصطلاحات کی لغت ہے۔)

(۴) مشہد ناز، شرح مثنوی گلشن راز۔

یہ آخری دو کتابیں آج کل نہیں ملتیں۔ بہر حال اگر ان میں سے کوئی بھی کتاب آپ کو مل جائے تو ابھی خود ہی پڑھیے: کسی اور کو نہ دکھایئے کیونکہ آج کل لوگوں میں احتیاط کی کمی ہے۔

میں نے پچھلے خط میں اپنے دوست آفاقی صاحب کے قطعات آپ کو بھیجے تھے۔ اتفاق سے ان کی کتاب ''شب چراغ'' کی ایک کاپی مل گئی وہ آپ کو بھیجوں گا۔ یہ کتاب انھوں نے خود ہی چھپوائی تھی مگر پورا ایڈیشن جل گیا۔ دس بارہ قطعات کے سوا اور کچھ کہیں شائع نہیں ہوا۔ آفاقی صاحب اپنا کلام بس دوستوں کو سنا کر خوش ہو لیتے ہیں۔

میں نے جو اپنے انگریزی ترجمے آپ کو بھیجے تھے آپ نے لکھا تھا کہ آپ ان میں سے ایک ترجمہ اردو میں کرنا چاہتے ہیں۔ کون سے مضمون کا؟

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

والسلام

مکرر عرض ہے کہ اس خط کے مندرجات صرف آپ کے لئے ہیں۔

مخلص

محمد حسن عسکری

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی۔ ۳ مئی ۱۹۶۹ء

برادرم' السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ نے جس زور شور سے میرا شکریہ ادا کیا اس سے آپ کی خوش خلقی اور شرافت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے خوشی ہوئی مگر اس کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ مجھے مسرت صرف اسی بات سے حاصل ہوتی ہے کہ کسی کو ذہن سے کام لیتا ہوا دیکھوں اور یہ مسرت آج کل ذرا کم ملتی ہے۔ آپ نے مجھے عالموں میں کیوں شامل کر دیا؟ میں ابھی اتنا بوڑھا نہیں ہوا کہ اس اعزاز کی طلب ہو۔ نہ میری مصروفیت عالموں جیسی ہے۔ وقت مجھے کم ملتا ہے تو وہ بھی اس لئے کہ دو ایک طالب علم میرے پاس آ بیٹھتے ہیں۔ اپنی بساط بھر ان کی مدد کر دیتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے مجھے حکم دیا تھا کہ مولانا تھانویؒ کی کتاب ''الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ'' کا انگریزی میں ترجمہ کروں اور شرح لکھوں۔ اس کام کے لئے ہر طرح کی کتابوں پر سرسری نظر ڈالنی پڑتی ہے۔ بس یہ ہے میری مصروفیت۔ اس دوران میں آپ کا خط آ جاتا ہے اور مجھے دو چار باتیں وضاحت کے ساتھ بیان کرنی پڑتی ہیں تو ایک طرح کی تفریح ہو جاتی ہے۔ آپ بے تکلف جو چاہیں پوچھیں۔ میں بھی آپ ہی کی طرح مبتدی اور طالب علم ہوں۔ سبق دہرانے میں مجھے بھی مزہ آتا ہے۔

گہرے مسائل سے الجھنے کی آپ میں ہمت نہیں تو آپ فائدے ہی میں رہیں گے۔ یعنی جتنی بات سمجھیں گے وضاحت اور صحت کے ساتھ سمجھیں گے۔ جتنی کتابوں کے نام آپ کو میں نے لکھے ہیں ان میں سے چند ہی میں نے پوری پڑھی ہیں اور جو پڑھی ہیں وہ بھی کافی

آنکھ سے۔ بس اتنا معلوم ہے کہ کون سے مباحث کون سی کتاب میں ہیں تا کہ ضرورت پڑے تو ڈھونڈ لیا جائے۔ جس طرف طبیعت مائل نہ ہوتی ہو اس طرف مائل کرنے کی ضرورت نہیں۔ جدھر طبیعت چلتی ہو ادھر چلنے دیجئے۔ اگر آپ تجسس کی منزل میں ہیں تو اسی میں رہیئے اور میرے لئے بھی دعا کیجئے گا۔ یہ کوئی کم دولت ہے؟ آپ غالب کے اشعار کی جو شرح لکھتے ہیں میں اسے برابر پڑھتا ہوں کیونکہ آپ کا تجزیہ مجھے پسند آتا ہے چاہے نتیجے سے متفق نہ ہوں۔

Burckhardt کی کتاب لاہور سے آ گئی تھی۔ میں نے دو تین دن ہوئے آپ کو روانہ کر دی ہے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب مسائل کی پوری وضاحت کر دے گی۔ میں نے اس کتاب کے پندرہ بیس صفحے پڑھے ہیں۔ فی الجملہ اعتبار کے قابل کتاب ہے۔ کہیں کہیں ذرا الفاظ کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ بہر حال کہیں کوئی الجھن پیدا ہو تو مجھ سے دریافت فرمالیجئے۔ ساتھ ہی کتاب کے صفحے کا نمبر بھی لکھ دیجئے گا تا کہ میں اصل عبارت بھی دیکھ لوں۔

ساتھ ہی میں نے آفاقی صاحب کے قطعات کا مجموعہ بھی بھیج دیا ہے۔ ان میں سے صرف دس بارہ قطعات شائع ہوئے ہیں۔

سلیم احمد کے ترجمے کا جو حصہ میں نے نقل کیا تھا وہ آپ کو ذرا سست معلوم ہوا تو کوئی تعجب نہیں۔ اس شاعری میں قافیوں کی ترتیب اتنی پیچیدہ ہوتی ہے کہ ترجمہ کرنے والا پاگل ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی میں نے تو زیادہ زور مضامین کی صحت پر دیا تھا کیونکہ ہماری دلچسپی کی چیز تو وہی ہے۔ اس سلسلے میں سلیم احمد کو میں نے خاصا پریشان کیا۔ بہر حال ایک نظم کا ترجمہ کر کے آپ کو بھیج رہا ہوں۔ قافیوں وغیرہ کی پابندی کیجئے گا کیونکہ یہ ہیئت اس شاعری سے مخصوص ہے۔ موسیقی کا عنصر بہت اہم ہوتا ہے لیکن وہ میں سمجھ نہیں سکتا۔ صنائع بدائع بھی بہت ہوتے ہیں ان کی تحقیق بھی مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ بہر حال جو مجھ سے ہو سکا حاضر ہے۔

Provence کی شاعری کے بارے میں مشکل یہ ہے کہ مختلف شاعروں کے مجموعے مختلف ملکوں سے شائع ہوئے ہیں' اور ایک جگہ کبھی جمع نہیں ہوئے۔ انتخابات بھی لوگوں نے اپنی پسند سے کئے ہیں۔ جس قسم کی نظمیں ہمیں درکار ہیں ان کے اجزا تو میرے پاس بہت ہیں لیکن پوری نظمیں نہیں ملیں۔ میرے پاس Andre Berry کا انتخاب ہے جو اس زبان کے ماہر ہیں لیکن انہوں نے وہ نظمیں شامل کی ہیں جو ہمارے کام کی نہیں۔

ایزراپاؤنڈ کی نظموں کے مجموعے میں، پھر Translations of Ezra Pound
میں ان نظموں کے متعدد ترجمے موجود ہیں۔ ''Make it New'' میں شاید دو مضامین بھی
اس سلسلے میں شامل ہیں۔ پھر پاؤنڈ نے ایک پوری کتاب The Spirit of Romance
اس موضوع پر لکھی ہے۔ پاؤنڈ کا دعویٰ ہے کہ میں نے تیس سال اس شاعری پر تحقیق کی ہے
لیکن پاؤنڈ کی توجہ صرف Technique پر صرف ہوئی ہے مطالب پر اچھی طرح غور نہیں کیا۔
علاوہ ازیں ''تفلسف'' کے نام سے اسے چڑ ہے اس لئے صحیح مطلب تک پہنچنا اس کے لئے
ناممکن سا ہے۔ ترجمے کے لئے بھی اس نے یہ نظمیں چنی ہیں جن میں فنی خوبیاں بہت ہی نمایاں
ہیں یا طنز ہے یا رندی کا اظہار ہے۔

ایک بات کی ذرا سی تصحیح کر لیجئے۔ میں نے یہ تو لکھا تھا کہ انسانی محبت خدا کی محبت میں
بتدیل ہو سکتی ہے۔ مگر یہ نہیں لکھا کہ ایک دوسری کا بدل ہے۔ انسانی محبت خدا کی محبت کا بدل
کیسے ہو سکتی ہے؟

رالف رسل کی کتاب میں پروونس کی شاعری کا ذکر آ جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔
یوں کہئے کہ یہ بات اب اتنی مشہور ہو گئی ہے کہ رالف رسل تک بھی پہنچ گئی۔ جہاں تک رالف
رسل کا تعلق ہے میرا تو خیال ہے کہ ان حضرت نے Golden Treasury بھی نہیں
پڑھی۔ پچھلے مہینے یہاں اخباروں میں ان کی جو تقریریں چھپی ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔
پروونس پر عربی شاعری کے اثر کا مختصر سا تذکرہ تو آپ کو اپنی ادبی تنقید کی مشہور کتابوں
میں بھی مل سکتا ہے۔ مثلاً

Denis de Rougemont: Passion and Society.

Father D'Arcy The Mind and Heart of Love

مگر اس شاعری کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے علم کیمیا کا مطالعہ ضروری ہے، یعنی وہ فلسفہ
جسے Hermetism کہتے ہیں۔

بہر حال ایک بات تو بدیہی ہے کہ پروونس کے شاعروں نے عربی شاعری کی اصناف
موشح اور زجل کی پیروی کی ہے جو اندلس میں رائج تھیں۔ ان اصناف کو صحیح طور سے سمجھنے کے
لئے میں اس موضوع پر ایک مضمون ''البلاغ'' کے مدیر تقی عثمانی صاحب سے لکھوا رہا ہوں۔ ان

کے پاس ایک پوری کتاب اس موضوع پر ہے۔ اگر آپ کو اس موضوع سے دلچسپی ہو تو پہلے آپ چھاپ لیجئے گا۔ بعد میں ''البلاغ'' میں چھپ جائے گا۔ فرانسیسی مصنفوں نے زجل وغیرہ کے بارے میں جو لکھا ہے وہ میں حاشیے میں بڑھا دوں گا۔

الہ آباد یونیورسٹی میں انگریزی کے ایک استاد تھے دمڑی اوجھا صاحب۔ انھوں نے بھی ایک مضمون ۳۶ء کے قریب اس سلسلے میں لکھا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر عرب اندلس نہ پہنچتے تو یورپ میں رومانی تحریک پیدا نہ ہوتی۔

خیر اب جو میں نظم کا ترجمہ بھیج رہا ہوں اس کا ترجمہ آپ بھی کر کے دیکھئے۔ اس کام میں آپ کا دل لگا تو آئندہ اور بھیج دوں گا۔ نیر مسعود صاحب، رضوی صاحب کے صاحب زادے ہیں تو ضرور قابل اعتبار ہوں گے۔ کیا لکھنؤ یونیورسٹی میں پڑھاتے ہیں؟ آپ نے لکھا ہے کہ وہ فارسی پر اچھی نگاہ رکھتے ہیں۔ اگر میں ان سے کبھی کوئی استفسار کروں تو انھیں تکلیف تو نہ ہوگی؟ میں فارسی تو بس واجبی ہی سی جانتا ہوں۔

پچھلے خط میں آپ نے جیلانی کامران کے مضمون کا ذکر کیا تھا اس لئے میں نے رسالہ منگوا کر پڑھا۔ وہ مضمون تو مطابقات کا مجموعہ ہے۔ اس پر سنجیدگی سے غور کرنا بیکار ہے۔ پھر جن صوفی کیو، ایم نیاز کی انھوں نے تعریف کی ہے وہ بھی قادیانی ہیں۔ اس لئے میرے اندیشے کو اور تقویت پہنچی ہے۔ البتہ اس رسالے میں جو مضمون ہمیں دلچسپ معلوم ہوئے وہ ہیں عبدالغنی کا مضمون غالب اور بیدل پر اور محمد منور کا مضمون غالب اور فارسی شعراء پر۔ ان دونوں حضرات نے موازنے کے لئے جو شعر دیئے ہیں آپ اور نیر مسعود صاحب مل کر ان پر غور کر لیں۔ غالب کے تصوف کا حال بے کم و کاست معلوم ہو جائیگا۔ کسی اور شہادت کی حاجت نہیں رہے گی۔

پچھلی دفعہ میں نے آپ کو لکھا تھا کہ حضرت ابن عربیؒ کی کتابیں پڑھتے ہوئے سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ آپ کو خط لکھ چکا تھا کہ Miguel Asin Palacios کی کتاب Islam and the Divine Comedy میں یہ جملہ نظر پڑا کہ امام شعرانی نے شیخ اکبرؒ کی تکفیر (Denunciation) کی ہے۔ انھوں نے امامؒ کی کتاب ''الیواقیت والجواہر'' کے صفحے کا نمبر بھی دیا تھا۔ میں نے کتاب نکال کر دیکھی تو معاملہ ہی الٹا تھا۔ شیخ اکبرؒ نے لکھا ہے کہ میں نے جہنم میں فلاں فلاں چیزیں دیکھی ہیں۔ یہ عبارت نقل کرنے کے بعد امام شعرانی نے

بتایا ہے کہ علمائے شریعت ایسی بات کہنے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔ پھر خود ہی شیخ کی صفائی پیش کر دی ہے کہ انہوں نے جو لفظ ''عزلت'' (اترا) استعمال کیا ہے اس سے مراد ہے ''اطلعت کشفاً'' (میں نے کشف کے ذریعے اطلاع پائی)۔ غرض یہ ایسا نازک معاملہ ہے۔ جیلانی کامران صاحب تو نہایت بے تکلفی سے چل پڑے اور پیروی بھی کی تو نکلسن کی۔

بیدلؔ کی دو غزلیں جو میں نے ''حل'' کی ہیں اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ لفظوں کا مطلب سمجھ میں آ گیا اور یہ پتہ چل گیا کہ اس میں مضامین کون سے ہیں اور ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لوگ عموماً ان غزلوں کے بارے میں کیا غلطی کرتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی دلچسپ بات نہیں لیکن اگر آپ چاہیں گے تو میں دو چار صفحے لکھ بھی دوں گا۔ اصل میں آج کل مجھے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے ایک صاحب مل گئے ہیں۔ ایک طرح وہ میرے استاد بھی ہیں۔ میں نے انٹر میڈیٹ میرٹھ کالج سے کیا ہے۔ اس زمانے میں کرار حسین صاحب وہاں انگریزی پڑھاتے تھے۔ مغربی یو پی میں انگریزی کے استاد کی حیثیت سے ان کی بڑی شہرت رہی ہے۔ یہاں گورنمنٹ کالج کوئٹہ کے پرنسپل تھے۔ اب ریٹائر ہو کر کراچی آ گئے ہیں۔ مولانا تھانویؒ کی کتاب کا ترجمہ ہم دونوں مل کر ہی کر رہے ہیں اور آج کل اپنی پرانی منطق اور فلسفے سے الجھ رہے ہیں۔ یہ کام ختم ہو جائے تو سوچا یہ ہے کہ بیدلؔ کی کچھ نظم اور نثر کا ترجمہ انگریزی میں کیا جائے۔ اور پھر اپنے ایک کرم فرما احمد کو ورو صاحب سے (جو فرانس میں انگریزی کے پروفیسر ہیں) اس کا ترجمہ فرانسیسی میں کرایا جائے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ یہ خواہش پوری کرا دے۔

شمیم احمد آجکل اپنی ہمشیرہ کے یہاں رہتے ہیں جن کا گھر دس بارہ میل دور ہے۔ اور کبھی کبھی شہر آتے ہیں اس لئے ان سے ملاقات ہوتی ہی نہیں۔ بہر حال میں سلیم احمد سے کہہ دوں گا کہ تبصرے کے متعلق ان سے معلوم کر لیں۔

آپ کی ساری باتوں کا جواب ہو گیا۔ ایک غالب اور تصوف کا مسئلہ رہ گیا۔ صاحب! آپ خطوط وحدانی استعمال کیے بغیر اپنی رائے بے تکلف ظاہر کر دیا کیجئے۔ اگر میری کوئی بات غلط نکلی تو میری بھی اصلاح ہو جائیگی۔ غالب اور آتش کے بارے میں جو کچھ میں نے لکھا تھا اس کی بنیاد ایک تو اسی بات پر ہے کہ آتش کے دیوان کا جائزہ میں نے ابھی مارچ میں ہی ختم کیا ہے۔ دوسری بات وہی ہے جو شاید میں نے پہلے بھی لکھی تھی کہ تصوف وحدت الوجود کے

مسئلے میں بند نہیں۔ یہ تو ہزار مسئلوں میں سے ایک مسئلہ ہے۔ بلکہ صوفیاء تو کہتے ہیں کہ جو آدمی ''توحید'' (بمعنی وحدت الوجود) ''بیان کرتا ہو'' تو اغلب یہی ہے کہ قال ہی قال ہے، حال نہیں۔ اور وحدت الوجود حال زیادہ ہے، قال کم۔ آپ کو معلوم ہے کہ میر کے والد نے انھیں شروع ہی سے تصوف میں لگایا تھا۔ اب ذرا گنیئے تو سہی کہ وحدت الوجود کا بیان ان کے کتنے شعروں میں ہے۔ ان کے یہاں حقیقت سے زیادہ طریقت ہے۔ خود کہتے ہیں:۔

سہل ہے میر کا سمجھنا کیا
اس کی ہر بات اک مقام سے ہے

آپ کو معلوم ہی ہے کہ صوفیاء نے تربیت کی آسانی کی خاطر دس احوال اور دس مقام مقرر کر دیئے ہیں۔ لیجئے بیس مضامین تو تصوف کے یہی ہوئے۔ پھر چار شعروں میں چاہے بظاہر مضمون ایک ہی ہو لیکن اگر وہ شعر چار مختلف مقامات کے متعلق ہیں تو دراصل ان کا مطلب بھی الگ الگ ہوگا۔ مثلاً حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے مصائب کا شکوہ کیا۔ یہاں اشکال ہوتا ہے کہ پھر صبر کہاں رہا؟ شیخ اکبرؒ نے ثابت کیا ہے کہ یہ شکایت صبر کے منافی نہیں۔ حضرت جانجاناںؒ نے فرمایا ہے کہ اس شکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوبؑ مقام صبر سے نکل کر مقام رضا میں پہنچ گئے تھے۔ اب بتایئے یہ بیس مضامین کتنے بن گئے؟ میر نے یہی بتایا ہے کہ شعر کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ معلوم کرو کہ کس مقام سے ہے۔

غالب کے تصوف کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے تھوڑا سا تاریخی پس منظر بھی ذہن میں رکھنا چاہئے۔ آپ کو رامائن (تلسی داس) کا اردو ترجمہ آسانی سے مل جائے گا۔ اس کا وہ حصہ پڑھ لیجئے جہاں رام چندر جی لنکا سے واپس آتے ہوئے ایک پہاڑ پر گرڑ پرندے سے ملے ہیں۔ گرڑ پہلے تو کل یگ کے فتنوں کا نقشہ کھینچتا ہے کہ ویدوں میں جو عبادات بتائی ہیں وہ بے فیض ہو کے رہ جائیں گی۔ پھر کہتا ہے کہ ایک بات میں کل یگ سب زمانوں سے اچھا ہے۔ اس میں ریاضتوں کی ضرورت نہیں۔ بس رام نام لینے سے معرفت حاصل ہو جائے گی۔ اس قسم کی تعلیم سے بہت سے کاہل آدمیوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عبادتیں بیکار ہیں۔ گپ کافی ہے۔ چنانچہ سترھویں صدی سے انیسویں صدی تک بہت سے ہندو سنیاسیوں اور مسلمان فقیروں میں یہ

فیشن جاری رہا کہ خواہ مخواہ ''توحید بیان'' کرتے پھرنے لگے۔ یہ حرکت ہندوؤں کے لحاظ سے بھی غلط ہے اور مسلمانوں کے لحاظ سے بھی۔ اسے روکنے کی کوشش پہلے تو حضرت مجدد صاحبؒ نے فرمائی پھر حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے صاحب زادوں نے، پھر دارالعلوم دیو بند نے۔ چنانچہ غالب کے زمانے میں ''توحید بیان کرنا'' ایک بہت ہی عام بات تھی۔ یہ سنیاسی اور فقیر کس قسم کی تقریر کیا کرتے تھے اس کے لئے تذکرۂ غوثیہ پڑھ لیجیے۔ غوث علی شاہ صاحب کی ذہانت کی تعریف مولانا تھانویؒ بھی کیا کرتے تھے۔ اختلاف کے باوجود غالب کو تو شاہ صاحبؒ سے اتنی عقیدت تھی کہ جب تک ان کا قیام دہلی میں رہا، غالب روزانہ دوپہر کا کھانا لے کر خود جاتے تھے اور شاہ صاحب کے اصرار کے باوجود کھانے میں شامل نہیں ہوتے تھے کیونکہ اپنی رندی پر شرمسار تھے۔ غرض غوث علی شاہ صاحب خود غالب کے نزدیک بھی معتبر تھے۔ اچھا، شاہ صاحب سنسکرت کے بھی عالم تھے اور انہوں نے یوگ کے متعلق بھی لکھا ہے۔ تذکرہ غوثیہ میں جہاں یہ یوگ کا بیان آتا ہے اس سے ذرا پہلے نمونے کے طور پر ایک تقریر نقل کی گئی ہے جو بعض سنیاسی اس زمانے میں کیا کرتے تھے اور شاہ صاحب نے تنبیہہ کی ہے کہ اس قسم کی باتوں سے بچنا چاہیے۔ آپ یہ تقریر ملاحظہ فرمالیجیے اور پھر غالب کے کلام پر ایک نظر ڈال لیجیے۔

انیسویں صدی میں اوپر سے انگریزوں کی Deism کا اثر آکے شامل ہوا۔ اس کا نمونہ کمبل پوش کے سفرنامہ انگلستان میں دیکھیے جو غالباً ۱۸۴۶ء میں لکھا گیا تھا۔ ان کے ''سلیمانی مذہب'' کو کلام غالب کے ساتھ ملایئے۔

یہ چند اشارے میں نے آپ کی خدمت میں پیش کردیے ہیں۔ اس سلسلے میں میں نے تیس صفحے کا مضمون لکھا ہے جو غالباً اسی ہفتے پیرس میں شائع ہوا ہوگا۔ مگر یہ اشارے ہی آپ کے لئے کافی ہوں گے۔ ان باتوں کو یاد رکھے بغیر پچھلے دو تین سو سال کی تہذیبی تاریخ نہیں سمجھی جاسکتی۔

اگر آپ تصوف کی شاعری کو صحیح معنوں میں سمجھنا چاہیں تو پہلا کام تو یہ کیجیے کہ تصوف کو کوئی عجیب وغریب چیز، یا اسلام سے الگ کوئی چیز نہ سمجھے۔ چند عام باتیں، وہ بھی اشارتاً عرض کئے دیتا ہوں۔

قرآن شریف میں کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو ایمان لاؤ۔ بظاہر یہ بات تحصیل حاصل

معلوم ہوتی ہے۔ مگر ایک ہی آیت میں تین دفعہ ایمان لانے کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں کامل ایمان حاصل کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور ایمان کے تین درجے بتائے گئے ہیں۔

ایمان کے درجوں کی تفصیل حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔ ایک طویل حدیث ہے جو حدیث جبرئیلؑ کے نام سے مشہور ہے اور کئی راویوں سے پہنچی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیلؑ انسان کی شکل میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور چند سوالات کئے۔ پہلے تو پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا...... اسلام ہے اللہ اور رسولؐ کا اقرار کرنا۔ نماز' زکوٰۃ' رمضان کے روزے اور حج' یہ ارکان پورے کرنا۔ پھر پوچھا ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا خدا' فرشتوں' کتابوں' رسولوں اور قیامت کو دل سے ماننا اور یہ یقین کرنا کہ برا بھلا جو کچھ ہے توشتۂ تقدیر ہے۔ پھر پوچھا احسان کیا ہے؟ (لغوی معنی ہیں کوئی کام خوش اسلوبی سے کرنا) آپؐ نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ۔یعنی خدا کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔

اس حدیث کے مطابق یہ تین درجے ہو گئے ا۔ اسلام۔ ظاہری اور جسمانی عبادات اور ان احکام کو ماننا جن کا تعلق ظاہری زندگی سے ہے۔ اس سے متعلق علم فقہ ہے۔ ۲۔ ایمان۔ یہ ذہن اور عقل سے متعلق ہے (یعنی Reason سے' Intellect دوسری چیز ہے) یہاں کا علم' علم عقائد یا علم کلام ہے۔ ۳۔ احسان۔ اس کا تعلق روح سے ہے۔ اس سے متعلق علم تصوف ہے۔ پھر تصوف کی دو شاخیں ہیں۔ حقیقت اور طریقت۔ علم حقیقت کو مابعد الطبیعات بھی کہہ سکتے ہیں (اصلی معنوں میں' افلاطون اور ارسطو کے معنوں میں نہیں) ۔یہاں جو حقائق قرآن شریف اور حدیث شریف کے مطابق ہوں ان کا ماننا تو شرعی طور سے ضروری ہے اور جو حقائق کشف سے معلوم ہوں انہیں ماننا ضروری نہیں۔ تصوف کا بیشتر حصہ طریقت پر مشتمل ہے۔ یہاں سلوک کے بہت سے طریقے اور تدابیر ہیں۔ شرعی پابندیوں کے ساتھ کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ دنیا میں جتنے نفوس ہیں اتنے ہی سلوک کے طریقے ہیں۔

اچھا اب احسان کے معنی متعین ہو گئے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ قرآن شریف میں یہ لفظ کہاں کہاں آیا ہے۔ قرآن شریف نے صرف عبادات کے سلسلے میں نہیں بلکہ حقوق العباد ادا کرنے

کے سلسلے میں بھی احسان کا ذکر کیا ہے۔ یعنی درجہ احسان حاصل کرنے کے لئے زندگی کے ہر فعل کو ذریعہ بنایا جا سکتا ہے' یہاں تک کہ کھانے پینے کو بھی۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک روٹی کھاتے تھے مگر اس خشوع و خضوع کے ساتھ جیسے نماز پڑھ رہے ہوں۔ انھیں وہاں بھی دید حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ ایسی دولت ہم سب کو عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ ساری باتیں آپ خود جانتے ہوں گے۔ میں تو صرف اس لئے دہرا رہا ہوں تا کہ آپ کے ذہن میں ایک ترتیب قائم ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو سینکڑوں شعرا ایسے ملیں گے جنھیں آپ مغربی طرز فکر کے مطابق Didacticism یا Moralism کہہ کر نظر انداز کر دیں گے۔ لیکن بہت ممکن ہے کہ وہ شعر کسی خاص حال یا مقام سے متعلق ہو اور شاعر سلوک کا کوئی مضمون بیان کر رہا ہو۔ یہ وہ چیز بھی نہیں ہو گی جسے F.R.Leavis "Serious Moral Concern" کہتے ہیں' کیونکہ ہمارے یہاں اخلاقیات کا مطلب ہی دوسرا ہے۔ ہمارے نقطۂ نظر سے اخلاقی اصول نہ تو فرد کی بھلائی کے لئے ہیں' نہ سماج کی بھلائی کے لئے' نہ انسان کے تراشے ہوئے ''فطرت'' کے بتلائے ہوئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں جن کے ذریعہ ہم اس کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسے ایک صاحب کہا کرتے ہیں' امتحان بھی لے رہے ہیں اور خود ہی پرچہ بھی out کر دیا ہے۔

اخلاقیات کے سلسلے میں تین حدیثیں اور بیان کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بات واضح ہو جائیگی۔

حضرت ابوذرؓ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس یہ خوش خبری لائے ہیں کہ آپؐ کی امت میں جو شخص اس حال پر مر جائے کہ اس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا' اگر چہ اس نے چوری یا زنا کیا ہو؟ حضورؐ نے فرمایا' ہاں۔ جب یہی بات چوتھی دفعہ پوچھی تو حضورؐ نے مسکرا کر فرمایا ہاں چاہے ابوذرؓ کی ناک ہی کیوں نہ رگڑی جائے (یعنی چاہے تمہیں ناگوار ہی کیوں نہ گزرے)۔ حضرت ابوذرؓ کی عادت تھی کہ جب یہ حدیث سناتے تو یہ آخری فقرہ ضرور نقل کرتے تھے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ نجات کے لئے اصلی چیز اسلام اور ایمان ہے ''اخلاقیات'' نہیں۔ شارحین نے کہا ہے کہ گنہگار مومن کو سزا کے طور پر کچھ عرصہ جہنم میں رکھا جائے گا' پھر

جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

اب دوسرا رخ دیکھئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کی جنگ میں کچھ صحابہ شہید ہوئے۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ فلاں فلاں شہید ہوئے۔ جب ایک آدمی کا نام آیا اور کہا گیا کہ وہ شہید ہوگیا تو حضور ﷺ نے کہا کہ ہرگز نہیں' میں نے اس کو ایک چادر چرانے کی سزا میں دوزخ میں دیکھا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔۔ جاؤ اور لوگوں میں یہ اعلان کردو کہ جنت میں وہی لوگ جائیں گے جو مومن ہیں (اَنَّہٗ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ الاَّ المؤْمنون)

اس حدیث میں پورا مومن بننے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ وہ شخص مسلمان تو تھا ہی اس لئے یہاں مومن کے معنی پورا مومن ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی کو اس سے بھی بچنا چاہئے کہ تھوڑے دن ہی جہنم میں گذارنے پڑیں۔

اب تیسری حدیث میں ایمان کی تکمیل کا ایک طریقہ دیکھئے۔ اس میں اتنی زبردست بات کہی گئی ہے کہ میں مسلم شریف کی پوری عبارت نقل کرتا ہوں۔

عَن ابوھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تَدخلُوا الْجَنَّۃَ حتّٰی تُومنوا وَ لَا تو منو حتّٰی تَحابُوا اَوَ لا اَدلُکم علٰی شئی اِذا نَعلتُموہُ تَحابَبْتُمْ؟ اَفشُوا السلام بَیْنَکم

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں نہیں جاؤ گے اور جب تک باہمی محبت نہیں کرو گے پورے مومن نہیں بنو گے۔ تو کیا میں تم کو وہ بات نہ بتادوں کہ جب اس کے خوگر ہو جاؤ تو باہمی محبت کرنے لگو؟ وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کیا کرو۔

یہاں محض سلام کرنے کو (جو دوسروں کے لئے ایک سماجی رسم ہے) ایمان کی تکمیل کا ذریعہ' یعنی معرفت کا ذریعہ بتایا گیا ہے' یا سلوک کا طریقہ۔

اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ ہمارے یہاں اخلاقیات تو دراصل مابعد الطبیعات ہے۔ آپ چونکہ بات سمجھنا چاہتے ہیں اس لئے اشارتاً اتنا عرض کر دیا۔ اپنے آخری مضمون میں تو میں نے جان بوجھ کر اخلاقیات کی بحث کو گول کر دیا تھا' تاکہ آئندہ فضول بحث نہ کرنی پڑے۔ کیونکہ جب تک اخلاقیات کے مغربی مفاہیم معلوم نہ ہوں یہ فرق سمجھ میں نہیں آسکتا۔ آپ

نے تو ماشاء اللہ انگریزی ادب پڑھا ہے۔ آپ خود ہی سمجھ جائیں گے۔

آمدم برسر مطلب۔ جن شعروں کو آپ تصوف سے خارج سمجھتے رہے ہیں ان پر از سرِ نو غور فرمایئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو ایک نئی ہی دنیا نظر آئے گی۔

۶ مئی

میں نے آپ کے لئے دو مضمون رکھے تھے۔ عبادت بریلوی صاحب ایک مجموعہ مرتب کر رہے ہیں اردو زبان کے بارے میں۔ اس کے لئے میں نے دو مضمون فرانس سے منگائے تھے۔ ایک تو قدیم چینی رسم الخط کے بارے میں دوسرا بدھ مت میں زبان کی حیثیت سے متعلق۔ مجموعے کی اشاعت میں بہت دیر لگ گئی تھی اس لئے میں نے سوچا کہ فی الحال آپ کو بھیجوں کہ آپ انھیں چھپوا دیں۔ بعد میں عبادت صاحب کے مجموعے میں شامل ہو جائیں گے۔ عبادت صاحب بھی مان گئے تھے۔ اس لئے میں نے مصنف سے اجازت مانگی تھی۔ کل اجازت آئی ہے۔ اور ادھر عبادت صاحب کا خط آیا ہے کہ مجموعہ پریس میں جا رہا ہے اس لئے وہ مضمون کہیں اور نہ جائیں۔

بہر حال اب تو ان کی بات ماننی پڑے گی۔ یہ دونوں مضمون ہیں تو چھوٹے چھوٹے مگر عجیب و غریب ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لئے بھی ایک مضمون زین اور بدھ مت پر لکھواؤں۔ پچھلی دفعہ آپ نے مجھ سے ایک سوال Zen کے بارے میں کیا تھا مگر میری معلومات تو بہت ابتدائی قسم کی ہیں۔ آپ کو دلچسپی ہو تو ایک چھوٹا سا مضمون اس سلسلے میں لکھوا دوں۔ ترجمہ خود کر کے آپ کو بھیج دوں گا۔

ہاں ایک بات اور رہ گئی۔ میرے جو تین مضمون چھپے ہیں ان پر فرانس میں ایک صاحب تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر سلیم احمد سے مجھے تینوں پرچے مل گئے تو ان سے لے کر بھیج دوں گا۔ اور آپ ازراہ نوازش وہ تینوں پرچے سلیم احمد کو بھجوا دیجئے گا۔ اگر نہ ملے تو پھر آپ سے درخواست کروں گا کہ وہ پرچے حاصل کر کے براہ راست فرانس بھیج دیں۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص ـــــ محمد حسن عسکری

سلیم احمد کے یہاں سے تو کوئی جواب نہیں آیا۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ تینوں پرچے

حاصل کر کے مجھے رجسٹری سے بھیج دیجئے۔ میں خود فرانس بھیج دوں گا۔ عنایت ہوگی۔

میرے خط آپ صرف نیر مسعود صاحب کو دکھا سکتے ہیں۔ ان سے آگے کسی کو نہیں۔

Zen Buddhism کے بارے میں جو میں نے ذکر کیا ہے کہ فرانس کے ایک عالم سے مضمون لکھوا سکتا ہوں تو وہ صاحب Pierre Grison ہیں جو ایسے علوم میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی

۳ جولائی ۱۹۶۹ء

برادرم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خدا کا شکر ہے کہ میرا خط آپ کو مل گیا۔ آپ کے بھیجے ہوئے رسالے تو اللہ تعالیٰ نے بالکل ٹھیک وقت پر پہنچا دیے۔ یعنی ۳۰ جون کو ہی مجھے مل گئے۔ شکریہ۔ ویسے میں نے فرانس کے لئے تو رسالے فراہم کر کے بھیج بھی دیئے تھے۔ آپ کی تجویز درست ہے۔ اگر آئندہ کوئی رسالہ فرانس میں مطلوب ہوا تو آپ خود ہی براہ راست بھیج دیجئے گا۔ پتہ لکھے دیتا ہوں:

Monsieur Michel Valsan,25 Avenue de Vardun, 92 Vanues France.

والساں صاحب مشہور رسالے **Etudes Traditionelles** کے مدیر ہیں۔ وہ انگریزی بالکل نہیں جانتے۔

اب میں آپ کو چھوٹا بمعنی پتلا خط لکھا کروں گا۔ چنانچہ فی الحال تو آپ کے خط کی رسید دے رہا ہوں۔

تقی عثمانی صاحب سے ''زجل'' اور موشح پر مضمون ضرور لکھواؤں گا اور فرانسیسی شاعری پر جو اثرات ہوئے ان کے بارے میں چند باتیں میں لکھ دوں گا۔

زین بدھ ازم پر مضمون کے لئے میں درخواست کر چکا ہوں آ جائے تو فوراً ترجمہ کر دوں گا۔ ان شاء اللہ۔ پیئر گری زوں بدھ مت اور مشرق بعید کی تہذیب کے بہت بڑے عالم ہیں۔

پھر طبیعت میں انکسار بھی بہت ہے۔ وہ تو یہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ ان کا مضمون اردو میں بھی کوئی پڑھنا چاہتا ہے۔ ان کے دو مضمون عبادت صاحب نے دو سال سے ڈال رکھے ہیں اور مجھے خواہ مخواہ شرمندگی ہو رہی ہے۔ اب سوچا ہے کہ عبادت صاحب کو پھر جگاؤں اور ان سے کہوں کہ مزید انتظار ممکن نہیں۔ یورپ میں تو بہت سے ایسے عالم موجود ہیں جو مشرق کے رسالوں میں مضمون لکھنا اپنی سعادت سمجھیں گے۔ لیکن ہمارے یہاں ذہنی کاہلی کے ساتھ جسمانی کاہلی بھی ایسی عام ہوگئی ہے کہ لوگ پروف پڑھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔ بیچ میں مجھے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے اور خواہ مخواہ کے عذر تراشنے پڑتے ہیں۔ بہرحال اگر آپ حضرات کو دلچسپی ہو تو یورپ سے اور موضوعات پر بھی مضمون خاص طور سے لکھوائے جاسکتے ہیں۔

بیدلؔ پر مضمون لکھنے کے لئے یہ انتظار کر رہا ہوں کہ مجھے ذاتی طور سے کتاب مل جائے۔ آرڈر تو دے رکھا ہے، ابھی آئی نہیں۔ میں عموماً کتاب پر ہی نوٹ لکھ دیتا ہوں اور بعد میں اسی سے مضمون تیار کر لیتا ہوں۔ مانگی ہوئی کتاب خراب نہیں کر سکتا۔ ان شاء اللہ مضمون ضرور لکھوں گا۔ مگر اس مرتبہ تھوڑی سی دل لگی یا مسخرے پن کی اجازت چاہوں گا۔ یعنی بغیر غور کئے میں نے پہلے سے طے کر لیا ہے کہ اب کے چکی الٹی چلے گی۔ بیدلؔ کی کسی غزل یا مثنوی کی تشریح کروں گا Chapman کی کسی نظم کے ذریعے۔ ہوسکتا ہے کہ اس طرح یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ Chapman نے ہومر کی نظموں کے ترجمے کو ابن ہیثم کے نام کیوں معنون کیا تھا۔ خیر، اللہ مالک ہے۔

میں نے آپ کو جو Provencale نظم ترجمہ کر کے بھیجی ہے اسے پڑھ کر آپ کو پسینہ آ گیا تو مجھے حیرت نہیں ہوئی۔ بلکہ ابھی تو پسینہ کم ہی آیا۔ کیونکہ نظم میں ٹکنیک کی جو اور پیچیدگیاں ہونگی وہ تو میری بھی گرفت میں نہیں آئیں۔ ایزرا پاؤنڈ کو تو فخر ہے کہ میں نے تیس سال تحقیق کر کے اس ٹکنیک کو سمجھا ہے۔ اب آپ کی سمجھ میں یہ بھی آ گیا ہوگا کہ میں نے سلیم احمد کے ترجمے کے جو بند نقل کئے تھے وہ ڈھیلے کیوں تھے۔ یہ دو بند سلیم احمد نے بار بار بدلے ہیں اور پھر بھی ٹھیک نہیں ہوئے۔ مجھے اپنے مضمون میں نقل کرنے تھے اس لئے میں نے ویسے ہی لکھ دیئے۔

آپ ترجمہ کریں تو قافیوں کی پابندی ضرور کیجئے۔ ''عشق'' کے قافیے کے متعلق خود طے

کر لیجئے کہ آسانی کس طرح رہے گی۔ اس وقت نظم میرے سامنے نہیں۔ بہر حال میں نے لکھ ہی دیا تھا کہ اگر بعض الفاظ دہرائے گئے ہیں تو کس طرح یہ نظم دیکھ کر ایک دوسری بات بھی واضح ہوگئی ہوگی۔ آپ نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ اسلام نے فنون لطیفہ کو ضمنی حیثیت دی ہے لیکن پرووانس کی یہ نظم اسلام ہی کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ یہاں تک کہ اسکی فنی ٹکنیک بھی عربی سے مستعار ہے۔ جب دوسروں پر اسلوبی تصورات ایسا اثر ڈال سکتے ہیں کہ خود آپ کو پسینہ آ جائے تو پھر اس خدشے کی گنجائش کہاں ہے؟ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ہر تہذیبی اور دینی روایت اپنے فنی اظہار کے لئے الگ اوضاع اختیار کرتی ہے۔ کوئی خاص وضع متعین کرنے کا حق دوسروں کو نہیں پہنچتا۔ ورنہ پھر تو یہ ہوگا کہ مثلاً اگر آپ یونانیوں کی طرح المیہ کو سب سے اہم ہیئت سمجھیں تو یہ کہیں گے کہ پورے مشرق میں ادب کا وجود ہی نہیں۔

۶۸ء میں رسالہ ''معارف'' میں ایک قسط وار (جون ۶۸ء سے دسمبر ۶۸ء تک) مضمون حضرت ابن الفارضؒ کی شاعری کے متعلق نکلا ہے۔ اسے ضرور پڑھ لیجئے۔ مشرق اور مغرب دونوں جگہ کی شاعری کے لئے کام آئے گا۔

غالب پر ''صحیفہ'' والا مضمون میں نے فوراً ہی پڑھ لیا۔ اسی دن 'فنون' بھی آیا تھا۔ وہاں بھی غالب پر آپ کا مضمون ساتھ ہی ساتھ پڑھ لیا۔ ماشاء اللہ زبان و بیان اور خیالات کی صفائی دونوں کے لحاظ سے آپ خوب ترقی کر رہے ہیں۔ آپ نے غالب کے سلسلے میں چند بالکل ہی نئے سوالات اٹھائے ہیں۔ البتہ یہ عرض کروں گا کہ ہماری شاعری کو Ambiguity کے نظریے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے یہاں تو بالکل واضح اور معین بات کہی جا سکتی ہے اور اسی میں سے بیس معنی پیدا ہو سکتے ہیں کیونکہ ہم مراتب وجود کے قائل ہیں۔ چنانچہ ایک شعر مختلف مراتب کے لحاظ سے مختلف معنی دے سکتا ہے۔ اسی لئے تو آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں لوگ زندگی کے ہر معاملے میں کوئی نہ کوئی شعر پڑھ دیتے ہیں۔ محض مذاق کے طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے یہاں شعر جذبے سے پیدا نہیں ہوتا' بلکہ جذبے اس تلاش میں پھرتے ہیں کہ کون سے شعر میں سما جائیں۔

بودلیئر کی Catholicion نہ اصلی ہے نہ Pose ہے۔ اصل تو اس لئے نہیں کہ یہ شاعری مذہب کے خلاف جاتی ہے۔ Pose اس لئے نہیں کہ زندگی اور خصوصاً انیسویں صدی

کی زندگی کے بارے میں بعض حقائق صرف کیتھلک ملک میں رہنے والا یا کیتھلک ہی دریافت کر سکتا تھا۔ مثلاً Ben Jonson کی Alchemist دیکھ لیجئے۔ مذہبیات اور اخلاقیات نہیں معاشیات تک کے ضمن میں یہ انداز نظر کسی غیر کیتھلک کا ہو سکتا تھا؟ اور قریب آ کر Dickens کو لیجئے۔ وہ تو پروٹسٹنٹ تھا لیکن عوام سے قربت حاصل تھی جو ابھی تک کسی نہ کسی طرح کیتھلک تصورات کے زیر اثر تھے۔ یہ دیکھئے کہ اس نے Great Expectations میں اور خصوصاً کرسمس پارٹی کے بیان میں انیسویں صدی کے مذہب کا کیا نقشہ کھینچا ہے۔ مہمانوں کی رائے ہے کہ کرسمس کے وعظ میں پادری نے موضوع کا انتخاب ٹھیک نہیں کیا' اور بھی موضوع ہو سکتے تھے۔ اس پر Pumblechook نے تجویز پیش کی کہ مثلاً ''Pork'' ہی ہو سکتا تھا۔ یہ فقرہ براہ راست مارٹن لوتھر کا ہے۔ اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ کیتھلک مصنف (خواہ راسخ العقیدہ نہ ہو) زندگی کو کس طرح دیکھ سکتا ہے۔ مختصراً عرض کر دیا۔

آپ نے اسلام کے بارے میں جو باتیں لکھی ہیں وہ نہ تو کافرانہ ہیں نہ غیر ذمہ دارانہ۔ بلکہ مولوی محمد تقی عثمانی صاحب تو سال بھر سے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ذہین اور نوجوان ادیبوں سے اسی قسم کے ''کافرانہ'' مضامین لکھوا کر ''البلاغ'' میں چھپوا دوں تاکہ علماء کو یہ پتہ چلے کہ نوجوان کس طرح سوچتے ہیں۔ اگر آپ عنایت فرمائیں تو ایک چھوٹا سا مضمون اسی موضوع پر بے تکلفی سے لکھ دیجئے اور جو چاہے لکھ دیجئے۔ آپ کہیں گے تو آپ کے نام سے شائع ہو جائے گا ورنہ بغیر نام کے۔ دراصل آپ نے تو کچھ بھی کافرانہ باتیں نہیں کیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہ نے کانپتے ہوئے یہ عرض کیا کہ ہمارے دل میں ایسے ایسے خیالات آتے ہیں کہ اگر زبان سے ادا کریں تو ڈر ہے آسمان سے آگ برسنے لگے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں' یہ تو عین ایمان کی علامت ہے۔

کوشش کروں گا کہ ایک اور ''پتلا'' سا خط اس موضوع پر آپ کو لکھ دوں دو چار دن بعد۔ خدا کرے آپ کو یہ خط مل جائے۔

دعا ہے کہ آپ خوش و خرم ہوں۔ والسلام

مخلص ــــ محمد حسن عسکری

میں نے نظم دیکھی تو معلوم ہوا کہ ''صدائے عشق' ندائے عشق'' وغیرہ قافیے نہیں چلیں

گے کیونکہ عشق Amour کے ہم قافیہ لفظ میں ہمیشہ عشق کی مناسبات میں سے کوئی چیز بیان کی گئی ہے۔ مثلاً Dolo Amour۔ اب آپ خود فیصلہ کر لیجئے۔ عشق کے بجائے کوئی اور لفظ لے آیئے جو کھپ جائے۔ مثلاً نیاز۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی

۵ ستمبر ۶۹ء

برادرم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بہت دن کے بعد آپ کا خط ملا تو اور بھی خوشی ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ بخیریت ہیں۔ میں ۸ کو لاہور جا رہا ہوں اور ان شاء اللہ ۳۰ ستمبر کو واپس آ جاؤں گا۔ اگر اس دوران میں جواب لکھیں تو پتہ یہ ہوگا:۔ ۷/۴۷ این۔ سمن آباد۔ لاہور ۴

محمد عمر میمن کل امریکہ واپس چلے گئے۔ یہاں آ کر بچارے بیمار ہو گئے۔ کچھ موسم ہی خراب ہو رہا ہے۔ دو تین دن سے مجھے بھی بخار ہے۔ میمن ۱۵ ستمبر تک امریکہ پہنچیں گے۔

ابھی تک بیدل کا دیوان نہیں آیا۔ اسی انتظار میں ہوں کہ کتابیں آ جائیں تو کام شروع کروں۔ میرے آخری مضمون کے متعلق تو کوئی نئے سوالات نہیں آئے تھے؟ اگر آئے ہوں تو وہ صفحات پھاڑ کر میمن صاحب کو بھیج دیجئے گا۔

آپ نے لکھا ہے کہ Burckhardt کی کتاب زیادہ سمجھ میں نہیں آئی۔ علاوہ ازیں آپ کے اوپر تعطل کی کیفیت طاری ہے۔ یہ تو خاص علامت سمجھنے کی ہے۔ میرے ایک دوست کا واقعہ ہے جنہوں نے کئی لاکھ روپے کا ٹھیکہ ایک ریسرچ کے سلسلے میں لے رکھا تھا۔ کام ختم ہو چکا تھا۔ صرف رپورٹ لکھنی باقی تھی۔ اس زمانے میں انہوں نے رینے گینوں کی کتابیں پڑھیں تو تین مہینے تک کام نہیں کر سکے۔

ان شاء اللہ یہ تعطل کی کیفیت دور ہو جائیگی۔ اس دوران میں اردو کی کتابیں پڑھیے۔ میرے ایک شاگرد اور دوست ہیں جنہوں نے ابھی Ottawa سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ہے اور اب امریکہ میں پڑھانے گئے ہیں۔ موضوع ہے:۔

Image of the East in Marlowe and Shakespeare ان کا مقالہ اتنا پسند کیا گیا ہے کہ اوٹاوا یونیورسٹی اسے شائع کر رہی ہے۔ اگر آپ کو اس موضوع سے دلچسپی ہو تو ان سے کہوں کہ ایک آدھ مضمون اردو میں بھی لکھیں۔

مختصر خط لکھ رہا ہوں۔ بخار نے ڈھیلا کر رکھا ہے۔

مخلص ـــ محمد حسن عسکری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی

۱۱۸ کتوبر ۶۹ء

برادرم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا ایک خط لاہور میں ملا تھا۔ امتحان کی کاپیاں دیکھنے میں اتنا مصروف تھا کہ جواب نہ دے سکا۔ دو ہفتے کی چھٹیاں بڑھ گئی تھیں۔ اس لئے ۱۴ کو کراچی آیا۔ یہاں آپ کا کارڈ ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاک کھل گئی کیونکہ "معرفت حق" وغیرہ کے کئی پرچے ایک ساتھ ملے۔ آپ کی کتاب "گنج سوختہ" ابھی تک نہیں پہنچی۔ شاید راستے میں ہو۔ بہر حال ابھی سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپ نے میری تصویر مانگی ہے اور تصویر کے مسئلے میں میرا خیال بھی دریافت کیا ہے۔ یہاں کسی کا ذاتی خیال کیا کام دیتا ہے۔ شریعت نے تو تصویر کو ناجائز ہی قرار دیا ہے۔ محض دنیاوی نقطہ نظر سے دیکھیں اور ڈی ایچ لارنس کی نظمیں بھی غور سے پڑھی ہوں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ کم سے کم ہمارے زمانے میں تو تصویر پر پابندی ہونی ہی چاہئے۔ کیونکہ تصویر کے متعلق جو باتیں لارنس نے مغربی زندگی کے پورے تجربے کے بعد کہی ہیں ان کا جوہر مولانا طیب صاحب نے مغربی تعلیم پائے بغیر اس مسئلے پر اپنے رسالے میں پیش کر دیا ہے۔ رہی میری بات تو میں یہ عرض کروں گا کہ قرآن شریف نے حکم دیا ہے لَا تُزَکُّوا اَنفُسَکُمْ (اپنے آپ کو پاکیزہ نہ سمجھو)۔ اگر میں نے دو چار دینی کتابیں پڑھ لیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں پوری طرح شریعت پر چلنے لگا۔ اصل چیز تو قبولیت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت پر منحصر ہے۔ میرا بھروسہ تو ایک حدیث شریف پر ہے۔ وارد ہوا ہے کہ حشر کے دن جب حساب ہو چکے

گا اور جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں بھیج دیئے جائیں گے تو میدان حشر میں صرف دو آدمی رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خطاب فرمائیں گے اور ان کی بد اعمالیوں پر سرزنش کریں گے۔ دونوں اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔ حکم ہوگا کہ جاؤ دوزخ میں کود پڑو۔ ایک آدمی فوراً دوزخ کی طرف چل پڑے گا۔ حالانکہ میدان حشر دارالعمل نہیں مگر ارشاد ہوگا کہ خیر تو نے اُس دنیا میں تو نافرمانی ہی کی لیکن اِس دنیا میں تو حکم پر عمل کیا۔ تیری بخشش ہوگئی۔ جنت میں دوسرا آدمی اب بھی وہیں کھڑا رہے گا۔ اس پر عتاب ہوگا کہ دنیا میں تو نافرمانیاں کرتا رہا، یہاں بھی نہیں حکم بجالاتا۔ وہ شخص کہے گا کہ یا اللہ میں نے تو تیرے پاک بندوں سے یہی سنا تھا کہ تو رحیم وکریم ہے۔ مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ تو مجھے واقعی دوزخ میں بھیجے گا۔ رحمت الٰہی جوش میں آئے گی اور ارشاد ہوگا کہ اگر تو نے ہمارے رسولوں سے یہی سنا تھا تو جا، ہم نے تجھے بخش دیا۔ تو میری بھی دعا ہے کہ میدان حشر میں یہ دوسرا شخص میں ہی ہوں (یاد آیا کہ آپ نے ایک مرتبہ لکھا تھا کہ قرآن شریف میں جو وعیدیں آئی ہیں ان سے آپ کو وحشت ہوتی ہے۔ مگر ایسی ہدایت کو پورا پڑھئے۔ ہر وعید کے ساتھ انعامات کا وعدہ بھی ہے۔ علاوہ ازیں رحمت کی حدیثیں تو بے شمار ہیں۔)

جہاں تک تصویر کا معاملہ ہے میں نے تو کئی سال فوٹوگرافی سیکھنے پر لگائے ہیں۔ ابھی دس سال پہلے کی بات ہے کہ جاڑوں کے موسم میں فجر کے وقت نماز پڑھنے کے بجائے میں ایک پہاڑی پر جا کے دو تین گھنٹے بیٹھتا تھا تاکہ سورج کی روشنی کے اثرات کا مشاہدہ کرسکوں۔ اور تیسرے پہر کو تین بجے سے لوگوں کو پکڑ کے کمرے میں بٹھاتا تھا کہ کھڑکی سے آنے والی روشنی کا مطالعہ ہوسکے۔ اور بعض وقت تو گھر پر پڑھاتے ہوئے بھی کیمرا پاس رکھ کے بیٹھتا تھا کہ جب سورج کی ایک خاص کرن ایک خاص وقت پر ایک منٹ کے لئے روشن دان سے آئے گی تو تصویر کھینچوں گا۔ غرض میں تو اس بلا میں گرفتار رہا ہوں۔ اسی زمانے میں میرے استاد نے میری ایک تصویر کھینچی تھی اس کا Negative کہیں پڑا ہے۔ آپ چاہتے ہیں تو تصویر بنوا کے آپ کو بھیج دوں گا۔

یہ قصہ میں نے آپ کو اس لئے سنایا کہ دین میں نے صرف کتابوں سے ہی نہیں بلکہ کیمرے کے لینس سے بھی سیکھا ہے۔

میں نے جو Provencale نظم آپ کو بھیجی تھی اس کے ترجمے کا کیا حال ہے؟

لاہور میں احمد مشتاق سے ملاقات ہوئی۔ وہ آج کل لکھنؤ کے انداز میں غزلیں کہہ رہے ہیں۔ لاہور ہی میں اور خود اپنے گھر میں حضرت امیر خسروؒ کی ایک فارسی تحریر ملی جوان کے دیوان غرّۃ الکمال کا دیباچہ ہے۔ اگر آپ کو کہیں سے مل جائے تو ضرور پڑھیے۔ شعر کے روائتی تصور کا بیان بہت کارآمد ہے۔ سنہ ۱۹۳۰ء کے قریب دہلی میں کوئی کتب خانہ نظامیہ تھا جسے مولوی یٰسین علی نظامی نے قائم کیا تھا۔ انہوں نے عجیب وغریب کتابیں شائع کی ہیں۔ مولوی صاحب کے علم، فہم اور خوش بیانی پر حیرت ہوتی ہے۔

آجکل یورپ میں شیخ شہاب الدین سہروردی کا بڑا چرچا ہے اور ان کی کتابیں فلسفے اور نفسیات والوں میں مقبول ہو رہی ہیں۔ اردو میں ''حکمت الاشراق'' کا ترجمہ مرزا رسوا نے کیا ہے، مگر وہ از حد ناقص ہے۔ مولوی یٰسین علی صاحب کا ترجمہ اور شرح تین جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ وہ بھی اتفاق سے دیکھنے کو ملی۔ تعجب ہوا کہ اس آخری زمانے میں بھی ہمارے یہاں کیسے جوہر قابل پڑے تھے، مگر ہم نے قدر نہ کی۔ مولوی صاحب نے ایک کمال یہ کیا ہے کہ ''حکمت الاشراق کو'' سمجھنے میں جن رسالوں سے مدد مل سکتی ہے ان کا بھی ترجمہ کر دیا ہے۔ مثلاً ابن طفیل کا ''حی بن یقظان'' حضرت ابن عربیؒ کی ''فتوحات'' کا ایک باب ''اسوار خلوت'' کے نام سے (اس کا فرانسیسی ترجمہ ابھی دو مہینے ہوئے شائع ہوا ہے)۔ علاوہ ازیں مولوی صاحب حضرت امیر خسروؒ کی نظم و نثر کے مجموعے مسلم یونیورسٹی اور تاشقند سے کہیں پہلے شائع کر چکے تھے۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

اگر حضرت امیر خسروؒ کا یہ دیباچہ دستیاب ہو جائے تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ڈاکٹر مسعود صاحب اس کا اردو میں ترجمہ فرما دیں۔

ابھی ایک فرانسیسی رسالے کے ذریعے معلوم ہوا کہ حیدر آباد دکن میں کوئی ''جامعہ الٰہیات نوریہ'' قائم ہوئی ہے اور انہوں نے ایک رسالہ ''ترجمان جامعہ'' کے نام سے نکالا ہے۔ کیا اس جامعہ کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکتی ہیں؟

مخلص

محمد حسن عسکری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی

۱۶ دسمبر ۶۹ء

برادرم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط رمضان شریف سے دو دن پہلے ملا تھا۔ اتنی مصروفیت رہی کہ جواب نہ دے سکا۔ روز ٹالتا رہا۔ عید سے دو چار دن پہلے کچھ طبیعت خراب ہو گئی۔ اب سنبھلا ہوں تو فوراً خط لکھ رہا ہوں۔

''شب خون'' کے پرچے اور ''معرفت حق'' کے بھی کئی کئی ایک ساتھ ملے۔ اپریل سے لے کر اکتوبر تک تو ڈاک ہی بند رہی۔ میں نے یہاں اوروں سے بھی پوچھا تو معلوم ہوا کہ کسی کو بھی پرچہ نہیں مل رہا۔ اسی لئے میں نے آپ سے شکایت نہیں کی۔ مجھے تو خود پرچے کا انتظار رہتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ لاہور والوں کے پاس پرچہ باقاعدگی سے آتا رہا۔ میں نے احمد مشتاق سے تین پرچے لے کر پڑھے تھے۔ اکتوبر میں کراچی واپس آیا تو کئی پرچے ایک ساتھ ملے۔ پھر مئی جون وغیرہ کے پرچے بھی بعد میں آ گئے۔ چنانچہ میرا تو فائل پورا ہو گیا۔ البتہ دسمبر کا پرچہ نہیں ملا۔ پرسوں سلیم احمد سے لیا ہے۔ مہربانی فرما کر دسمبر کا پرچہ بھجوا دیجئے' یہ شمارہ بہت دلچسپ ہے۔

''گنج سوختہ'' نہیں پہنچی۔ وہ ضرور عنایت فرما دیجئے۔ میرے خیال میں تو اب رجسٹری بھی آ رہی ہے۔ غالباً آپ ہی نے ڈاکٹر مغنی تبسم صاحب سے حیدر آباد کا رسالہ ''ترجمان جامعۂ الٰہیات نوریہ'' بھجوایا ہوگا۔ آپ کی عنایت کا شکریہ۔ رسالہ رجسٹری ہی سے آیا ہے' ورنہ سنا تھا کہ رجسٹری سے کتاب نہیں آ رہی۔ یہ رسالہ کچھ ایسا کار آمد ثابت نہیں ہوا۔

میں تو آپ کا ہر مضمون ہی پڑھتا ہوں۔ شمارہ ۴۲ میں آپ کا تبصرہ پہلے بھی پڑھا تھا۔ آپ کے کہنے سے دوبارہ پڑھا۔ آپ کی رائیں صحیح ہیں یا غلط یہ تو میں کہہ نہیں سکتا کیونکہ میں نے زیر تبصرہ شاعروں کا کلام ہی نہیں پڑھا لیکن آپ کا انداز تحریر اور آپ کا تجزیہ مجھے ہمیشہ سے پسند ہے۔ پاکستان میں تو آپ کی تنقید کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ بلکہ رسالوں میں اس قسم کے جملے دیکھنے میں آتے ہیں۔۔ ''حالی سے شمس الرحمٰن فاروقی تک۔'' اللہ تعالیٰ آپ کے علم اور فہم میں اور برکت عطا فرمائے۔

چونکہ آپ سے بے تکلفی ہے' اس لئے ایک مشورہ دوں گا۔۔۔ خواہ آپ نہ مانیں۔ اپنی تنقید میں ذرا وسعت پیدا کیجئے۔ اب نئے رجحانات پیدا ہو رہے ہیں۔ خصوصاً نوجوانوں میں۔ ان کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ یہ رجحانات پہلے بھی موجود تھے مگر اینگلو سیکسن دنیا کو اب خیال آیا ہے۔ پچھلے دس بارہ سال سے انگلستان اور امریکہ کے رسالے یہ کہتے رہے ہیں کہ یورپ خصوصاً فرانس کا ذہن تو اب مر گیا' جو کچھ رہ گیا ہے وہ اینگلو سیکسن دنیا میں ہے۔ اپنی ادبی تنقید' اپنے فلسفے اور اپنی عمرانیات پر انھیں ناز رہا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے سال ڈیڑھ سال میں ان لوگوں کی ذہنی دنیا ریت کی بوری کی طرح بیٹھنے لگی ہے۔ طالب علموں کے ہنگاموں نے تو اور بھی حال خراب کیا ہے۔ ان ذہنی رجحانات کی صحیح نوعیت کا ہمیں اندازہ نہیں ہوتا کیونکہ ہمارا انحصار انگریزی پر ہے۔ بہر حال یہ عرض کروں گا کہ نئے حالات کو سمجھنے کے لئے دو چار چیزیں سرسری طور سے دیکھ لیجئے۔ ایک تو مضامین کا مجموعہ ہے Student Power جسے Penguin نے شائع کیا ہے۔ اس میں نوجوانوں نے انگریزی تہذیب' فکر اور ادبی تنقید کا جو تجزیہ کیا ہے اس سے آپ کو آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ایف آر لیوس نے امریکہ میں جو تقریریں کی ہیں ان کا مجموعہ بھی دیکھئے۔ خصوصاً انگلستان میں جو ایک نئی تقریر کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ نئے حالات میں ادب کا مطالعہ کس طرح کرنا چاہئے۔ یہ آپ کی نظر میں رہنی چاہئیں۔ (ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ میرے جو مضمون ''شب خون'' میں نکلے ہیں' ان میں بنیادی طور سے کیا میں نے یہی بات نہیں کہی؟)

علاوہ ازیں فلسفے کے نئے رجحانات سے واقفیت اور بھی ضروری ہے۔ اینگلو سیکسن لوگ تو یہ کہتے رہے ہیں کہ فلسفہ مر گیا بس Pragmatism اور Logical Positivism کافی ہے لیکن یکا یک فلسفہ زندہ ہو کر پھر سامنے آ گیا۔ بلکہ نوجوانوں کے ذہن پر وہی فرانس' جرمنی' بلکہ ہنگری اور رومانیہ کے فلسفی چھا گئے۔ ہمیں تو ان فلسفیوں کے نام بھی معلوم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی کتابیں انگریزی میں ترجمہ نہیں ہوئیں۔ نہ ان کا ذکر انگریزی میں آتا ہے۔ مگر یورپ کے جو پروفیسر امریکہ میں جا بسے ہیں انہوں نے یہ رجحانات اینگلو سیکسن دنیا میں بھی پھیلا دیئے ہیں۔ اس ضمن میں زیادہ اہم چیزیں ہیگل کا احیاء اور مارکسیت کی نئی تشریحات ہیں۔ اس معاملے میں T.L.S نے دو بہت کارآمد تبصرے شائع کئے ہیں۔ (حوالے آخر میں لکھ دوں گا۔)

بنیادی بات یہ ہے کہ جن موضوعات سے یہ فلسفی اور نوجوان الجھ رہے ہیں وہ یہ ہیں، وجود کی نوعیت، کلیت، معنویت۔ اس ماحول میں تو فلسفے کے بغیر آپ ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ اور صحیح قدم تو تصوف سے مناسب آگاہی کے بغیر بالکل ہی نہیں اٹھا سکتے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب دنیاوی ساز و سامان اور تعیش کی اتنی فراوانی ہوگی کہ لوگ خدا کو بالکل ہی بھول جائیں گے۔ پھر شیطان سامنے آ کر لوگوں کو شرم دلائے گا اور ان سے کہے گا کہ خدا کو یاد رکھنا چاہئے۔ لوگ شیطان کی بات بڑی توجہ سے سنیں گے اور اس پردے میں شیطان ان سے اپنی پرستش کرائے گا۔ تو یہ بات آج ہمارے سامنے کھل کر آ گئی ہے۔ یہ جتنے رجحانات اُبھر رہے ہیں ان کے متعلق تفصیلی پیشین گوئیاں رینے گینوں ۴۵ء میں کر چکے ہیں۔

Provencale نظم کا ترجمہ کر ہی ڈالئے۔ قافیے وغیرہ کی قیود کے بغیر تو ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔

احمد مشتاق کا قصہ یہ ہے کہ وہ شعر گوئی پر محنت بالکل نہیں کرتے۔ خود انھیں بھی اعتراف ہے وہ کہتے ہیں کہ جو شعر ہو گئے وہ ہو گئے۔ نہ تو غزل پوری کر سکتے ہیں نہ اشعار میں ترمیم کر سکتے ہیں۔ ایک احمد مشتاق ہی کیا دراصل پنجاب اور لکھنؤ کے درمیان بہت سی باتیں مشترک ہیں، خیر یہ بحث نہیں ہے۔

ان شاء اللہ مضمون ضرور لکھوں گا۔ مگر اب اجازت دیجئے کہ مغربی ادب کے بارے میں چند مختصر مضمون لکھ دوں۔ اس موضوع سے کسی کو دلچسپی تو ہوگی نہیں مگر اس بہانے میں چند ایسی قیاس آرائیاں کر سکوں گا جو بظاہر پہلے نہیں ہوئیں۔ مثلاً ایک مضمون میں شیکسپیئر کے King John پر لکھنا چاہتا ہوں۔ دو ایک مضمون چوسر پر۔

حضرت امیر خسروؒ کے دیباچے کا ترجمہ تو ضرور ہونا چاہئے۔ اس میں بہت سی بنیادی باتیں ملتی ہیں۔ مثلاً شعر میں استاد کسے کہتے ہیں؟ حضرت امیر خسروؒ کی ایک ضخیم کتاب دیکھنے میں آئی جو پانچ رسالوں کا مجموعہ ہے، علم بیان پر۔ مگر مجھ میں ایک بری عادت یہ ہے کہ میں بس اپنی ہی کتابیں پڑھتا ہوں، مانگے کی کتاب پڑھنے میں الجھن ہوتی ہے۔ اسی لئے میں کتب خانوں سے بھی عموماً الگ ہی رہتا ہوں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ والسلام

جن مضمونوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان کے حوالے درج ذیل ہیں:۔

(1) Times Literary Supplement-- From Historicism to Marxist- Humanism (5th June 1969)

(2) Times Literary Supplement--Was Hegel a great Philosopher? (19 th June 1969).

(3) Times Literary Supplement— In Search of an Ideal Revolution (27th June1969)

(4) Times Literary Supplement—lecture by F.R. Leavis (29th May 1969).

مخلص

محمد حسن عسکری

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

54-K/2 کشمیر روڈ' پی ای سی ایچ سوسائٹی' کراچی۔ 29

۲۹ دسمبر ۱۹۶۹ء

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا ۱۹ دسمبر کا خط پرسوں ملا۔ خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ میں نے آپ کے خط کا جواب عید کے بعد دیا تھا۔ امید ہے کہ مل گیا ہوگا۔ رمضان شریف کی وجہ سے جواب لکھنے میں دیر ہو گئی اور عید کے بعد تین چار دن تک طبیعت خراب رہی۔ اس لئے غالباً میں نے ۱۵ کو خط لکھا ہے۔ بہر حال یہی فرض کرتا ہوں کہ خط آپ کو مل گیا۔ اس میں آپ کے خط کا مفصل جواب دے دیا تھا اور کچھ مشورے بھی زبردستی آپ کی خدمت میں عرض کئے تھے۔

آپ نے ڈاک سے اپنی کتاب بھیجی تھی وہ تو اب تک نہیں پہنچی۔ اب کسی کے ہاتھ بھجوائی ہے وہ بھی نہیں آئی۔ غالباً دس پانچ دن میں مل جائے گی۔ دسمبر کا ''شب خون'' نہیں ملا۔ جنوری کا تو شاید اب روانہ ہوا ہو۔

جامعہ الٰہیات تو ریہ کا پرچہ دیکھ کر مایوسی ہوئی۔ اسے نہ بھجوایئے۔ البتہ ''معرفت حق'' کئی مہینے سے غائب ہے اس کا مجھے انتظار رہتا ہے۔

میں نے ایک مضمون حضرت شیخ الہندؒ کے سلسلے میں لکھا تھا' بلکہ ۱۹۱۱ء کا ایک فرانسیسی مضمون مل گیا تھا جس میں کچھ اشارہ ان کی طرف تھا۔ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت سے میں نے اس کا خلاصہ اپنی تمہید کے ساتھ شائع کر دیا تھا۔ آپ کی اطلاع کے لئے آپ کو بھیجوں گا۔ سنا ہے کہ علی گڑھ میں کوئی صاحب حضرت شیخ الہندؒ پر پی ایچ ڈی کے لئے تحقیق کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو ان کا پتہ چل جائے تو انہیں بھی اس مضمون سے آگاہ کر دیجئے گا کیونکہ چند باتیں جو مجھے معلوم ہو گئی ہیں وہ انہیں کہیں اور سے معلوم نہیں ہو سکتیں۔

یہاں میرے ایک نوجوان دوست سر سید اور حالی کے یہاں ''نیچر'' کے تصور پر تحقیقی کام شروع کر رہے ہیں۔ ویسے تو وہ صنعت کار ہیں بلکہ بڑے صنعت کاروں میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں علم کا شوق دیا ہے اور ان کے دل میں دین کی عظمت رکھی ہے۔ پہلے تو انہوں نے امریکہ سے انجینئرنگ میں ڈگری لی تھی پھر یہاں سے انگریزی میں ایم اے کیا۔ اب اردو میں پی ایچ ڈی کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے۔ سوچا تو یہی ہے کہ وہ تمام مشرقی تہذیبوں میں فطرت کے تصور کا جائزہ لیں گے اور مغرب میں یونانیوں سے لے کر انیسویں صدی تک۔

پچھلے خط میں جو شاید آپ کو مل گیا ہوگا میں نے کچھ ادب اور فکر کے تازہ ترین رجحانات کے بارے میں عرض کیا تھا۔ آج پھر عرض کروں گا۔ امید ہے کہ آپ کو ناگوار نہ ہوگا۔ آپ کی تنقید اور تحریر میں بڑی جان ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ اردو میں نئی چیز ہے۔ مگر مغرب کے لحاظ سے دیکھیں تو یہ تنقید کا انداز اب از کار رفتہ ہو گیا ہے۔ یہ تو مدرسوں نے اپنی کلاسوں کو پڑھانے کے لئے نکالا تھا۔ اور کلاس میں ایک حد تک کارآمد بھی ہے۔ مگر اس میں بڑی خامیاں ہیں اور اس پر کئی طرف سے اعتراض وارد ہوئے ہیں۔ ''What is on the Page'' کا تصور لڑکوں کی ذہنی تربیت کے لئے کارآمد ہے' مگر ادب کو سمجھنے کیلئے سخت مضر بھی ہو سکتا ہے۔ اس تصور کے حامیوں سے بڑے زبردست لطیفے بھی سرزد ہوئے ہیں۔ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ Empson نے Donne کے کسی مصرعے پر تین صفحے گھسیٹ دیئے اور صرف ایک لفظ میں بیسوں معانی دریافت کیئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ لفظ غلط چھپ گیا تھا۔ Leavis نے ہنری جیمز کے ایک ابتدائی

ناول میں فنی پختگی دریافت کی۔ لیکن کتاب کے پہلے صفحے پر یہ نہ دیکھا تھا کہ ناول کا Revised Edition پڑھ رہے ہیں۔ غرض اس انداز کی تنقید میں ایک عقلمندی کا دعویٰ خواہ مخواہ پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرا اعتراض ان لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے جنھوں نے ازمنہ وسطیٰ سے لے کر سولھویں صدی تک کے ادب پر کام کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ الفاظ کے معانی "On the Page" نہیں ہیں بلکہ نظم سے باہر ہیں اور لفظوں کی تاریخ بھی ہوتی ہے۔ اگر اس تاریخ کا خیال نہ رکھا جائے تو تنقید گپ شپ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ تیسرا اعتراض طالب علموں اور نوجوانوں کی طرف سے وارد ہوتا ہے۔ وہ تو اب انگریزی ادب کے پروفیسروں کی پٹائی کرنے لگے ہیں۔ Time کی اطلاع کے مطابق ٹوکیو یونیورسٹی میں تو انگریزی کے پروفیسر سورج نکلنے سے پہلے اپنے کمروں میں پہنچ جاتے ہیں ورنہ لڑکے گزرتے ہوئے دیکھ لیں تو پتھر مارتے ہیں۔ لڑکوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ادب اور ادب کی تعلیم کو "Relevant" اور "Meaningful" ہونا چاہیے۔ یہ دو لفظ تو آج کل گویا سیاسی نعرے بن گئے ہیں۔

علاوہ ازیں اینگلو سیکسن دنیا میں پچھلے بیس سال سے ادبی تنقید رائج ہو رہی ہے اس کا تو ایک دم سے تختہ الٹ گیا ہے۔ اول تو اس کی بنیاد Logical Positivism, Pragmatism وغیرہ پر تھی۔ یہ سارے فلسفے نوجوانوں نے رد کر دیے ہیں۔ ادبی تنقید کے سلسلے میں نوجوانوں کا رخ فرانس اور جرمنی، ہنگری، رومانیہ کے مفکروں کی طرف سے اس نئی تنقید میں فلسفہ، ریاضی، طبیعات، مارکسیت، Structuralism اور Existentialism کی آمیزش ہے۔ اور کچھ مذہب بھی۔ اینگلو سیکسن نقادوں کو اپنے Linguistic Analysis پر بڑا ناز رہا ہے اور Leavis کے بعد سے یہ لوگ کہتے رہے ہیں کہ بس تنقید تو ہمارے یہاں ہی رہ گئی ہے، فرانس میں تو مر گئی۔ بعض فرانسیسی نقادوں نے بھی یہی کہا۔ اور اس پر بحث بھی خوب ہوئی۔ مگر یہ لوگ وہی مدرس تھے۔ مجھے تو ادب سے کوئی خاص دلچسپی رہی ہی نہیں اس لئے میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی کہ وہاں کس قسم کی نئی تنقید پیدا ہو رہی ہے۔ نئی تنقید کا ایک رسالہ کئی سال تک میرے پاس آتا رہا لیکن میں نے داد ہی نہ دی۔ پھر ایک خاص Symposium کیا تھا۔ اس کے بارے میں میری رائے دریافت کی۔ میں گول لگا گیا تو انہوں نے ناراض ہو کے رسالہ بھیجنا ہی بند کر دیا۔ بہر حال میں نے آج تک وہ رسالے نہیں پڑھے۔ اب پتہ چلا کہ اس تنقید نے اینگلو

سیکسن تنقید کو شکست فاش دے دی۔ غرض دنیا کے حالات اب کچھ دوسرے رخ پر جا رہے ہیں۔

آپ سے خلوص ہے اس لئے یہ کہنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ اگر جدیدیت ہی منظور ہے تو پھر آگے بڑھیے۔ آپ جس انداز کی تنقید لکھ رہے ہیں وہ اپنی جگہ قابل قدر ہے۔ اور اردو تنقید میں واقعی اضافہ کر رہے ہیں۔ مگر دنیا کے حالات دیکھتے ہوئے تو میں یہ کہنے کی گستاخی کروں گا:

چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے

آپ جانتے ہیں کہ مغرب کے لوگ خصوصاً امریکہ کے لوگ ''Trend'' کو تو ایک اٹل اور ناگزیر قانون سمجھتے ہیں۔ کوئی چیز موجود نہ ہو' لیکن اسے ''Trend'' کہہ دیا جائے تو فوراً چل پڑتی ہے۔ امریکہ کے دانشوروں نے کہہ دیا ہے کہ اب اگلے دس سال میں مذہب کا زور رہے گا تو ظاہر ہے کہ رہے گا۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ سب جھوٹے اور جعلی مذاہب ہوں گے۔ بہر حال آپ ادیب حضرات کو تو اب نئے سوالوں کا سامنا ہوگا۔ اس نئی صورت حال کو بھی نظر میں رکھیے۔ میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا کہ میں چند مضامین مغربی ادب کے بارے میں لکھنا چاہتا ہوں جن سے کسی کو دلچسپی نہیں ہوگی۔ آپ اجازت دیں گے تو شروع کر دوں گا۔ ایک اور چیز ہے۔ پرسوں مجھے رینے گینوں کے دس مضامین ایسے ملے ہیں جو کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئے۔ مگر نہایت آسان زبان میں عام لوگوں کے لئے بنیادی مسائل سمجھائے گئے ہیں اور نہ صرف اسلام بلکہ دوسرے بڑے ادیان کے حوالے سے بھی۔ ممکن ہے کہ نئے ''Trend'' کے پیش نظر آپ کو بھی ان سے دلچسپی ہو۔ اگر آپ کہیں گے تو ترجمہ کر دوں گا۔ بلکہ آپ چاہیں تو ہر مہینے یا دوسرے مہینے ترجمہ بھیج سکتا ہوں۔ بعض عنوانات یہ ہیں:۔ ''التوحید'' ''الفقر'' ''القشر واللب'' ''اسلام کا اثر مغربی تہذیب پر'' ''عربی حروف کا تعلق فرشتوں سے'' ''علم الکف''۔

ہاں ایک بات کہنی بھول گیا۔ پچھلے تیس سال میں مغربی پروفیسروں کی بہت بڑی تعداد ازمنہ وسطٰی کے ادب پر کام کرتی رہی ہے۔ دراصل یہ لوگ حقیقت کو تو سمجھتے ہی نہیں۔ بہر حال Icons' Symbols' Emblems وغیرہ پر انہوں نے خاصا کام کیا ہے اور خالص ادبی نقطۂ نظر سے کام کرتے ہوئے ایسے نتائج تک پہنچے ہیں جن کی روشنی میں Empson وغیرہم کی تنقید کھیل معلوم ہوتی ہے۔ اب یہ رنگ اور گہرا ہو جائے گا۔ آپ اردو اور فارسی شاعری پر غور کرتے ہیں۔ اگر ان باتوں کو آپ نے نظر میں نہ رکھا تو کیسے کام چلے گا۔ اس رجحان کی نمایاں

مثلاً Rosemond Tuve کا کام ہے۔ پھر جو لوگ پورے یورپ کے ادب کو نظر میں رکھ کر انگریزی شاعری پڑھتے ہیں ان کے لحاظ سے دیکھیں تو انگریزی نقادوں کا سارا کام ہی حماقت معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً Mario Praz کی کتاب The Flaming Heart دیکھ لیجیے۔ اگر آپ ان تحریروں پر غور کریں تو آپ اور بھی فائدے میں رہیں گے کیونکہ ازمنۂ وسطیٰ کی اطالوی، فرانسیسی، اسپینی شاعری کی بنیاد عربی اور فارسی شاعری پر ہے جہاں تک ان لوگوں کی براہ راست پہنچ بھی نہیں۔ آپ تو نہایت آسانی سے یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ ان Symbols وغیرہ کے پیچھے اصل میں معانی کیا ہیں۔

مجھے احساس ہے کہ میں دخل در معقولات کر رہا ہوں۔ آپ کو ناگوار گزرا ہو تو معاف فرمائیے گا۔ اور بے تکلفی سے مجھے بتا بھی دیجیے گا تا کہ میں آئندہ "ناصح" نہ بنوں۔

تصویر کا Negative ابھی مل نہیں سکا۔ مل گیا تو فوراً تصویر بھیجوں گا۔ البتہ تازہ ترین تصویر بطور تفنن حاضر ہے۔

امید ہے کہ آپ ہر طرح خوش و خرم ہوں گے۔

والسلام علیکم

مخلص

محمد حسن عسکری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

54-K/2 کشمیر روڈ، پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی۔ پاکستان

۴ جنوری ۱۹۷۰ء

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مدت سے آپ کے خط کا انتظار تھا اور آپ کی صحت یابی کی دعا روز مانگ رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ آج آپ کا خط آیا تو خیریت معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تندرستی برقرار رکھے۔ آمین۔ ساتھ ہی دیب صاحب کے انتقال کی خبر سے رنج ہوا۔ اب ایسے آدمی کہاں پیدا ہوں گے۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اس دوران میں دیب صاحب نے کون سے خاص علمی کام کئے اور کتاب بھی لکھی یا نہیں۔

''ترصیع الجواہر المکیہ'' اور مولانا محمد یعقوب صاحب'' کے ملفوظات ضرور بھیج دیجئے۔ آپ کی عنایت ہوگی۔ ابوالحسن ندوی صاحب کی ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں نے نہیں دیکھی۔ پتہ نہیں کیسی ہوگی۔ سب سے زیادہ ضرورت تو مجھے اس وقت دو کتابوں کی ہے۔ ایک تو تصوف کی نظم ہے پوربی زبان میں ''ہنس جواہر''۔ کہتے ہیں کہ لکھنؤ میں تو سڑک پر بکتی ہے اور اہم اتنی ہے کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ کو بچپن میں سبقاً پڑھائی گئی تھی۔ کوئی ایسا ایڈیشن مل جائے جو پڑھا جا سکے تو اچھا ہے۔ میں ہندی رسم الخط بھی پڑھ لیتا ہوں۔ دوسری چیز ہے حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے ملفوظات ''لطائف اشرفی'' (فارسی میں)۔ اردو ترجمہ میرے پاس ہے مگر جو ضروری حصے ہیں وہ چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ پھوچھ شریف ضلع فیض آباد میں ان کی درگاہ ہے' اور وہاں کے ایک سجادہ نشین سید حسن مثنیٰ انور صاحب جب علی گڑھ میں پی ایچ ڈی کر رہے تھے تو مجھے خط بھی لکھا کرتے تھے۔ اگر آپ ان کا کہیں سے پتہ معلوم کرلیں تو مشکل آسان ہو جائے گی۔

اصل میں ان دونوں چیزوں کا مجھے فرانسیسی میں ترجمہ کرنا ہے۔ آج کل فرانس میں ہمارے یہاں کے صوفیوں کی تصنیفات سے بہت دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ جب سے میرا مضمون چھپا ہے ترجموں کا تقاضا بہت بڑھ گیا ہے۔ ایک چیز تو تیار کر کے بھیج چکا ہوں۔ دوسرا ترجمہ کر رہا ہوں اور آئندہ کے لئے تیاری کرنی ہے۔ اگر آپ یہ دونوں چیزیں ڈھونڈ دیں تو آپ کا احسان ہوگا۔

میرے خط شائع نہ کیجئے گا۔ وہ تو میرے اور آپ کے درمیان گپ شپ ہے۔ ویسے کوئی مضمون ان شاء اللہ لکھوں گا۔ ذرا فرصت ملے۔ پچھلا سال تو زیادہ تر بیماری میں نکل گیا یا پھر اپنے ترجمے میں مصروف رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کام میرے سپرد کیا ہے جس کے لئے میں نے کبھی تیاری نہیں کی اور یہاں کوئی ایسا آدمی بھی نہیں جس سے مشورہ کر سکوں۔ اس لئے چھوٹے سے کام کے لئے بھی پورا Field work مجھے خود کرنا پڑتا ہے' اور ہر دفعہ از سرِ نو۔

یہ خط ادھورا پڑا ہے آج ۲۹ جنوری کو یوں ہی بھیج دیتا ہوں۔

والسلام

مخلص

محمد حسن عسکری

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی

۳ فروری ۱۹۷۰ء

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ ملا۔ میں انتظار کر ہی رہا تھا۔ دعا کرتا ہوں کہ اب آپ کا مزاج بخیر ہو۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ میری معروضات پر آپ ناراض نہیں ہوئے بلکہ آپ نے آجکل کے ادبی سوالات پر از سر نو غور فرمایا۔ آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میں تنقید سے کیا کام لینا چاہتا ہوں' تنقید کس طرح ہونی چاہیئے اور Meaningful سے میری کیا مراد ہے؟ دراصل پچھلے دو خطوں میں میری رائیں زیر بحث نہیں تھیں بلکہ میں نے تو ایک خبر نامہ مرتب کیا تھا اور آپ کو بتایا تھا کہ آجکل مغرب کی نئی نسل کن سوالات پر زور دے رہی ہے۔ ایک طرف تو Leavis بار بار کہہ رہے ہیں کہ ادب اور ادب کی تعلیم کو زندہ رکھنے کا اب صرف یہی طریقہ رہ گیا ہے کہ طالب علموں کو یہ یقین دلایا جائے کہ انسانی زندگی کے بارے میں ادب چند ایسی باتیں بتا سکتا ہے جو اور علوم نہیں بتا سکتے۔ اسی لئے وہ چاہتے ہیں کہ ادب اور تنقید ''Meaningful'' ہو۔ دوسری طرف طالب علم بھی اس بات سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے تعلیمی نظام میں ''Relevance'' چاہتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی Leavis اور دوسرے مفکروں سے پوچھتے ہیں کہ ''Life'' سے کیا مراد ہے' Meagingful سے کیا مراد ہے وغیرہ۔ غرض یہ سوال نہ تو میں نے اٹھائے ہیں نہ جواب کا بار مجھ پر ہے۔ یہ تو نوجوانوں کا مطالبہ ہے اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ وہ کتاب Student Power پڑھ لیجئے۔ اس میں آپ کے مطلب کی ایک خاص چیز ہے۔ ایک نوجوان نے پہلے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ بیسوی صدی میں انگلستان کے مفکروں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ جو کچھ ہوا ہے ادبی تنقید کے میدان میں ہوا ہے۔ پھر Leavis وغیرہ نقادوں کی خامیاں گنوائی ہیں۔ نوجوانوں کی رائے صحیح ہو یا غلط اس سے مجھے غرض نہیں۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ نوجوان اب چاہتے کیا ہیں۔

اگر میری رائے معلوم کرنا چاہیں تو میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ اگر مغربی معاشرے میں انتشار پیدا نہ ہوا ہوتا تو ادبی تنقید بھی پیدا نہ ہوتی اور نہ اسے یہ اہمیت حاصل ہوتی۔ ایک فحش قصہ ہے' مگر چونکہ مولانا اشرف علی نے سنایا ہے اس لئے نقل کرتا ہوں۔ ایک اندھے حافظ جی سے

شاگردوں نے کہا کہ حافظ جی شادی کرلو بڑے مزے کی چیز ہے۔ حافظ جی نے شادی کے اگلے دن شاگردوں سے شکایت کی کہ میں تو رات بھر روٹی لگا لگا کر کھاتا رہا' خاک بھی مزا نہ آیا۔ لڑکوں نے کہا کہ حافظ جی' یہ کیا غلطی کی' روٹی سے تھوڑی کھاتے ہیں' مارتے ہیں۔ حافظ جی نے رات بھر پٹائی بھی کر کے دیکھ لی۔ مگر پھر بھی مزا نہ آیا۔ ادبی تنقید کا بھی یہی حال ہے اور ادبی تنقید کے مختلف مکتب بھی اسی قسم کے ہیں۔ بہر حال یہ تو ہمارے زمانے کی مجبوری ہے۔ آجکل کی تو شادی بھی ایسی ہی رہے گی اور ادبی تنقید بھی۔ خصوصاً جب ادبی تنقید سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ ایسی ہدایت فراہم کرے جو صرف وحی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

آپ نے ادب کی فلسفیانہ تشریح کے نقائص گنوائے ہیں۔ اور آپ کا خیال درست ہے۔ ایسی بحث کٹھ حجتی یا پھس پھسا پن پیدا کرتی ہے۔ بالکل بجا ہے۔ لیکن اس کی حقیقی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کو مغرب میں فلسفہ کہا جاتا ہے وہ خود ہی کٹھ حجتی کا دوسرا نام ہے۔ محض تاریخی نقطۂ نظر ہی سے دیکھیں تو شعر "فلسفے" کے ذریعہ اظہار کے طور پر وجود میں نہیں آیا تھا۔ بہر حال میں نے جس بات پر زور دیا تھا وہ یہ ہے۔

آجکل نوجوان ادب اور تنقید سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں جسے ہم آسانی کی خاطر "فلسفہ" یا "فلسفۂ حیات" کا نام دے سکتے ہیں۔ جیسا آپ فرماتے ہیں فلسفیانہ بحث سے کٹھ حجتی اور پھس پھسا پن پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے ہم ابھی سے پیشین گوئی کر سکتے ہیں کہ نوجوانوں کو ادب سے وہ چیز دستیاب نہیں ہوگی جس سے ان کی تسلی ہو سکے۔ بہر حال ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم تو ادب اور تنقید کو صرف اسی شرط پر پڑھیں گے کہ اس میں Relevance ہو۔ میں نے تو آپ کو صرف خبر دار کیا تھا کہ نیا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے اس سے غافل نہ رہئے۔

میں آپ کے اس خیال سے بھی متفق ہوں کہ شعر الفاظ کا مجموعہ ہوتا ہے اور ہمیں ان کی Symbolic Significations دیکھنی چاہئیں۔ مگر اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ الفاظ کیا چیز ہیں' اس میں معنی کہاں سے آتے ہیں۔ الفاظ کا فریضہ کیا ہے۔ ان سوالوں کے درجنوں جواب موجود ہیں۔ فی الحال مجھے اس سے غرض نہیں کہ کون سا جواب ٹھیک ہے۔ لیکن Empson اور Leavis وغیرہم اور الفاظ کا تجزیہ کرنے والے اینگلو سیکسن نقادوں کی تحریروں کے پیچھے بڑی حد تک Logical Positivism کا فلسفہ ہے۔ ممکن ہے کہ یہی فلسفہ درست ہو۔ مگر "حالات

حاضرہ'' کی رو سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اینگلو سیکسن نوجوانوں تک اس فلسفے سے دل برداشتہ ہیں۔ اور یورپ میں تو Hegelianism کا احیاء ہورہا ہے۔ میرا مشورہ صرف اتنا تھا کہ آپ یہ پہلو بھی نظر میں رکھیں۔ یہی حال Symbols کا ہے۔ Symbols کی حقیقت کیا ہے؟ یہاں بھی درجنوں تشریحات ہیں۔ مگر اینگلو سیکسن نقادوں کی منظورِ نظر Symbolic logic بہر حال رخصت ہو رہی ہے۔ Leavis اور Empson کی جن حماقتوں کی مثالیں میں نے دیں وہ درست ہے کہ ہر ایک سے سرزد ہوسکتی ہیں۔ مگر میرا مطلب تو یہ تھا کہ اس طریق کار میں تو یہ حماقتیں Built-in ہیں۔ علاوہ ازیں جس Iconology کا ذکر میں نے کیا تھا اس سے مراد ہربرٹ ریڈ وغیرہ کے خانہ ساز نظریے نہیں۔ ورنہ پھر تو یہ حال ہوگا کہ جس زمانے میں یونگ کا فیشن تھا میرلن منرو کو جدید دور کا myth بتایا جاتا تھا۔ آجکل بری ژیت باردو یا بار برا اسٹرائسنڈ کو نیا Icon کہا جاتا ہے۔ میرا اشارہ تو سیدھی سادی Iconography کی طرف تھا۔ یعنی پرانے زمانے کی Emblem Books وغیرہ کی تصویروں کو شعری استعارات سے ملا کر دیکھ لیا کہ ان میں کیا معنی ہوسکتے ہیں۔ یہ تنقید بہت ہی ''غیر خلاقانہ'' ہے مگر ان لوگوں نے مغربی شاعری کے متعلق اتنا مواد جمع کر دیا ہے کہ اب اس سے نظریں نہیں چرائی جاسکتیں۔

اسی لئے میں نے کہا تھا کہ Rosemond Tuve کی کوئی کتاب ضرور پڑھ لیجئے۔ میرے بارے میں یہ نیک گمان نہ کیجئے کہ میں کتابیں پڑھتا ہوں۔ البتہ چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ میں تو بس دور سے یہ دیکھ لیتا ہوں کہ آج کل حماقتوں کا کیا رنگ ہے۔ Tuve کا ایک مضمون آپ کے لئے اتنا کارآمد ہے کہ میں تو اس کے اقتباسات آپ کو لکھنا چاہتا تھا۔ لیکن ان کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی۔ آپ کے سارے سوالوں کے جواب اس مضمون میں مل جائیں گے۔ چونکہ نقطۂ نظر خالص ادبی ہے اس لئے آپ کو اور بھی دلچسپی ہوگی۔ پوری کتاب کا نام ہے (Allegorical Imagery (Princeton 1966 لیکن کتاب کا ایک باب مندرجہ ذیل مجموعے میں بھی شامل ہے آپ کے لئے وہی کافی ہے:۔

Elizabethan Poetry (Modern Essays in Criticism) Edited by Paul Alpers (Oxford paperback 1967)

Tuve کے مضمون میں چند بنیادی خامیاں ہیں جو آسانی سے دور ہوسکتی ہیں کیونکہ آپ

مشرقی شاعروں سے واقف ہیں۔ بہر حال مضمون میں بحث لفظوں اوران کے معنوں پر ہی ہے۔

آپ لفظوں کے استعمال پر غور کرتے ہیں تو بالکل مناسب ہے۔ میں بھی اپنی کلاسوں میں دن بھر یہی کرتا ہوں۔ لیکن عرض یہ ہے کہ صرف غالب ہی کے الفاظ پر کیوں غور کرتے ہیں؟ سودا کے الفاظ پر کیوں نہیں؟ اگر الفاظ ہی کے ذریعے چلنا ہے تو بیدل اور سودا کے الفاظ کا تقابلی مطالعہ کیوں نہ ہو؟ خصوصاً ہجویات میں؟ ہجوگرما' اور خصوصاً ہجوسرما میں سودا نے بیدل کا رنگ کس طرح استعمال کیا ہے؟ اگر آپ سودا کے یہاں تلاش کریں تو پورا نظریۂ شعر مل جائے گا۔ کم سے کم وہ اعتراضات دیکھ لیجئے جو سودا نے میر کے مرثیے پر کئے ہیں۔

وجود کی کلیت اور معنویت وغیرہ پر ادب میں ہمیشہ بحث ہوئی ہے۔ درست ہے۔ ادب میں ان مسائل کی تلاش براہ راست کیوں کی جائے؟ یہ مجھ سے نہ پوچھیئے ان نوجوانوں سے پوچھیئے جن کا یہ مطالبہ ہے۔ میں نے تو آپ کو ایک خبر سنائی تھی۔ میرے نزدیک تو یہ بھی ایک تماشا ہے۔ لیکن آپ کا تخاطب نوجوانوں سے ہے۔ اس لئے یہ آپ کا مسئلہ ہے میرا نہیں۔ البتہ مشورتاً یہ عرض کردوں گا کہ اگر زمانہ آپ کو ان مسائل سے الجھنے پر مجبور کردے تو Maritain کی دو ایک چھوٹی موٹی کتابیں پڑھ لیجئے مثلاً Introduction to Metaphysics اس کتاب میں وجود کے مسئلے پر اچھی بحث ہے۔ گو بنیاد غلط سہی۔ اگر اس بحث کو لطائف وظرائف کے انداز میں پڑھنا چاہتے ہوں تو Chesterton کی ''St.Thomas Aquinas'' دیکھ لیجئے۔ وجود وغیرہ کے مسائل سے شغف کا نتیجہ یہ بھی ہوا ہے کہ چیسٹرٹن کی Boozy Heartiness کو لوگوں نے معاف کردیا ہے اور اس کی کتابیں پروفیسر تک پڑھنے لگے ہیں۔ (ذاتی طور سے میں چیسٹرٹن کو بعض حالات میں ایلیٹ سے اچھا نقاد سمجھتا ہوں۔)

''گنج سوختہ'' ابھی تک نہیں ملی۔ اگلے ہفتے دو دن کے لئے لاہور جارہا ہوں' شاید وہاں مل جائے۔ ''شب خون'' تو تین مہینے سے مجھے نہیں ملا اور دو مہینے سے تو یہاں کسی کو بھی نہیں ملا۔

ان شاء اللہ مضمون ضرور لکھوں گا۔ اور گینوں کا ایک آدھ مضمون بھی ترجمہ کروں گا۔ مگر ہمیشہ یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ مضمون پہنچے گا بھی یا نہیں۔

میں نے اپنا ایک مضمون حضرت شیخ الہندؒ کے بارے میں بھجوادیا تھا شاید ملا ہو۔

دعا ہے کہ آپ صحت یاب ہوچکے ہوں۔

چھوٹے موٹے مضمون لکھنے کو تو اکثر جی چاہتا ہے مگر میرے ٹلانے کے باوجود طالب علم مجھے گھیر لیتے ہیں۔ مصیبت یہ ہوگئی ہے کہ میرے رشتہ دار اور دوست جو کہئے طالب علم ہیں۔ اس لئے اگر بڑا بھائی یا بہن مجھ سے پڑھ چکا ہے تو چھوٹا بھائی بھی میرے ہی پاس پہنچتا ہے۔ اس طرح مثلاً ایم اے کے دس پرچے میں اکیلا پڑھا رہا ہوں۔ ہومر سے لیکر آڈن تک۔ وقت ہی نہیں بچتا۔

اگر کوئی ضروری کتاب بھیجنی ہو تو مندرجہ ذیل پتے پر بھیج دیا کیجئے۔ مجھے فوراً مل جائے گی۔

C/o Mrs. 1.Fernandez,199 Sutton Heights, Albion Road, Sutton, Surrey (U.K)

والسلام
مخلص۔ محمد حسن عسکری

۸۶

کراچی۔ ۲۱ اپریل ۷۰ء

برادرم۔ السلام علیکم

آپ کا ۱۴ اپریل کا خط ملا۔ تین رسالوں کا پیکٹ آپ کے خط سمیت صرف چار روز پہلے ملا تھا۔ میں نے فروری کے شروع میں آپ کو جو خط لکھا تھا اس کا جواب دو مہینے تک نہیں آیا تو میں سمجھا کہ ملا ہی نہیں۔ اب رسالوں کے ساتھ آپ کا خط بھی ملا تو اطمینان ہوا کہ خیر پہنچ گیا تھا۔ وہ حضرت شیخ الہند" والا مضمون تو ایک صاحب نے لندن سے آپ کو روانہ کیا تھا۔ تعجب ہے کہ وہ بھی غائب ہوگیا۔ آپ کو خط لکھتے ہوئے اب یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ پہنچے نہ پہنچے کا ہی ٹھیک نہیں تو لمبا خط لکھنے سے کیا فائدہ۔ پھر آپ جو کتاب یا رسالہ بھیجتے ہیں وہ بھی ضائع ہی ہوتا ہے۔ اتفاق سے پہنچ گیا تو پہنچ گیا۔

آپ کی تشویش بے جا ہے' آپ کا خط ہی غائب تھا تو میں جواب کیا لکھتا۔ میں تو ادھر پریشان تھا کہ آپ کی خیریت ہی نہیں معلوم ہو رہی۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ اس عرصے میں بخیریت رہے ہیں۔

بیدل کی کلیات ابھی تک دستیاب نہیں ہوسکی۔ برابر کوشش کر رہا ہوں۔

سلیم احمد کو آپ کا پیغام پہنچا دوں گا۔ خدا کرے اس مرتبہ گنج سوختہ آجائے۔

دعا ہے کہ آپ خوش وخرم ہوں۔

والسلام

مخلص

محمد حسن عسکری

۷۸۶

کراچی ۱۹ جولائی ۷۰ء

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کل آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میں تو سمجھا تھا کہ آپ کو میرا اپریل والا خط ملا ہی نہیں۔ بہرحال خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ اس دوران میں آپ کے بھائی صاحب نے ڈھاکے سے کتاب بھیج دی تھی۔ لیکن ان کا خط آنے کے عرصے کے بعد کتاب پہنچی۔ ان کا پتہ اس دوران میں میرے پاس سے غائب ہو چکا تھا' اس لئے انھیں رسید بھی نہ لکھ سکا۔ اب آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کا بھی۔

اس زمانے میں امتحانوں کی وجہ سے سخت مصروفیت رہی۔ چھٹیاں تو ۲۷ جولائی سے ہو رہی ہیں۔ مگر غالباً میں ۲۰ اگست تک کراچی ہی میں نہ ہوں گا۔ پھر ۱۵ اکتوبر کے قریب واپس آؤں گا۔

ہندوستان سے رسالے بالکل نہیں آرہے۔ اگر آپ بھیجیں گے تو ضائع ہی ہوں گے۔

یہ آپ کی محبت ہے کہ آپ اپنی کتاب میرے نام معنون کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے انکار بھی نہیں کر سکتا۔ مگر آل احمد سرور صاحب کے ساتھ اپنا نام چپکا ہوا دیکھ کر مجھے ہنسی آتی ہے۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میری دعوت کی اور ایک روئی کی بوری لا کے میرے پاس بٹھا دی۔ بہرحال آپ کو اختیار ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

پچھلے چار مہینے سے پڑھانے میں اتنا مصروف رہا ہوں کہ اپنا کوئی کام نہیں کر سکا۔ ابھی ایک مہینہ اور ایسے ہی گزرے گا۔

دعا ہے کہ آپ ہر طرح بخیریت ہوں۔

والسلام

مخلص محمد حسن عسکری

محمد حسن عسکری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی ۳ نومبر ۷۰ء

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ آپ کی علالت کی خبر سے تشویش ہوئی۔ دعا ہے کہ آپ جلد صحت یاب ہو جائیں۔ دوران سر آجکل تو عموماً معدے کی خرابی سے ہوتا ہے، یا جگر کی خرابی سے اور سب سے زیادہ تو Amoebic Dysentery کی وجہ سے۔ میرے خیال میں معدے اور جگر کے علاج کی طرف توجہ کیجئے۔ آجکل یہ بھی دیکھا جا رہا ہے کہ ان سب امراض میں طبی دوائیں زیادہ فائدہ مند ثابت ہو رہی ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ اس دوران میں آپ نے دو خط اور بھیجے ہیں لیکن مجھے نہیں ملے، حالانکہ میں اس دفعہ لاہور بھی نہیں جا سکا۔ پہلے تو والدہ کی طبیعت کچھ خراب رہی۔ پھر مجھے بخار آ گیا۔ غرض چھٹیاں بالکل بیکار گئیں۔ ابھی تک بخار کی کمزوری رفع نہیں ہوئی۔

رسالہ بھی نہیں آیا۔ دراصل رسالوں اور کتابوں کی آمد و رفت بالکل بند ہے اس لئے اگر آپ رسالہ بھیج بھی رہے ہیں تو کوئی فائدہ نہیں۔ الٹا آپ کا نقصان ہی ہو رہا ہے۔ ادھر میرا ایک مضمون کوئی تیس صفحے کا ایک فرانسیسی رسالے میں شائع ہوا ہے۔ سوچا تھا کہ ایک کاپی آپ کو بھیج دوں مگر کوئی چیز آپ کو بھیجی جائے تو وہ بھی نہیں پہنچتی۔ Rosemond Tuve کی کتاب سے چلیئے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ کولرج نے Allegory وغیرہ کی جو تعریف کی ہے وہ غلط ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے لئے Specialist ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ اس کی تو خوبی ہی یہ ہے کہ جو باتیں ابھی تک نظروں سے چھپی ہوئی تھیں وہ سامنے آ گئی ہیں۔ مصنفہ نے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ بعض جگہ غلط ہوں گے کیونکہ انہیں رموز کے علم سے واقفیت نہیں۔ بہر حال پرانی کتابوں کے جو اقتباسات انھوں نے نقل کر دیئے ہیں وہی کار آمد ہیں۔ یہاں سوال سولہویں صدی کے مذہبی ادب کا نہیں بلکہ پورے Medieval اور Renaissance ادب کا ہے۔ ازمنہ متوسطہ میں تو مذہبی اور غیر مذہبی ادب کے درمیان ایسی حد فاصل بھی نہ تھی۔ کتاب کا پہلا باب جو Definitions سے متعلق ہے اس میں آپ کو اپنی دلچسپی کی بہت چیزیں ملیں گی۔ خصوصاً What is on the page والی جو بچگانہ تنقید انگلستان میں چلی ہے اس کی بے مائیگی پر

مصنفہ نے اچھی روشنی ڈالی ہے۔ اگر یہ کتاب Symbol کی تعریف کو بہت محدود کر دیتی ہے تو کیا برائی ہے؟ آپ کو تعریف چاہیے یا وسعت چاہیے؟

میں حضرت محمد یعقوب مجددیؒ صاحب سے تو واقف نہیں ہوں لیکن غالباً انہوں نے علم بیان کا ایک عام اصول بتایا ہے۔ اس کی صورت ایسے ''نظریے'' کی نہیں کہ وٹ گنسٹائنکے نظریے سے تطابق ڈھونڈا جائے۔ علاوہ ازیں آجکل تو یہ کہنا مشکل ہے کہ زبان کے بارے میں اس کا نظریہ کیا تھا۔ شروع کی کتاب اور آخری کتاب میں بہت فرق ہے۔ انگلستان کے مدرس لوگ اسے انقلابی سمجھتے ہیں اور طالب علم اسے رجعت پسند کہتے ہیں۔ خود اس کا حال یہ تھا کہ اگر وضاحت طلب کی جائے تو وہ کلاس میں پڑھاتے پڑھاتے بے ہوش ہو کر گر پڑتا تھا۔ مجھے وٹ گنسٹائن بحیثیت ایک مریض کے زیادہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ رہے اس کے نظریات تو یہ بحث بہت پیچیدہ ہو جاتی ہے کیونکہ اس کے پیچھے Logical Positivism کی تحریک ہے جو نئی اور غیر ارسطاطالیسی منطق کے نشو و نما کے ساتھ الجھی ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ معاملہ ابن رشد تک پہنچتا ہے۔ بہر حال میرے دائرے سے خارج ہے۔

آپ نے رسم الخط کے مسئلے پر میرا جو مضمون چھاپا ہے تو آپ کی عنایت ہے۔ مگر وہ مضمون شروع میں ''سات رنگ'' میں بھی غلط چھپا تھا۔ ایک آدھ جگہ تو تین چار سطریں رہ گئی تھیں جن سے مضمون نہ صرف خبط ہوا بلکہ الٹا ہی ہو گیا۔ ''نیا دور'' والوں نے اسی کو اٹھا کے چھاپ دیا' مجھ سے پوچھا تک نہیں۔ چنانچہ وہ غلطیاں بدستور قائم رہیں۔ بہر حال اب تو ہو گیا۔

یہ خط پہلے روزے کو شروع کیا تھا' آج تیسرے روزے کو ختم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رمضان شریف کی برکتیں آپ کو اور ہم سب کو عطا فرمائے۔

امید ہے کہ اب آپ بالکل تندرست ہوں گے۔ بہر حال آپ کی صحت کی طرف سے تشویش ہے۔ جواب کا انتظار رہے گا۔ والسلام۔

مخلص۔ محمد حسن عسکری

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی

۲۱ مئی ۷۱ء

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۹ مئی کا عنایت نامہ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ آپ نے اس سے پہلے کے خط کا جو ذکر کیا ہے وہ مجھے نہیں ملا۔ بہر حال آپ کی خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی اور تشویش دور ہوئی۔ نماز کے بعد آپ کی صحت کے لئے دعا کرتا رہا ہوں۔

میری طبیعت سال بھر سے ہی کچھ خراب رہی ہے۔ پہلے تو بار بار بخار آتا رہا۔ معلوم ہوا کہ Bacterial Infection ہے۔ اس کی دوا کھائی تو دوا کا ردعمل ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب کچھ سنبھلا ہوں۔

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کے ملفوظات اور ہنس جواہر کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے بہت عنایت فرمائی۔ ہنس جواہر کی بہت تعریف سنی تھی۔ خصوصاً اس لئے اور بھی تجسس تھا کہ تصوف کی کتاب ہے اور پہلے بچوں کو سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی تھی۔ جنوری اور فروری کے پرچے بھی دیکھنے میں آئے۔ بہت دلچسپ ہیں۔

Walter Sterin کی کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ یقیناً دلچسپ ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت مند رکھے۔ آمین

والسلام

مخلص۔ محمد حسن عسکری

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۳ جنوری ۷۳ء

برادرم شمس الرحمٰن فاروقی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

نور پرکار صاحب کی عنایت سے آپ کی خیریت معلوم ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے بحمد اللہ میں بھی بخیریت ہوں۔ روزانہ آپ کے لئے دعا کرتا رہا ہوں۔ امید ہے کہ اس عرصے میں آپ نے بہت

کچھ لکھا ہوگا۔

میں پچھلے دو سال کے عرصے میں بہت مصروف رہا۔ دو تین آدمی انگریزی ادب کے سلسلے میں تحقیقاتی کام کر رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ایک کام تو مکمل ہو گیا۔ میری ایک شاگرد ہیں لبنیٰ آفندی۔ ابھی پندرہ بیس دن ہوئے انھیں پیرس یونیورسٹی سے Matrise کی ڈگری مل گئی (جو تقریباً M.Phil کے برابر ہے)۔ ان کی تحقیق کا موضوع تھا:

Symbolism in the poetic works of D.H.Lawrence in the light of Islamic Esoterism

ایسے وقت دیب صاحب یاد آتے ہیں۔ میرے شاگرد جو کچھ کریں دراصل وہ انھیں کا فیض ہے۔ علاوہ ازیں The Intelligent Heart کے پہلے ایڈیشن میں Harry T. Moore نے لکھا ہے کہ لارنس پر پی ایچ ڈی کے لئے تحقیقی کام دنیا میں سب سے پہلے الہ آباد یونیورسٹی میں ہوا۔

میرے ایک اور دوست ہیں' ظفر حسن جو پی ایچ ڈی کے لئے مقالہ تیار کر رہے ہیں۔ ان کا موضوع ہے سرسید وغیرہ کے یہاں فطرت کا تصور' یعنی مغربی افکار کا اثر۔ ان میں خوبی یہ ہے کہ پہلے انہوں نے امریکہ سے Textile Engineering میں ڈگری لی۔ پھر واپس آ کر انگریزی میں ایم اے کیا۔

اسی طرح ایک اور صاحب ہیں جو شیکسپیئر کے تاریخی ڈراموں پر کام کر رہے ہیں۔

غرضکہ میں انہیں کاموں میں مصروف رہا ہوں۔ خود کچھ نہیں لکھا بلکہ اب تو شاید مصروفیت زیادہ ہو جائے۔ کیونکہ ایک صاحب نفسیات میں تحقیقی کام شروع کرنے والے ہیں۔

دعا ہے کہ آپ مکمل طور سے تندرست ہوں۔

نور پرکار صاحب سے فرما دیجئے کہ پتہ صاف لکھا کریں۔

والسلام

مخلص

محمد حسن عسکری

''شب خون'' (الہ آباد)۔ جولائی ۱۹۸۰

ممتاز شیریں کے نام

معرفت مکتبۂ جدید، انارکلی لاہور

۲۰ جولائی ۴۸ء

محترمہ، آداب

اس وقت رات کا ڈیڑھ بجا ہے، میں نے اسی وقت قدرت اللہ شہاب کی کتاب ''یا خدا'' پڑھ کر ختم کی ہے۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو ایسا ''دیباچہ'' لکھنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ آپ نے بڑے بے لاگ طریقے سے، اور بالکل بے جھجک حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ آپ نے جس طرح فسادات کے متعلق افسانوں کا تجزیہ کیا ہے، وہ مجھے بہت پسند آیا، خصوصاً کرشن چندر کے متعلق تو آپ نے بڑی صاف گوئی سے کام لیا ہے۔ آپ نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آپ کا ذہن ہر قسم کے تعصبات سے پاک ہے اور آپ کسی کی رورعایت نہیں کرتیں۔ ہمارے ادیب اس خوف سے اپنی زبان بند رکھتے ہیں کہ ہمارا کوئی ہندو دوست بُرا نہ مان جائے، یا ہمیں رجعت پسند نہ سمجھ لیا جائے۔ اس قسم کا خوف ہمارے قومی نقطۂ نظر سے جو کچھ بھی ہو، خالص ادبی نقطۂ نظر سے بھی بڑی پست چیز ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ ہمارے یہاں کم سے کم ایک لکھنے والے نے تو دیانت داری برتی۔ میں تو یہ ذرا بھی نہیں چاہتا کہ محض قومی فائدے کے لئے لوگ اپنی اصلی رائے کو چھپائیں، یا حقیقت کو مسخ کریں۔ اگر ہمارے یہاں واقعی کوئی ایسا آدمی ہے جو Rimbaud کی طرح کا کوئی vision اپنے اندر رکھتا ہے، اور وہ پاکستان کی بربادی کی دعائیں مانگتا ہے تو میں اس سے اختلاف رکھنے کے باوجود اسے سر آنکھوں پر بٹھاؤں گا، اسے اظہار کی پوری آزادی دوں گا، اور اس کے اس حق کی حمایت میں قائد اعظم تک سے لڑنے کو تیار رہوں گا، مگر دُکھ تو اس بات سے ہوتا ہے کہ ہمارے ادیب محض دوسروں کو خوش کرنے کے لئے یا دوسروں کے کہنے سے پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف نفرت یا کم سے کم بدظنی پھیلاتے ہیں۔ پاکستان حاصل کرنے کے لئے تو عوام کے ووٹوں کی ضرورت تھی، ان پر نام نہاد Intellectuals کا کوئی اثر نہیں تھا۔ عوام نے پاکستان حاصل کر لیا، لیکن پاکستان کا استحکام محض ووٹوں سے تو نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے تو

پوری قوم کی ذہنی اور اخلاقی کاوش کی ضرورت ہے' اور زندگی کی چھوٹی سے چھوٹی باتوں سے لے کر بڑی سے بڑی باتوں تک میں پڑھے لکھے لوگوں کی پوری جدوجہد کے بغیر ہمیں استحکام کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ لیکن ہمارے ادیب ہیں کہ وہ پاکستان ہی کو ختم کرنے کے درپے ہیں' اور وہ بھی اپنے کسی فائدے کے لئے نہیں' محض غیر جانب داری' آزاد خیالی اور ترقی پسندی کا تمغہ حاصل کرنے کے لئے۔ ان حالات میں یہ تو بڑی مبارک فال ہے کہ آپ مسلمانوں کی طرف سے بولیں اور آپ نے اس سازش کا پردہ فاش کیا جو ادب کے پردے میں مسلمانوں کے خلاف ہو رہی ہے۔ اس پر آپ کو جتنی بھی مبارک باد دی جائے کم ہے' کیونکہ یہ بات تو ذرا مشکل ہی سے سمجھ میں آتی ہے کہ کوئی ادیب اس حد تک مسلمانوں کا حامی ہو۔ پھر آپ نے کوئی جذباتی بات بھی نہیں کہی' سیدھی سیدھی دو اور دو چار والی باتیں کی ہیں۔ میں اس بات کو پاکستان کے حق میں کوئی اچھی بات نہیں سمجھوں گا کہ پاکستانی ادیب ہر بات میں قوم یا حکومت کی حمایت کرنے لگیں' یا ہر بات کو صرف قومی مفاد کے نقطۂ نظر سے دیکھیں۔ میں تو صرف محض معروضیت اور سچی غیر جانب داری چاہتا ہوں' اور قوم کی سچی تعمیر کا راز اسی میں سمجھتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ آج کل فرانس میں ''ذمے دار ادب'' کا بڑا چرچا ہے۔ اس کے متعلق Andre Gide نے کہا تھا کہ I count only on the deserter میں تو اس مقولے کا بُری طرح قائل ہوں۔ اگر میں اپنے لئے کسی شاندار مستقبل کے خواب دیکھتا ہوں تو ''وفادار'' کی حیثیت سے نہیں بلکہ ''بھگوڑے'' کی حیثیت سے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ Gide افریقہ میں Writers' Resistance Committee کا سکریٹری بھی تھا (حالانکہ بعد میں آراگون صاحب نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ ژید پر مقدمہ چلایا جائے' کیونکہ وہ جرمن سپاہیوں کے رویے کی تعریف کرتا ہے)۔ تو ایسے نازک وقت میں تو ژید تک قومی خدمت پر آمادہ ہوگیا تھا کیونکہ اس وقت ذہنی ایمانداری کا تقاضا یہی تھا۔ مگر ہمارے ہاں ایمانداری صرف اسی میں سمجھی جاتی ہے کہ پاکستان کی مخالفت کی جائے یا جو ادیب ایسے ہیں جنھوں نے قہر درویش بر جان درویش پاکستان کے وجود کو تسلیم کر ہی لیا ہے' وہ بے تعلق رہنا چاہتے ہیں۔ بلکہ پاکستان کی عملی حمایت کا مطلب جاہ پرستی سمجھتے ہیں۔ یہاں چند نوجوان ایسے ادیبوں کی ایک نئی انجمن بنانا چاہتے تھے جو پاکستان کے وفادار ہوں۔ مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی' میں نے تاثیر صاحب کو بھی شرکت کے لئے راضی کرلیا' لیکن جب

یہ نوجوان قیوم نظر صاحب وغیرہ کے پاس گئے تو انہیں یہ جواب ملا کہ تاثیر اور عسکری کو کسی ملازمت کی تلاش ہے۔ادیبوں کی انجمن بنا کے اپنا پروپیگنڈا کرنا چاہتے ہیں تا کہ لمبا ہاتھ مار سکیں۔اب بتائیے کہ ایسے عالم میں آدمی کیا کرے کیا نہ کرے ترقی پسندوں نے میرے بارے میں یہ اڑا رکھا ہے کہ اسے حکومت سے پیسے ملتے ہیں۔غرضیکہ بولیں تو یہ سب سنیں اور چپ کیسے رہیں قوم کو مرتے ہوئے نہیں دیکھا جاتا۔ مجھے تو آپ کی یہ تحریر دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ خدا کرے کہ آپ زیادہ لکھا کریں۔ ہماری ضرورت تو قوم کو اسی وقت ہے۔ کہیں تریاق بعداز وقت نہ پہنچے۔

قدرت اللہ شہاب صاحب کا افسانہ بھی مجھے بہت پسند آیا۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ کتاب ہر پاکستانی کے گھر میں ہونی چاہیے۔ اگر شہاب صاحب پسند کریں تو میری یہ رائے اپنی کتاب کے اشتہار میں دے دیں۔ میں اس پر اخبار ''امروز'' میں تبصرہ کر رہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ زیادہ سے زیادہ اخباروں میں اس پر تبصرہ ہو جائے۔ خیر یہ کوئی لافانی افسانہ تو نہیں ہے مگر اپنے مقصد کے پیش نظر بڑا کامیاب ہے۔ آخر Vercors کی The Silence of the Sea ہی کون سی لافانی ہے؟ یا اس قسم کی دوسری کتابیں؟ مگر پھر بھی ان کتابوں کا ایک مقام ہے اور ان مصنفوں کی قومیں بجا طور پر ان کی شکر گذار ہیں۔ شہاب صاحب بھی اس طرح ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ انھوں نے غیروں کے مظالم دکھانے پر اتنا وقت صرف نہیں کیا جتنا اپنوں کے مظالم پر۔ کتاب کا تیسرا حصہ سب سے اچھا اور سب سے زیادہ بااثر ہے۔ خصوصاً آخری سین کی تو داد نہیں دی جا سکتی۔ میں کتاب پر مفصل تبصرہ کر رہا ہوں۔

خیر خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ذہنوں پر سے ترقی پسندی کی دھند تو چھٹنے لگی۔ شہاب صاحب کو میری مبارک باد پہنچا دیجئے۔

ذرا یہ تو بتائیے کہ کراچی کا ادبی ماحول کیسا ہے۔ کتنے لوگ پاکستانی ہیں اور کتنے ترقی پسند؟ ذرا جلدی جواب دیں تو اچھا ہے۔ صمد شاہین صاحب کو آداب۔

نیاز مند۔ محمد حسن عسکری

معرفت سعادت حسن منٹو صاحب نمبر ۳۱ لکشمی مینشنز مال روڈ لاہور

۱۴ اگست ۱۹۴۸ء

مکرمہ آداب آپ کا خط ملا شکریہ۔ آپ کا وہ مختصر افسانہ ابھی تک نہیں پہنچا جلدی بھیجیے

اور وہ طویل افسانہ بھی ۔ بے حد انتظار رہے گا۔

منٹو صاحب کی ایک کتاب ''سیاہ حاشیے'' فسادات سے متعلق شائع ہو رہی ہے۔ اس پر میں نے دیباچہ لکھا ہے' وہ آپ کو دو ایک دن میں بھیج دوں گا۔ اُسے شامل کر لیجئے۔ دراصل میں نے یہ مضمون آپ ہی کے لئے لکھا تھا' لیکن منٹو صاحب نے کہا کہ میں اسے دیباچہ بنائے لیتا ہوں۔ اس لئے وہ میں نے آپ کو نہیں بھیجا۔ اب وہ کہتے ہیں کہ چلو ''نیا دور'' میں بھی چھپ جانے دو' چنانچہ میں اسی مضمون کو بھجوائے دے رہا ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو چھاپ لیں۔

وہ ''امروز'' والا ریویو میں نے آپ کو بھیج دیا تھا' خدا جانے پہنچا یا نہیں۔ آج ''امروز'' کا ایک اور مضمون بھیج رہا ہوں۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار تفصیل سے کیجئے گا۔ میں آپ کی رائے کی بڑی قدر کرنے لگا ہوں۔ مصیبت یہ ہے کہ آپ عورت ہیں' مجھے آپ کی تعریف کرتے ہوئے جھجک ہوتی ہے۔ میں عام طور پر عورتوں کو خط نہیں لکھا کرتا مگر آپ نے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو خیال افروز ہیں اور پاکستانی ادیبوں کے مسائل پر روشنی ڈالتی ہیں' اس لئے مجبور ہوں کہ آپ کی تعریف کروں۔ ہمارے ادیبوں میں نہ تو صاف گوئی ہے' نہ جرأت ہے' نہ آزادی کے ساتھ سوچنے کی خواہش ہے۔ جس دھڑے پر چل رہے ہیں اس پر چلے جاتے ہیں۔ ایسے ماحول میں آپ نے ایسی بحثوں کا آغاز کیا ہے جن کا براہ راست تعلق ادبی تخلیق' اور پاکستان کے کلچری مستقبل سے ہے۔ آپ کا پرچہ اتنے دن تک پڑھنے اور آپ سے خط وکتابت رکھنے کے بعد میں کہہ سکتا ہوں کہ واقعی آپ دونوں ادب سے سنجیدہ دلچسپی رکھتے ہیں' اور دھڑے بندی میں نہیں پڑتے' بالکل معروضی نقطہ نظر سے لکھتے ہیں۔ چاہے آپ کی بعض راؤں سے مجھے اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کی رائیں پوچھتا رہوں تاکہ مجھے بھی مسائل کو سوچنے میں مدد ملے۔ آپ کی قسم کے لوگوں کا تو پاکستان میں کال ہے' جبھی تو یہ ذہنی افراتفری ہے۔ آپ مجھے کراچی کی ادبی فضا کا حال بتاتی رہیئے۔ میں آپ کو لاہور کی حالت سے باخبر رکھوں۔ اب تو ادبی سرگرمیاں ستھرے پن کے ساتھ اور باقاعدہ ہونی چاہئیں۔ ہمیں ایک ایسی ذہنی تحریک چاہیئے جو صرف محض صداقت کی متلاشی ہو' اور ایسی معروضیت برت سکے کہ خود اپنے اوپر بھی انتہائی سخت جرح وتنقید ہو۔ پاکستان میں کلچر کی نگہبانی ہم اور آپ ہی کریں گے' کوئی باہر سے تو رنگروٹ آنے سے رہے۔

ہمارے یہاں بعض عناصر ایسے بھی ہیں جو کلچر اور ادب کا نام لے لے کر سیاسی یا ذاتی فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں' حالانکہ ان کی ادبی سرگرمیاں صفر کے برابر ہیں۔ ہمیں اس ذہنیت سے بھی اپنے آپ کو پاک رکھنا ہے۔ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو مخالفت کے جوش میں ترقی پسندوں کو جیل میں بھجوانا چاہتے ہیں۔ جس دن منٹو کو اور مجھے پتہ چلا کہ حکومت ترقی پسندوں کی نگرانی کر رہی ہے' اسی دن سے ہم نے ارادہ کرلیا کہ کم سے کم ہم دونوں ترقی پسندوں کے خلاف نہیں لکھیں گے' بلکہ منٹو نے تو اپنا ایک مضمون بھی واپس منگا لیا۔ ہماری ادبی بحثیں الگ ہیں' ہم انہیں ادب میں پچھاڑنا چاہتے ہیں' پولیس کی مدد سے نہیں۔ ہم اپنی حکومت کے لئے بھی جاسوسوں کا کام نہیں کر سکتے بلکہ اگر حکومت نے ادبی سرگرمیوں کی بناء پر کسی ادیب کو گرفتار کیا تو سب سے پہلے ہم احتجاج کریں گے۔ ترقی پسند بھی ہمارے پاس آئے تھے کہ اچھا' اب آپ ہی ہمارے لئے کوئی پروگرام بنا دیجئے۔ ان سے بھی ہم نے یہی کہا کہ ہم میں کسی کو راستہ دکھانے کی صلاحیت ہے ہی نہیں' ہم خود ہی راستہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں' جب ہم آپ کی منصوبہ بندی کے خلاف ہیں تو ہم خود منصوبہ بندی کیسے شروع کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس تو ایک پروگرام ہے' لکھنا' جو بھی بن پڑے لکھنا۔ اس سے زیادہ ہمیں اور کچھ نہیں آتا۔

غرضیکہ اس وقت ادیبوں کو عجب عجب خطرے لاحق ہیں۔ محض مخالفوں کی طرف سے نہیں' اپنے ''دوستوں'' کی طرف سے بھی۔ اگر ہم ایک خاص رویہ اختیار کرلیں تو ممکن ہے کل ہی ادیبوں پر انعامات کی بارش ہونے لگے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم سیاسی رجحانات کی حمایت کریں یا اپنے ادب اور اپنی قوم کی۔ ہم تو خدمت بھی کریں گے تو اپنے ہی ٹیڑھے سیدھے طریقے سے کریں گے۔ جو ممکن ہے ظاہر میں مخالفت معلوم ہو' ہم لکھنے والوں کو اپنا ایک الگ Code of Morals تیار کرنا ہے' اور اسکی قبولیت کے لئے عام پڑھنے والوں میں فضا پیدا کرنی ہے' اسی لئے میں ''امروز'' میں لکھنے لگا ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمی پڑھیں' اور ایسے آدمی بھی جن کا ادب سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ جی چاہتا ہے کہ کوئی باوقار سا ہفتے وار پرچہ ہو جس میں بلاناغہ لکھوں۔ منٹو صاحب بھی ہفتے وار پرچے کے لئے تڑپتے ہیں۔ یوں تو خیر ''نظام'' ہے' مگر اس کی فضا میں ایک ابتذال ہے جسے بدرجہ مجبوری گوارا کرنا پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے مجھے ''امروز'' سب سے اچھا لگتا ہے۔ مگر چراغ حسن حسرت صاحب اپنے دوستوں' یعنی تاثیر' بخاری صاحبان کے خلاف ایک

بات چھاپنا گوارا نہیں کرتے۔ مثلاً جو مضمون میں آج آپ کو بھیج رہا ہوں اس میں میں نے ایک چھوٹا سا واقعہ لکھا تھا جس سے پاکستان کی ثقافتی فضا پر روشنی پڑتی تھی، مگر وہ کاٹ دیا گیا۔ جب منٹو بمبئی سے کراچی پہنچے تو ریڈیو کے ایک افسر نے (یعنی ذوالفقار بخاری صاحب نے) ان سے کہا کہ آپ جیسے لوگوں کا پاکستان میں کیا کام ہے، آپ شراب پیتے ہیں، اوباشی کرتے ہیں، پاکستان تو ایسے لوگوں کا ملک ہے جو پیٹ پر پتھر باندھ کر کام کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ آپ ہی سوچئے کہ ہماری حکومت کے ایک ثقافتی محکمے کا یہ حال ہے۔ حسرت صاحب وزیروں کی تو قواعد تک کی غلطیاں پکڑتے ہیں، مگر ادیب کی توہین انہیں گوارا ہے۔ اگر قواعد بچ بھی گئی اور ادیب پاکستان سے ہجرت کر گئے تو قواعد کو استعمال کون کریگا؟ خیر، تو مطلب یہ ہے کہ کچھ ایسا کیجئے کہ ہمارے یہاں کوئی نئی ذہنی تحریک چلے، ادیب اپنی ذمہ داری سمجھیں، اور عام لوگ بھی ادیبوں کو ذمہ دار آدمی سمجھیں اور سب سے زیادہ یہ کہ ہمارے یہاں معروضی ذہنیت پیدا ہو۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر پاکستان کو بڑا ملک بننا ہے تو ہر سمجھ دار پاکستانی کو Julien Benda کی The Great Betrayal پڑھنی چاہیئے۔

اچھا، اب دو ایک کاروباری قسم کی باتیں سن لیجئے۔ ذرا احمد علی صاحب کو میرا ایک پیغام پہنچا دیجئے۔ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اس میں میری کوئی ذاتی غرض وابستہ نہیں ہے اگر وہ مجھے درخور اعتنا سمجھیں تو پاکستان کی Foreign Publicity کے سلسلے میں جو کتابیں یا پمفلٹ شائع کریں ان کی ایک کاپی مجھے بھیج دیا کریں۔ بات یہ ہے کہ فرانسیسیوں سے میری ٹکر ہوتی رہتی ہے، اور آئندہ تو اس کے امکانات اور بھی زیادہ ہیں اس لئے مجھے یہ معلوم ہوتا رہے کہ Publicity کی لائن کیا ہے تو اچھا ہے۔ اس کے علاوہ ہر پمفلٹ وغیرہ کی ایک کاپی مندرجہ ذیل پتے پر بھیج دیا کریں۔ یہ میرے ایک دوست فرانسیسی اخبار نویس ہیں جو عام طور سے دنیا بھر میں چکر لگاتے رہتے ہیں، اور پاکستان کے بڑے دوست ہیں، بلکہ انھوں نے پچھلے سال ہندوستان سے جا کر فرانس میں پیشین گوئی کر دی تھی کہ ہندوستان میں کسی قسم کے فسادات ہونے والے ہیں۔ ابھی دو مہینے ہوئے یہ بیچارے چین اور انڈو چائنا سے لوٹتے ہوئے لاہور آئے تھے۔ ارادہ تھا کہ تین چار دن پاکستان میں گھومیں پھریں گے، مگر دہلی میں انھیں بتایا گیا کہ پاکستان میں ہوائی جہاز ہی نہیں چلتا، اس لئے امرتسر آئے وہاں سے کار میں لاہور پہنچے، اور پانچ چھ گھنٹے مجھ سے گپ لڑا کے واپس

چلے گئے۔ مووی کیمرا ساتھ لائے تھے کہ پاکستان کی تصویریں لیں گے‘امرتسر میں معلوم ہوا کہ پاکستان کے لوگ کیمرا چھین لیتے ہیں‘اس لئے وہ بھی وہیں چھوڑ آئے۔ خیر‘انھیں ہندوستانیوں کے پروپیگنڈے کا حال معلوم ہوگیا۔ انھیں تصویریں وغیرہ جو بھی بھیجی جائیں گی وہ فرانسیسی اخباروں اور رسالوں میں ضرور چھپوادیں گے۔ وہ دو تین مہینے بعد پھر پاکستان آئیں گے اور ایک مہینہ ٹھہر کے مفصل طور پر پاکستان دیکھیں گے۔ میں انھیں لکھوں گا کہ جب کراچی اتریں تو آپ حضرات سے مل کے آئیں۔ بہرحال احمد علی صاحب کو ان کا پتہ دید یجئے۔ یہ ان کے گھر کا پتہ ہے۔ وہ خود تو پیرس میں رہتے ہیں یا دوسرے ملکوں میں:

Monsieur Michel Emery,29 Rue Cavenne, Lyon (Rhone), France

دوسری بات یہ ہے کہ فرانس کی ایک انجمن نے دوسرے ملکوں سے ثقافتی تعلقات کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ ان کے کام کی بنیاد نیک ارادوں پر نہیں ہے‘ بلکہ ٹھیٹ مادی قسم کی یعنی دوسروں ملکوں سے کتابیں منگانا‘ اور فرانس سے کتابیں بھیجنے کا انتظام کرنا‘فرانسیسی ادیبوں کی چیزیں غیرملکوں میں چھپوانا‘ اور غیرملکی ادیبوں کی چیزیں فرانس میں شائع کرانا وغیرہ۔ اب تک تو یہ سلسلہ اسپین اور فرانس کے درمیان قائم تھا‘ مگر اب وہ اسے بڑھانا چاہتے ہیں۔ چونکہ فرانس اب پاکستان سے بھی دلچسپی لے رہا ہے‘ اس لئے اسپین کے بعد وہ پاکستان سے اس قسم کے تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے مجھے لکھا ہے۔ میں نے انھیں لکھ دیا ہے کہ ہمارے پبلشروں میں تو اتنی استطاعت ہے نہیں کہ فرانسیسی مصنفوں کو معاوضہ دے سکیں‘ لیکن اگر آپ ہمارا ادب چھاپنا چاہیں تو حاضر ہے۔ چونکہ وہ یکطرفہ معاملے پر بھی راضی تھے‘ اس لئے میں نے فی الحال منٹو کے کچھ افسانے بھیج دئے ہیں‘ کیونکہ ان کا انگریزی ترجمہ تیار تھا۔ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ فرانس اور پاکستان کی ثقافتی دوستی سے متعلق ایک الگ شاخ کھول دی جائے جو پاکستان کی کلچری سرگرمیوں کو فرانس والوں میں روشناس کرائے۔ میرے خیال میں ہمیں بھی اس کا جواب ضرور دینا چاہیئے۔ ویسے بھی فرانسیسی ادب ہماری رہنمائی کے لئے بہت ضروری ہے‘ پھر اسلامی ممالک سے تعلقات بڑھانے میں بھی ہمیں فی الحال فرانسیسی کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں سوچتا ہوں کہ لاہور میں ایسے آدمیوں کا ایک چھوٹا سا **Study Circle** شروع کردوں جو فرانسیسی جانتے ہوں‘ یا کم سے کم فرانسیسی ادب سے سنجیدہ دلچسپی رکھتے ہوں۔ اگر آپ کراچی میں بھی ایسا **Circle** قائم کریں

تو اچھا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے پہلے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے' اسی لئے ہمیں بھی کچھ کرنا چاہئے۔ ہمیں دنیا کے کلچری نقشے میں بھی اپنی جگہ پیدا کرنی ہے۔ (یہ سب میں اس لئے نہیں لکھ رہا ہوں کہ میں کسی معاملے میں اپنی چودھراہٹ قائم کرنا چاہتا ہوں' چونکہ اتفاق سے ان لوگوں نے مجھے خط لکھ دیا ہے' اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ کو بھی اطلاع دیدوں۔)

معاف کیجئے گا' بڑا لمبا خط لکھ گیا' بہر حال آپ جلد جواب دیجئے گا۔ خط پر ٹکٹ پورے نہیں لگا رہا ہوں' تا کہ بیرنگ ہو کر آپ کو مل تو جائے۔ شاہین صاحب کو آداب۔

خاکسار

محمد حسن عسکری

☆☆☆

(۳)

لاہور

۲۱ نومبر ۱۹۴۹ء

محترمہ' آداب

اسی وقت آپ کا خط ملا' آپ کے لئے میں ابھی تک مضمون نہیں لکھ سکا۔ آپ کے لئے جس قسم کا مضمون چاہیئے اس کے لئے تو بڑی فرصت درکار ہے۔ اس دفعہ کا پرچہ میرے مضمون کے بغیر ہی چلنے دیجئے۔

یہ آپ نے اچھا کیا کہ Symposium مرتب کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے بھی دو ایک صاحبان سے کہا ہے کہ اور نہ سہی تو ایک دو صفحے کا مضمون ہی آزادیٔ رائے کے مسئلے پر لکھ کے آپ کو بھیج دیں۔ انھوں نے وعدہ بھی کر لیا ہے۔ میں آزادیٔ رائے کے متعلق "ساقی" میں پچھلے مہینے بھی لکھ چکا ہوں' اور اس مہینے تو میں نے کافی طویل مضمون لکھا ہے۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ اور نئی بات کیا لکھوں۔

یہاں یوسف ظفر صاحب کا خیال ہے کہ دسمبر میں ادیبوں کی ایک کانفرنس کی جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وسیع پیمانے پر جلسہ کیا جائے۔ اس صورت میں بہت سے غیر ادیب قسم کے لوگوں کو بھی شامل کرنا پڑے گا تا کہ چندہ کافی جمع ہو سکے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ

صرف ادیبوں کا جلسہ کیا جائے۔ اس میں مشکل یہ ہے کہ اگر کرایہ نہ دیا گیا تو کراچی کے ادیب کیسے آئیں گے۔ میں تو انھیں یہ رائے دے رہا ہوں کہ ٹھاٹ باٹ فضول چیز ہے' خواہ مخواہ کے لوگوں کو ادیبوں میں شمار کر کے ہم نئے جھگڑے پالیں گے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ سیدھے سبھاؤ ادیبوں کا جلسہ ہو' اگر کراچی سے کوئی صاحب آسکیں تو اچھا ہے' ورنہ مجبوری ہے۔ پتہ نہیں اب کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ میرے خیال میں تو یہ بڑی غلطی کی بات ہوگی کہ ادب کو ترقی پسندوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہم ایسے لوگوں کو ساتھ ملائیں جو تخلیقی کام نہیں کرتے' بلکہ صرف ہنگامے پیدا کرنے میں ماہر ہیں۔ شاید ترقی پسندوں کے خلاف تو یہ لوگ مفید ثابت ہوں' مگر کون جانے کل ہمارے گلے کا ہار ہو جائیں۔ ترقی پسندوں کو ختم کرنا اتنا ضروری نہیں ہے جتنا پاکستان میں ادب کے لئے سنجیدہ اور متین فضا پیدا کرنا۔ اگر آپ اس قسم کی کانفرنس کے متعلق اپنا یا کراچی کے اور ادیبوں کا نقطۂ نظر بتائیں تو میں دوسرے حضرات تک بھی آپ کی رائیں پہنچا دوں گا۔ مثلاً یوسف ظفر صاحب یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کراچی کے کوئی صاحب ایسے بھی ہیں جو کانفرنس میں شرکت کے لئے اپنے خرچ پر لاہور آسکیں۔ وہ کانفرنس کی دونوں صورتوں کے امکانات پر اچھی طرح غور کرنا چاہتے ہیں۔

ترقی پسندوں کی کانفرنس میں خود تو نہیں گیا' البتہ سنا ہے کہ بہت سخت ہنگامہ ہوا۔ جب سے اخبار ان لوگوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ادب کا تو وہاں صرف اتنا ذکر ہوا تھا کہ چند ادیبوں اور رسالوں کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ سب سیاست ہی سیاست تھی۔ غیر مطمئن سیاسی لیڈروں نے اس کانفرنس کے لئے روپیہ دیا تھا' اور وہ اس کے سہارے اپنی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ بہر حال ترقی پسندوں کی بُری طرح ہوا خیزی ہوئی ہے۔ ''ادب لطیف'' والوں نے تو صاف کہہ دیا ہے کہ ہم اس قسم کی کوئی پابندی قبول نہیں کریں گے۔ کل سنا ہے کہ ''نقوش'' کے پبلشر نے بھی قاسمی صاحب سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اب یہ پرچہ یا تو کسی اور کے زیر ادارت نکلے گا یا بند ہو جائے گا۔ رہ گیا ''سویرا'' تو اس کا معاملہ بھی ڈانواں ڈول ہے۔ یہ پتہ نہیں چلا کہ ترقی پسندوں کو قرۃ العین حیدر صاحبہ سے کیا پرخاش پیدا ہوئی جو اُن پر بھی پابندی لگائی گئی' حالانکہ وہ تو نہ اِدھر ہیں نہ اُدھر۔ سنتے ہیں کہ روسی ادیبوں سے ان لوگوں نے پاکستان کی پولیس اور سی آئی ڈی کی شکایت شروع کی تو انہوں نے وہیں روک دیا کہ سیاست کی باتیں نہ کیجئے' ادب تک محدود رہیئے۔ اسی

طرح ان کے استقبال کے لئے ہال میں لینن اور اسٹالن وغیرہ کی تصویریں لگائی گئی تھیں تو روسیوں نے پوچھا کہ جناح کی تصویر کہاں ہے۔ اور سب سے مزے کی بات تو یہ ہے کہ وہ لوگ ہر ترقی پسند ''ادیب'' سے کہتے تھے کہ ہمیں اپنی کتابیں دیجئے' اور اس سوال پر بچارے ''ادیب'' بغلیں جھانکنے لگتے تھے۔ صمد شاہین صاحب کو آداب۔

نیاز مند

محمد حسن عسکری

''نیا دور'' مارچ ۱۹۸۵ء

☆☆☆

صمد شاہین کے نام

سنت سورداس اسٹریٹ، کرشن نگر، لاہور

۱۷ مارچ ۱۹۴۹ء

مکرمی صمد شاہین صاحب، آداب

بہت دن سے میں آپ کو خط لکھنا چاہتا تھا بلکہ آپ کا خط آئے ہوئے کئی مہینے ہو گئے، میں نے ابھی تک جواب ہی نہ دیا۔ پھر آپ کا رسالہ بھی ملا۔ شکریہ۔ پہلے مجھے اپنی بات کہہ لینے دیجئے، پھر آپ کے رسالے کی تعریف۔

آپ کو تھوڑی سی تکلیف دینی ہے، وہ یہ ہے کہ میرے چھوٹے بھائی کے لئے کراچی میں کوئی ملازمت ڈھونڈیئے۔ اس بیچارے کے لئے میرا بھائی ہونا مصیبت بن رہا ہے۔ پہلے تو وہ اسلامیہ کالج میں لے لیئے گئے تھے، مگر تاثیر صاحب کو پتہ چلا کہ یہ میرے بھائی ہیں تو انہوں نے معاملہ گول کر دیا۔ پھر انہوں نے پاکستان ٹائمز میں کام سیکھنا شروع کر دیا، مگر چھ مہینے امیدواری ہی میں ہو گئے۔ اس لئے کراچی کے کسی کالج میں یا Dawn میں، یا کسی سرکاری محکمے میں آپ کچھ انتظام کر سکیں تو ذرا تکلیف کیجئے۔ یعنی محض اشتہار دیکھ کے درخواست دیدینے سے تو کام نہیں بنتا۔ کراچی ایسا نزدیک نہیں کہ آدمی روز انٹرویو کے لئے آیا جایا کرے۔ اس لئے آپ پہلے اطمینان کر لیں کہ معاملہ ٹھیک ٹھاک ہے تو پھر مجھے لکھیں۔ ہاں، آپ کو Qualifications تو بتا دوں۔ انہوں نے یہیں لاہور سے پچھلے سال انگریزی میں ایم۔ اے کیا ہے۔ سیکنڈ کلاس میں (بی۔ اے وغیرہ فرسٹ کلاس میں) اسکے بعد سے یہ چھ مہینے کا اخبار کا تجربہ ہے۔

آپ کا فسادات نمبر دیکھ کر واقعی طبیعت خوش ہوئی۔ آپ نے اچھی چیزیں جمع کی ہیں۔ ابھی میں نے تفصیل سے تو نہیں پڑھا، الٹا پلٹا ہے۔ اختر اقبال کمالی صاحب کا مضمون ادھر اُدھر سے دیکھا۔ انہوں نے بڑے کانٹے کی باتیں کہی ہیں آخر میں البتہ ذرا زیادہ جوش میں آ گئے ہیں۔ پھر سے پورا مضمون پڑھوں گا تو ٹھیک رائے قائم کر سکوں گا۔ نفرت کے جذبے سے میں اتنا نہیں ڈرتا جتنا اور لوگ ڈرتے ہیں۔ مگر نفرت ہو یا محبت، دونوں کی شدت سے آدمی میں ایک

Headiness آ جاتی ہے جو ادب کے لئے مہلک ہے۔ بس مجھے اُن سے اتنا اختلاف ہے ورنہ یوں تو روس والے بھی آخر نفرت کے جذبے سے کام لے ہی رہے ہیں۔ کوئی خواہ مخواہ شریف بننے لگے تو مجبوری ہے۔ یہ کمال صاحب کون ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ مجھے ان سے بڑی دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ ان کی نظم بھی اچھی معلوم ہوئی ہے' گو میں نے ابھی غور سے نہیں پڑھی۔ ممتاز شیریں صاحبہ کا مضمون بھی ادھر ادھر سے پڑھا۔ وہ اردو کی ان دو تین لکھنے والوں میں ہیں جو سمجھ کی باتیں بھی کر لیتے ہیں' ورنہ عام طور سے تو اردو کے نقاد سمجھنے سمجھانے کی باتوں سے دور ہی دور رہتے ہیں۔ شیریں صاحبہ نے منٹو کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے مجھے اس سے بالکل اتفاق ہے' بلکہ مجھے خوشی ہوئی کہ ان کی نظر ان باتوں کی طرف گئی۔ اس طرف منٹو کے فن نے جو ترقی کی ہے اسے لوگ دیکھ ہی نہیں رہے ہیں۔ شیریں صاحبہ نے ٹھیک لکھا ہے کہ اب منٹو کے افسانے میں کوئی فقرہ کم یا زیادہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح انہوں نے منٹو کے یہاں Surprise کے استعمال پر بھی بڑی معقول باتیں کہی ہیں۔ میرا خود جی چاہ رہا ہے کہ افسانے میں Surprise کے موضوع پر کچھ لکھوں۔ بعض لوگ Surprise کو بنفسہٖ بُرا سمجھنے لگے ہیں' حالانکہ سب سے بڑا Surprise تو اللہ میاں کا ''کن فیکون'' ہے۔ شیریں صاحبہ نے احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کے ضمن میں بھی انسان اور آدمی کے فرق کے متعلق اچھے اشارے کئے ہیں غرض ان کا مضمون بڑا معقول ہے۔ پاکستان کے ادبی حلقوں میں سمجھداری اور سنجیدگی تو اب خال خال ہی ملتی ہے۔ جہاں نظر آئے تو اسے نعمت غیر مترقبہ ہی سمجھنا چاہیے۔

یہ بھی آپ نے اچھا کیا جو خواجہ احمد عباس کا مضمون چھاپ دیا۔ انھوں نے بھی بڑی کھری کھری باتیں کہی ہیں۔

اب آپ کا اگلا پرچہ کب آ رہا ہے؟ شیریں صاحبہ کا نام آپ نے مرتبین میں (سے) کیوں ہٹا دیا؟! اگلے پرچے میں کیا خاص خاص چیزیں آ رہی ہیں؟

کراچی میں ایک صاحب ہیں جمیل الدین عالی۔ انہوں نے ایک منظوم ڈرامہ لکھا ہے۔ اُن سے اس کا کچھ حصہ اپنے پرچے کے لئے لیجئے۔

میں تو اس وقت ایک چھوٹا سا مضمون احمد علی کی Twilight in Delhi کے بارے میں لکھ رہا ہوں۔ ایک صاحب لائبریری سے لائے تھے' میں نے بھی دوبارہ پڑھ ڈالی۔ پھر خیال آیا

کہ کتاب پڑھی ہے تو مضمون بھی لکھ ماروں۔ اب تو احمد علی صاحب کو چاہئے کہ اس کا Sequel لکھ ڈالیں جو فسادات پر ختم ہو۔ ان کا کردار اصغر تو اس ناول میں بھی کام دے سکتا ہے۔

اور کراچی کی ادبی خبریں کیا ہیں؟ لاہور سے تو میں اکتا گیا۔ یہاں کی فضا تو بالکل قصباتی ہوگئی ہے، بالکل ویسی ہی گروہ بندیاں ہیں، وہی ذہنیتیں۔ سُنا ہے کہ اب ترقی پسند آپ کے فسادات نمبر کے خلاف لکھنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ نمبر باقاعدہ اسکیم کے ماتحت نکالا گیا ہے، اور احتشام حسین کا مضمون شامل کر کے لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

عزیز احمد صاحب کا بھی کوئی خط آتا ہے یا نہیں؟ ان کا ارادہ پاکستان آنے کا ہے یا وہیں رہیں گے؟ حالانکہ ان سے میری ملاقات دو ایک دفعہ ہی ہوئی ہے، مگر مجھے بہت یاد آتے ہیں، خصوصاً اس وجہ سے اور بھی کہ انہوں نے ''اردو ادب'' کے لئے جو افسانہ بھیجا تھا ''تصور شیخ'' وہ تو اردو میں بے مثال چیز ہے۔

اچھا صاحب سمع خراشی کی معافی چاہتا ہوں۔ شیریں صاحبہ کو آداب۔ اپنا پتہ میں نے اوپر لکھ دیا ہے۔ آئندہ سے اسی پتے پر خط لکھا کیجئے۔

نیاز مند

محمد حسن عسکری

معرفت سعادت حسن منٹو

۳۱۔ لکشمی مینشنز، مال روڈ، لاہور ۱۹۴۸ء

مکرمی شاہین صاحب، آداب

عنایت نامہ ملا، واقعی آپ کی پریشانی بجا ہے۔ لکھیئے گا کہ حیدر آباد میں آپ کے جو عزیز تھے ان کی خیریت معلوم ہوئی یا نہیں۔ میرے بھی دو چار عزیز وہاں ہیں، بلکہ ایک تو میری چچا زاد بہن ہیں، ان لوگوں کا بھی کچھ پتہ نہیں۔ احمد علی صاحب کو اتنی سی بات کے لئے کیا لکھوں۔ درخواستیں گزارنے کی مجھ میں ہمت نہیں، اگر وہ رسالے بھیجیں گے تو مجھے کیا مل جائے گا، نہ بھیجیں گے تو میرا کیا بگڑ جائے گا۔ ویسے ہی ایک بات سوجھ گئی تھی۔ ضمناً میں نے آپ کو لکھ دی۔ اگر وہ رسالے مجھے کہیں بکتے ہوئے مل جاتے تو میں خود خرید کے بھیج دیتا۔

ادیبوں کی نئی انجمن کا خیال ایک لحاظ سے تو اچھا ہے کہ چند نئے خیالات ایک خاص کاوش

کے ساتھ پیش ہونگے مگر مجھے اندیشہ ہے کہ ہر وہ جماعت جو چند غیر ادبی اصول لے کر سامنے آئے گی وہی ترقی پسندوں والی تاریخ دہرائے گی۔ تھوڑے دن بعد پھر ادیب سے پوچھا جانے لگے گا کہ بتاؤ تم نے پاکستان کے لئے کیا کیا ہے۔ ہمارا ملک فرانس تو ہے نہیں کہ لوگ قومی کام اور ادب میں تمیز کر سکیں۔ ادیبوں کی انجمن بننے کے خیال سے جوش بھی آتا ہے اور ڈر بھی لگتا ہے۔ خود اپنے بارے میں مجھے لوگوں سے شکایت ہے۔ اکثر لوگوں کو میرا نام اس وجہ سے یاد ہے کہ میں نے ترقی پسندوں کے خلاف یا پاکستان کے حق میں لکھا ہے۔ یہ لوگ بھول ہی جاتے ہیں کہ میں نے ان باتوں سے چوگنا خالص ترین ادبی موضوعات پر لکھا ہے۔ میں خود اپنے آپ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں میں اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے قومی خدمت ہی میں نہ پڑ جاؤں۔ بعض وقت میں محسوس کرتا ہوں کہ میں جو ہر تحریر میں قوم' قوم رٹتا ہوں یہ بھی ایک ڈھونگ بن گیا ہے۔ اب مجھے اس موضوع سے اکتاہٹ ہونے لگی ہے' خصوصاً جب سے لوگوں نے میری اس بات کی تعریف کی ہے۔ یہ باتیں اس وقت ضروری ہیں' اس لئے میں لکھتا ہوں' مگر یہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر مجھے شاباش دی جائے۔ پیش پا افتادہ باتیں ہیں۔ اگر کوئی تانگے والا ادب کے بارے میں سوچے تو وہ بھی یہی کہے گا۔ میں قومی ادب تو چاہتا ہوں' مگر اس کی تخلیق میرے بس کی نہیں۔ میرا دماغ اس طرف کام ہی نہیں کرتا۔ مجھے یہ ضرور احساس ہے کہ ملک کے باشندوں کی غالب اکثریت کا شعور فی الجملہ کس قسم کے ادب کا متقاضی ہے' مگر میں ایسا ادب فراہم نہیں کر سکتا۔ میں اپنے آپ کو بورژوا یورپ سے آزاد نہیں کر سکتا۔ میرے خدا تو وہی جوئس اور پروست رہیں گے۔ میں ایسے ملک میں تو ضرور رہتا ہوں جہاں کے لوگوں کا شعور "گراں بار" نہیں' مگر اب تو مجھے جوئس اور پروست چھوڑ سارتر' کافکا اور Lautreamont اچھے لگنے لگے ہیں۔ سال بھر ہوا میں نے Lautreamont کی Songs of Maldoror پڑھی تھی' اُس وقت میں نے سوچا تھا کہ ایک حساس لڑکے کی ذہنی روداد ہے' ایسی کوئی بات تو ہے نہیں۔ فرانسیسی خواہ مخواہ اسے سر پر اٹھائے پھرتے ہیں۔ مگر جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے مجھے اس کتاب میں ایک پیغمبرانہ شان نظر آرہی ہے۔ اوروں سے تو میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو بتاؤں فسادات انکی قومی زندگی میں کیا معنی رکھتے ہیں مگر ذاتی طور پر مجھے ۴۷ء کے فسادات Battle of the Species in Primeval Slime میں نظر آتے ہیں' اور مجھے فوراً لوتریاموں یاد آجاتا ہے۔ مارکسیوں نے اور دوسروں نے

بھی سائنٹیفک اخلاقیات پر بہت کچھ لکھا ہے' مگر ایک جملہ اس پاگل کا بھی دیکھئے۔ کسی نے Maldoror کے تلوار بھونک دی ہے' پہلوان' مستری' فلسفی سب اپنی سی کر کے تھک گئے مگر کوئی بھی نہیں نکال سکا۔ اس پر وہ کہتا ہے:

"They knew not that the evil done by man was not to be undone"

یہ پڑھنے کے بعد مجھ سے فسادات کے بارے میں قومی ادب پیدا نہیں ہوتا۔ آپ پوچھیں گے کہ اگر میں یہ باتیں محسوس کرتا ہوں تو کہتا کیوں نہیں' بات یہ ہے کہ آج کل اتنے اہم مسائل درپیش ہیں کہ ان پر پہلے لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کسی دن فرصت ملے گی تو باقاعدہ لکھ ڈالوں گا۔ پھر یہ چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق ہمارے ملک والوں کی اکثریت سے نہیں۔ یہ احساسات صرف مجھ جیسے آدمیوں کی حد تک کارآمد ہیں۔ سوال صرف Modes of Consciousness کا ہے۔ بعض صورتوں میں بعض احساسات بالکل غیر ضروری ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک کی اکثریت کے شعور اور روس کی اکثریت کے شعور میں بہت سی باتیں مشترک ہیں' چنانچہ میرا لکھا ہوا ادب پاکستان کے کسی کام کا نہیں ہو سکتا۔ مگر میں فی الحال اپنے آپ کو بدلنا نہیں چاہتا۔

بھئی' فی الحال تو آپ سارتر کے اس مضمون کا ترجمہ کرا لیجئے' میں تو اتنی جلدی ترجمہ کر کے نہیں بھیج سکوں گا۔ بڑا مصروف ہوں۔ پتہ نہیں یہ مضمون اسی بڑے والے مضمون کا حصہ ہے یا کوئی الگ مضمون ہے۔ بہرحال یہ مضمون تو پھر بھی لوگ دلچسپی سے پڑھ لیں گے' وہ بڑا والا مضمون آج کل پاکستان میں کون پڑھے گا۔ وہ تو بڑا ثقیل ہے۔ اس میں تو سارتر نے یہ ثابت کیا ہے کہ شاعر لفظوں کو ''استعمال'' کرتا ہی نہیں' نہ اسے ان کے معنوں کی خبر ہوتی ہے۔ ایسی باتوں سے یہاں کسی کو کیا دلچسپی ہے۔ پاکستان میں تو ''مضامین پطرس'' پڑھیے اور سر دھنیئے۔ ترجمہ کرنے کو تو بہت کچھ جی چاہتا ہے مگر پاکستان میں کس کے لئے پڑھیں اور کس کے لئے لکھیں۔ مجھے تو پڑھتے ہوئے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وقت ضائع کر رہا ہوں' ورنہ یوں تو ایک اور مضمون بھی ترجمہ ہونا چاہیئے۔ سارتر کی محبوبہ Simone De Beauvoir کا For an Ethics of ambiguity لیکن اگر میں ان چیزوں کے ترجمے کی ہمت کر بھی لوں تو بتایئے فائدہ کیا ہے؟ ممکن ہے تاثیر صاحب میرا نام پانچویں کالم میں لکھوا دیں۔

غالباً میں کوئی مہینے بھر میں ایک مضمون سارتر کی تحریک Litterature Engagee پر انگریزی میں لکھوں گا' YWCA میں پڑھنے کے لئے۔ مضمون کا نام رکھوں گا They write with their boots on اگر آپ کہیں تو اس کا ترجمہ کر کے آپ کو بھیج دوں گا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ نے ایک کتابوں کی دکان لے لی ہے۔ کیا آپ فرانسیسی کی کتابیں بھی بیچیں گے؟ بات یہ ہے کہ فرانس کی ایک Literary agency پاکستان میں فرانسیسی کتابوں کی بکری کا انتظام کرنا چاہتی ہے۔ اس کے دو خط میرے پاس آ چکے ہیں۔ ان سے کچھ کتابیں تو کتابستان خرید رہا ہے۔ اگر آپ کے یہاں فرانسیسی کتابیں بکتی ہوں تو مجھے بتائیے' میں آپ کو مشورہ دے سکوں گا۔ یہ بھی بتائیے گا کہ کراچی میں کس قسم کی فرانسیسی کتابوں کی مانگ ہے۔ ایک یہ بات ہو سکتی ہے کہ جو نئی کتابیں شائع ہوئی ہیں آپ کو ان کی ایک منتخب فہرست بھیج دوں' وہ آپ اپنی دوکان میں لگا دیں جو لوگ آرڈر دیں انہیں کتابیں منگوا دی جائیں۔

ایک بات ذرا آپ فرانسیسی سفارت خانہ میں فون کر کے مجھے معلوم کر دیجئے۔ ذرا یہ پوچھ لیجئے کہ فرانس سے ایک صاحب Captain L' Helgouach (لیل گوآش) Joint Military Attache ہو کے کراچی آنے والے تھے' وہ پاکستان آ گئے یا نہیں؟ آپ کو زحمت تو ہوگی۔

آپ نے کراچی کے کسی کالج میں جگہ کے متعلق لکھا ہے۔ اس میں کئی دقتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں لاہور میں جما جمایا بیٹھا ہوں۔ اب پھر اکھڑوں۔ دوسرے یہ کہ دو سو روپیہ کیلئے کیا کراچی آؤں۔ پھر سنا ہے کہ تاثیر صاحب ہم لوگوں کو ففتھ کالم میں گرفتار کرانے والے ہیں۔ ذرا دو چار مہینے حوالات کی روٹیاں بھی کھا لیں' کراچی کی سیر کے لئے تو بہت وقت ہے۔ ایسے موقع پر اگر میں لاہور سے گیا تو تاثیر صاحب سمجھیں گے دھونس گیا۔

آپ کے فسادات نمبر کا بہت انتظار ہے۔

امید ہے کہ آپ سب بخیر ہوں گے۔

نیاز مند

محمد حسن عسکری

"نیا دور" مارچ ۱۹۸۵ء

غلام عبّاس کے نام

دہلی

۲ مارچ ۴۳ء

جناب محترم آداب

واقعی یہ گستاخی ہے کہ میں دہلی میں موجود ہوں اور خود حاضر ہونے کے بجائے محض خط لکھ رہا ہوں۔ لیکن آپ کے دفتر کی طرف کوئی بس جاتی نہیں اور دولت خانے کا پتہ مجھے معلوم نہیں اس لئے مجبوراً خط لکھنا پڑ رہا ہے۔ امید ہے کہ آپ خیال نہیں فرمائیں گے۔ کبھی حاضر ہو کر اس گستاخی کی تلافی کروں گا۔

اس خط کا مقصد یہ ہے کہ میں افسانوں کا ایک مجموعہ ترتیب دے رہا ہوں جس کا نام ''میرا بہترین افسانہ'' ہوگا۔ کافی افسانے جمع بھی ہو چکے ہیں۔ چنانچہ آپ سے درخواست ہے کہ اپنا ایک افسانہ جسے آپ بہترین خیال فرماتے ہوں یا کم سے کم نمائندہ مرحمت فرما کر مجھے شکریے کا موقع دیں۔ صرف افسانے کا نام لکھ دیں اور وہ رسالہ بتا دیں جہاں وہ مل سکے گا۔ اگر آپ کا منتخب افسانہ ''آنندی'' ہے تو اسے ادب لطیف کے سالنامے میں سے لے لوں گا۔

اس کے علاوہ اپنے حالات بھی عنایت فرمائیں جس میں خاص طور سے اپنے شخصی اور ادبی Formative influences کا ذکر ہو اور اپنے منتخب افسانے کو پسند کرنے کی وجہ۔

فی الحال افسانہ عنایت کر دیجئے باقی نوٹ بعد میں بھیج دیجئے گا۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

نیاز مند

محمد حسن عسکری

پتہ:

محمد حسن عسکری

معرفت خلیل احمد صاحب

پارسل برانچ، جنرل پوسٹ آفس، دہلی

شکارپور

ضلع بلند شہر

۲۸ مئی ۴۴ء

برادر مکرم، آداب

میرا خیال ہے کہ شاید میں پہلی جون تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ اس لئے میں آپ کو Authority بھیج رہا ہوں، میری تنخواہ لے لیجئے گا، آکر لے لوں گا۔ پتہ نہیں Authority کے الفاظ کیا مقرر ہیں، یوں ہی اندازے سے لکھے دے رہا ہوں۔

ریڈیو کے لئے تقریر لکھ کر ایک صاحب کے ہاتھ بھیج رہا ہوں، کل یا پرسوں قریشی صاحب کو مل جائے گی۔ میرے خیال میں وہ کسی سے پڑھوالیں گے۔

میں اچھا ہوں، ابھی تک دوا پی رہا ہوں۔ ۵ جون تک ضرور دہلی پہنچ جاؤں گا۔ اگر اس دوران میں کوئی ایسی خاص بات ہو تو اوپر کے پتے پر خط لکھ دیجئے گا۔

ممکن ہے کہ ادھر اس جگہ کے بارے میں آپ سے گفتگو ہوئی ہو۔ جیسا میں نے آپ سے کہا تھا کوئی ایسی جگہ ہو جس میں کام Routine کا ہو تو بہتر ہے۔ شاید ڈیڑھ سو اور دو سو کے درمیان تو تنخواہ دے ہی دیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ دہلی واپس آتے ہی کام شروع کردوں۔

۵ جون تک میں ضرور آجاؤں گا۔

یہ خط بھی دہلی جاکر ڈاک میں پڑے گا۔ شاید آپ کو پرسوں ملے۔

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

آپ کا

محمد حسن عسکری

☆☆☆

نمبر 3 مشائخان، اندر کوٹ، میرٹھ

۱۰ مئی ۴۷ء

مکرمی عباس صاحب، آداب

آپ کو اخبار ''الامین'' کے دو پرچے بھجوا رہا ہوں، وہ صاحب ہیں نا جنہوں نے ایک

Advertising agency قائم کر رکھی ہے (وہی مسلمان صاحب، مجھے اس وقت ان کا نام ہی نہیں یاد آ رہا) ان سے کہیئے کہ اگر اس اخبار کو کچھ اشتہارات دلوا سکیں تو بڑی عنایت ہوگی۔

اس اخبار کا کچھ حدود اربعہ بھی بیان کر دوں، یہ ایک چھوٹی سی جماعت کا اخبار ہے جو خاکساروں سے الگ ہوگئی ہے۔ اس میں خاص طور سے مسلم یونیورسٹی کے کچھ پروفیسر، ایک میرٹھ کالج کے پروفیسر اور ایک صاحب جو آئی سی ایس سے استعفےٰ دے کر آئے ہیں، شامل ہیں۔ ان لوگوں کا کام گاؤں میں تنظیم کرنا ہے۔ اسی جماعت کا یہ اخبار ہے۔ اب تک ایک صاحب اسے اپنی تنخواہ سے چلاتے رہے ہیں، مگر اب مشکل پیش آ رہی ہے اس لئے اگر کچھ اشتہارات مل جائیں تو ذرا بوجھ ہلکا ہو۔ ویسے تو مسلم لیگ نے انہیں ایک ہزار روپیہ دیا تھا، مگر یو پی لیگ کے سکریٹری صاحب نے اخبار پر سنسر شروع کر دیا، چنانچہ انھوں نے لیگ کا روپیہ واپس کر دیا۔ کئی مہینے ہوئے میں نے کہا تھا کہ اخبار کو ذرا Secular بنا دیجئے تو اشاعت بڑھ جائیگی، مگر وہ آئی سی ایس صاحب مصر تھے کہ گاؤں والوں میں اخبار کا پہنچنا زیادہ ضروری ہے، اس میں دینیاتی اصطلاحیں لازمی ہیں۔ بہرحال اب وہ اخبار میں تبدیلیاں کرنے پر راضی ہو گئے ہیں، اور اب اخبار میں زیادہ دلچسپ Features شامل ہوں گے مثلاً گاؤں کے متعلق Reportages ہونگی، اور ایسے Sketches ہوں گے جن سے جماعت کے کام میں مدد ملتی ہو یا اور مسائل پر روشنی پڑتی ہو۔ میں بھی ہر ہفتے ایک مضمون اس میں لکھا کروں گا، ویسے بھی اور لوگوں سے مضامین کا انتظام کیا ہے۔

غرضیکہ اگر وہ صاحب اپنی Advertising Agency کے ذریعے اس اخبار کو کچھ اشتہارات دلوا سکیں تو واقعی ایک اسلامی خدمت ہوگی۔ اس جماعت والے اپنے کام میں تو ہوشیار ہیں، مگر تجارتی معاملات میں بالکل کورے ہیں۔

امید ہے کہ آپ جلد توجہ فرمائیں گے، اور مجھے بھی جواب لکھیں گے۔ شکریہ۔

آپ کا۔ محمد حسن عسکری

☆☆☆

"نظام" ویکلی بنک اسکوائر۔ ۴۔دی مال لاہور

۱۳۰کتوبر ۴۸ء

عباس صاحب! السلام علیکم

صاحب! ایک چھوٹا سا کام ہے اگر آپ کر دیں تو، یعنی تاثیر کی افتراپردازیوں سے متاثر ہونے کے بعد بھی۔

وہ کام یہ ہے کہ میرے ایک دوست اور شاگرد ہیں سلیم احمد۔ ویسے وہ شاعر بھی ہیں۔ تو وہ کچھ روزگار قسم کی چیز چاہتے ہیں' کیا یہ ممکن ہے کہ کراچی ریڈیو سے انھیں ڈراموں میں پارٹ یا کوئی اور کام، بچوں کے فیچر وغیرہ کا مل جایا کرے؟ میں انھیں لکھ رہا ہوں کہ آپ سے جا کر ملیں۔ آپ ان سے زبانی بات کر ہی لیں گے۔

آپ نے "اردو ادب" کو جو افسانہ دیا ہے وہ منٹو کو بے حد پسند آیا ہے۔ وہ تو ایک دن یہاں تک کہنے لگے کہ بس عسکری صاحب میں تو افسانہ نگار ہوں ہی نہیں' اس افسانے کے سامنے میرا افسانہ "کالی شلوار" بکواس ہے' غرض وہ آپ کے افسانے کی اکثر تعریف کرتے رہتے ہیں۔

لکھنے کو تو آپ کو خط لکھ رہا ہوں' مگر یہ بھی سوچ (رہا ہوں) کہ لکھنا بھی چاہئے تھا یا نہیں' مجھے یقین ہے.......... آپ سے اشارتاً تو ضرور..........

اثر ہوتا ہے۔ تاثیر میری کیا پشم کندہ کر سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپنے ہی دل میں خوش ہو لے گا۔

اگر آپ مجھ سے دوستی نہ رکھنا چاہتے ہوں تو مجھے صاف صاف اطلاع دے دیجئے گا' اس صورت میں آپ مذکورہ بالا کام بھی نہ کیجئے گا' ورنہ کل کو تاثیر میرے اوپر احسان رکھے گا۔

پتہ نہیں کہ نئے حالات میں میرا آپ کو خط لکھنا درست بھی تھا یا نہیں۔ بہر حال میں نے یوں ہی لکھ دیا ہے۔ پتہ نہیں کہ آج کل آپ کے خیالات میرے متعلق کیا ہیں۔

آپ کا

محمد حسن عسکری

نوٹ: اس خط میں جہاں نقطے لگائے گئے ہیں وہاں عبارت کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے پڑھی نہ جا سکی (ادارہ)

۲۵فروری ۵۰ء

برادرم! آداب، یکم فروری سے میں ''ماہ نو'' میں آ گیا ہوں، سنا ہے کہ یہاں آپ افسانہ بھیجنے کا وعدہ کر کے گئے تھے جو ابھی تک آپ نے وفا نہیں کیا۔ مگر اب میں آ گیا ہوں تو اب تو آپ کو کچھ نہ کچھ لکھنا ہی پڑے گا۔ لہٰذا اب تو کچھ بھیجیے ہی۔

اعجاز بٹالوی صاحب کا پتہ مجھے معلوم نہیں، ملیں تو میرا سلام کہیے گا اور افسانے کی فرمائش کر دیجئے گا۔

صمد شاہین صاحب آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔

اب آپ B.B.C میں ہیں تو میں بھی فرمائشی رکارڈ بھجوا سکتا ہوں۔ ایک مرتبہ بی بی سی سے ایلیٹ نے Paul Valery پر ایک تقریر بذریعہ رکارڈ کی تھی۔ اسے پاکستانی پروگرام میں پھر نشر کرایئے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ جواب فوراً دیجیے گا، اور کم سے کم افسانے کا وعدہ کر لیجیے گا۔

آپ کا
محمد حسن عسکری

☆☆☆

نمبر ۳ محلہ مشائخاں، اندر کوٹ، میرٹھ۔

۱۱۹کتوبر ۱۹۴۶ء

برادر مکرم۔ آداب:

آپ کا خط ملا تھا۔ شکریہ۔ کل سے میں کالج میں کام نہیں کر رہا ہوں۔ دہلی میں ۲ یا ۳ نومبر کو آؤں گا۔ آج ایک اور نئی بات معلوم ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ ''ہندوستان ٹائمز'' میں اشتہار نکلا ہے کہ انڈین ریڈ کراس کو ایک پبلسٹی آفیسر کی ضرورت ہے۔ ایسا آدمی مانگتے ہیں جو انگریزی اور اردو کے علاوہ فرانسیسی میں Working knowledge بھی رکھتا ہو۔ اس کے علاوہ کچھ Editing کا تجربہ اور صحت وغیرہ کے متعلق عوام کے لیے مضمون بھی لکھ سکتا ہو۔ میں نے ریڈیو میں یہی کام کیا ہے، خاص طور پر ملیریا کے متعلق بہت فیچر لکھے ہیں، غرضیکہ یہ ساری

Qualifications تو مجھ میں آ گئیں اب ایک بات رہ جاتی ہے، کسی کی سفارش۔ اگر فیض صاحب یا تاثیر صاحب کچھ کر سکیں تو شاید کوئی مفید مطلب بات ہو سکے۔ تنخواہ پانچ سو ہے اس لیے مقابلہ ظاہر ہے زور کا ہوگا۔ درخواستیں انڈین ریڈ کراس سوسائٹی کے سکریٹری جنرل نے مانگی ہیں۔ ویسے درخواست تو میں کل بھیج ہی دوں گا لیکن اگر کوئی سفارش ہوتی تو ٹھیک رہتا۔ اسی غرض سے آپ کو لکھ رہا ہوں۔ نہ ہو سکے تو خیر۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ اب شروع نومبر میں ملاقات ہوگی۔ جواب جلد دینے کی کوشش کیجیے گا۔ شکریہ۔

آپ کا
محمد حسن عسکری

☆☆☆

نمبر ۳ مشائخاں، اندرکوٹ، میرٹھ۔

۲۳ مئی ۱۹۴۷ء

برادرم عباس صاحب،

آپ کے دونوں خط اس وقت ملے۔ ''الامین'' کے پرچے بھیج دیے گئے تھے۔ خدا جانے کیوں نہیں ملے۔ شام کو جا کر پھر بھجوا دوں گا، آپ کو بھی اور نقی صاحب کو بھی۔ ایک تبدیلی اس اخبار میں اشتہارات کی وجہ سے یہ ہو رہی ہے کہ اب تک تو تین کالم تھے مگر اگلے پرچے سے چار کالم کر دیے جائیں گے۔ نقی صاحب سے کہہ کہ جلد اشتہارات دلا دیجیے۔

میں ''انڈین لسنر''[1] میں نہیں آ سکوں گا کیونکہ جولائی سے ممکن ہے کہ میں پھر میرٹھ کالج میں پہنچ جاؤں۔ دوسرے جون میں میرا یہاں رہنا ضروری ہے کیونکہ ابھی کوئی دس (دن) ہوئے میرے والد کا انتقال ہوا ہے۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

خاکسار
محمد حسن عسکری

---

[1] 'Indian Listner' آل انڈیا ریڈیو کا انگریزی زبان کا رسالہ

مکرمی عباس صاحب، آداب

میں شام حاضر ہوا تھا مگر بڑا افسوس ہے کہ نیاز حاصل نہیں ہو سکا۔ اب میں اپنے بھائی کو بھیج رہا ہوں۔ یہ دو سو روپیہ حاضر ہیں۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ اتنی دیر ہوئی اور آپ کو اتنی تکلیف ہوئی۔ امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔

میرے بھائی کو وہ دونوں مسودے اور میری رسید عنایت فرما دیجئے۔ بڑا افسوس ہے کہ آپ کو اتنی تکلیف ہوئی اور میں نے آپ کو اتنے دن انتظار میں رکھا۔ امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

خاکسار

محمد حسن عسکری

''نیا دور'' کراچی مارچ ۱۹۸۵ اور کتاب ''مکاتیب بنام غلام عباس'' مرتبہ محمد حمزہ فاروقی

☆☆☆

سید سبط حسن کے نام

کراچی۔ ۲۳ ستمبر

برادرم، آداب

اسی وقت آپ کا عنایت نامہ ملا۔ شکریہ

اگر میں ابھی تک آپ کے لیے مضمون نہیں لکھ سکا تو اس کی وجہ مصروفیت نہیں تھی۔ اس زمانے میں تو مکمل فرصت رہی ہے۔ جسمانی اور ذہنی دونوں۔ تین مہینے سے یہ تماشا دیکھ رہا ہوں کہ جو لوگ میری کلاس میں ہوں یا مجھ سے کچھ پوچھنے آ جائیں وہ فیل ہو جاتے ہیں۔ یا اگر تھرڈ کلاس میں پاس بھی ہو جائیں تو انھیں ایم اے میں داخلہ نہیں ملتا، محض اس جرم میں کہ انھوں نے مجھ سے پڑھا ہے۔ اس لیے میں نے تو پڑھانا چھوڑ رکھا ہے۔ کالج میں وقت پورا کر کے چلا آتا ہوں۔ اگر کوئی طالب علم میرے پاس کچھ پوچھنے چلا آتا ہے تو میں اُسے یہی مشورہ دیتا ہوں کہ انگریزی ادب کے بجائے اسلامیات پڑھو۔

کراچی یونیورسٹی میں خاصا مزا آرہا ہے۔ پچھلے سال ایک صاحب نے اپنے ایم اے کے طالب علموں کو پاس کرانے کے لیے خواجہ منظور حسین کو غچہ دیا تھا۔ اس دفعہ خواجہ نے اپنا بدلا لے لیا۔ سارے طالب علموں کو لڑھکا کے چل دیے۔ زندہ باد!

انگریزی کی تعلیم میں Americanization بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ امریکی طرز کے مطابق ایم اے کے طالب علموں کا ہر ہفتے امتحان ہوتا ہے۔ ایک ہفتے کا پرچہ ملاحظہ کیجئے:۔

1۔ چاسر کے دو صفحے گھر سے پڑھ کے آؤ۔

2۔ زائر تعداد میں کتنے تھے؟

3۔ وہ کس مہینے میں روانہ ہوئے تھے؟

4۔ دن کون سا تھا؟

غرض کراچی یونیورسٹی میں آگ لگ چکی ہے۔ اب میرا کام بانسری بجانا ہی رہ گیا ہے۔ لہٰذا اب آپ مجھ سے جتنے چاہیں مضمون لکھوا سکتے ہیں۔

دو تین دن میں ایک مضمون اسپنڈر کے اُس بیان کے متعلق بھیجوں گا جو اُنھوں نے جاپان میں P.E.N. کے جلسے میں دیا ہے۔

امین حزین کا مضمون واقعی بے ہودہ تھا۔ مگر میں تو ''ساقی'' کو پڑھتا ہی نہیں۔ یہ مضمون اتفاقیہ نظر آ گیا تھا۔ شاہد صاحب اپنی وضع داری میں ایسے لوگوں کے مضمون چھاپ دیتے ہیں اور میری مجبوری یہ ہے کہ میں شاہد صاحب سے کہہ نہیں سکتا کہ میرا نام ہٹا دیں۔ اُمید ہے اکتوبر میں آپ سے ملاقات ہوگی۔ آپ تو خیر کراچی آ ہی رہے ہیں۔ میں بھی ۱۰ اکتوبر کو بیس دن کے لیے لاہور آؤں گا۔

کراچی کے طلبا کی سرگرمیوں کے متعلق رپورٹ میں جلدی ہی بھجوا دوں گا۔ سلیم عاصمی صاحب آپ کے خط کا انتظار کرتے رہے، لیکن آپ کا خط ہی نہیں آیا۔ خیر اب میں آپ کا خط اُنھیں دکھا دوں گا۔ ایک ہفتے کے اندر اُن کا مضمون آپ کو مل جائے گا اور وہ باقاعدہ لکھتے رہیں گے۔

اُمید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمد حسن عسکری

۳۷۹۔ پیر الٰہی بخش کالونی، کراچی

۱۱ نومبر ۵۶ء

مکرمی سبط حسن صاحب آداب

میں نہایت ادب کے ساتھ ایک سوال پوچھتا ہوں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں خواہ مخواہ جذباتی نہیں ہو رہا ہوں اور نہ کسی قسم کی بدتمیزی میرا منشا ہے۔ آج میں اس موضوع پر کئی ادیبوں سے گفتگو کرتا رہا ہوں، اور ہم سب کا متفقہ فیصلہ یہی ہوا ہے کہ کل یا تو خودکشی کر لیں یا امریکن سفارت خانے جا کر اپنے آپ کو اچھے سے اچھے داموں پر بیچ دیں۔ پھر سوچا کہ آپ سے بھی رجوع کروں۔

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

ایک بات اور عرض کر دوں۔ مجھے اس چیز کا اوروں سے کہیں زیادہ احساس ہے کہ میری کوئی ہستی نہیں۔ ادیبوں میں بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ میری کوئی جماعت بھی نہیں، بلکہ عموماً لکھنے والے اور پڑھنے والے دونوں ہی میرے مخالف ہیں۔ اس لیے مجھے اپنی اہمیت کے بارے میں کوئی بھی مغالطہ نہیں، اور یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ کائنات میری رائے سے نہیں چلتی، اگر چلنے لگے تو بالکل ہی ڈوب جائے۔ لیکن چونکہ آپ نے اتنے خلوص کے ساتھ اپنے رسالے کے لیے مجھ سے مضمون مانگا تھا، اور میں فخر کر رہا تھا کہ آپ نے میرے تعاون کو قدر کی نگاہ سے دیکھا، آپ سے میرا یہ تعاون لاہور اور کراچی کے مدیروں، پبلشروں اور ادیبوں کو ناگوار گزرا، اور لاہور کے ایک مدیر پبلشر نے مجھے زمانہ ساز تک کہا، اور کراچی کے ایک مدیر نے ایسی افواہیں پھیلائیں کہ...... خیر...... تو ایسی صورت میں مجبور ہوں کہ اپنی ایک ذہنی مشکل کا حل آپ سے دریافت کروں۔ آپ کا قیمتی وقت ضائع تو ہوگا، لیکن یہ مسئلہ میرے سوا پاکستان کے کئی اور ادیبوں کے سامنے بھی آئے گا۔ اس لیے تھوڑا سا وقت اس کی بھی نذر کر دیجیے گا۔

وہ جھگڑا یہ ہے، آج لاہور سے مجھے ایک مبارک باد کا خط ملا ہے جس میں یہ ''خوش خبری'' سنائی گئی ہے کہ آپ نے ادیبوں کی ایک نئی انجمن قائم کی ہے جس کے رہنماؤں میں خواجہ منظور حسین شامل ہیں۔ مجھے مبارک باد اس لیے دی گئی ہے کہ ایک طرف تو میں P.E.N. اور حلقۂ ارباب ذوق کے اس رجحان پر اعتراض کرنے میں پیش پیش تھا کہ یہ لوگ سرکاری افسروں کو

ادیب اور ادیبوں کا رہنما بنا رہے ہیں' دوسری طرف آپ کے رسالے کو پاکستانی ادیبوں کی آخری پناہ گاہ بتا رہا تھا۔ جن صاحب نے مجھے خط لکھا ہے' اُنھوں نے مجھ سے پوچھا ہے کہ پاکستانی ادیبوں کی آخری پناہ گاہ اور .P.E.N یا حلقہ ارباب ذوق میں کیا فرق ہے؟ آخر حلقۂ ارباب ذوق نے بھی اتنا ہی کیا تھا کہ جب خواجہ منظور حسین گورنمنٹ کالج کے پرنسپل اور یونیورسٹی کی مختلف کمیٹیوں کے مالک بن گئے تو حلقۂ ارباب ذوق نے اُنھیں اپنا ادبی رہنما مان لیا۔

یہ ایسا سوال ہے جس کا میں اُن صاحب کو کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ اگر آپ یہ فرق واضح کر دیں تو میں اُنھیں کوئی معقول جواب دے سکوں گا۔ کیونکہ اگر واقعی آپ نے خواجہ منظور حسین کو اپنا رہنما تسلیم کیا ہے تو ضرور وہ کوئی بلند پایہ ادیب ہوں گے۔ آپ اُن کی خفیہ تصنیفات کا نام مجھے بتا دیجیے' میں اُن مبارک باد دینے والے صاحب کو مطمئن کر دوں گا۔

لیکن آج یہ خط پڑھ کر ذاتی طور سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں نے بڑی بے وقوفی کی جو آج تک .P.E.N جیسی جماعتوں میں شامل نہ ہوا۔ وہ لوگ تو بڑے پیسے دیتے ہیں اور دنیا بھر کی سیر بھی کراتے ہیں۔ رندی کے مزے بھی اور آخر میں جنت بھی۔ کیونکہ اگر ادیبوں کا امام بننے کے لیے ہزار روپیہ تنخواہ پانے کی شرط ہے تو امریکن لوگ تو مجھے بڑی آسانی سے ادیبوں کا امام بنوا سکتے تھے۔

بہر حال میرا یہ تاسف بھی دور ہو سکتا ہے۔ بس آپ مجھے اتنا یقین دلا دیں کہ آپ بھی .P.E.N والے اصول ہی کے قائل ہیں۔ اگر آپ بھی حلقۂ ارباب ذوق کے رخ پر جا رہے ہیں تو آخر میں دُنیا کی سیر کیوں نہ کروں؟ اگر سب ادیبوں کی آخری منزل ایک ہی ہے تو میں کیوں پیچھے رہوں؟ میں تو اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ آپ کا رسالہ ادیبوں میں عزت نفس اور خودداری پیدا کرے گا' ورنہ خواجہ منظور حسین کیا مال ہیں' کراچی میں تو بڑی بڑی بارگاہیں موجود ہیں جہاں سجدہ کرنے سے آدمی نہ جانے کیا کیا بن سکتا ہے۔

میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مجھے بے ادبی منظور نہیں۔ میں تو ایک بہت ہی معمولی آدمی ہوں۔ میری تنخواہ ایک ہزار کے آدھے سے بھی کم ہے۔ ممکن ہے میری بے وقوفیوں کی وجہ سے کل تک وہ بھی نہ رہے۔ اس لیے میں کیا کھا کے ایسی جسارت کروں گا۔ لیکن چونکہ میں آپ کے رسالے کی تھوڑی بہت خدمت کرنے کا جذبہ رکھتا تھا' اس لیے ایک سوال پوچھ بیٹھا۔ اگر آپ کو میری کوئی

بات ناگوار گزری ہو تو سزا کے طور پر میرے خط کا جواب نہ دیجیے گا۔ میں خود سمجھ جاؤں گا کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں' اور مجھے دنیا میں خوش حال اور خوش و خرم دیکھنا چاہتے ہیں۔

نیاز مند

محمد حسن عسکری

۳۷۹۔ پیر الٰہی بخش کالونی

کراچی نمبر ۵

مکرمی' آداب

اسی وقت آپ کا عنایت نامہ ملا۔ شکریہ۔

میں نے آپ کو وہ خط اسی لیے بے تکلفی سے لکھ دیا تھا کہ میں آپ کے رسالے سے بہت سی اُمیدیں وابستہ کیے بیٹھا ہوں۔ آپ نے مجھ سے تو صرف مضمون ہی مانگا تھا' لیکن میں تو ہر ادیب سے یہی کہتا رہا ہوں کہ اگر پاکستان میں ادب کو از سر نو زندہ کرنا ہے تو ''نگارش'' میں لکھو۔ اسی طرح میں ادیبوں کی مشترکہ انجمن کے خلاف بھی نہیں ہوں۔ حکومت کے زیر سرپرستی ادیبوں کا مجتمع ہونا اور بات ہے' مل کر اپنی انجمن بنانا اور چیز ہے۔ چنانچہ میں لاہور میں بعض لوگوں سے یہی کہہ رہا تھا کہ میں سبط حسن صاحب سے کہوں گا کہ ایسی انجمن بنانے کی کوشش کریں۔ آپ جانتے ہیں کہ لاہور کے زیادہ تر ادیب اس تجویز کے خلاف ہیں' کیونکہ بعض لوگ تو پہلے سے کسی انجمن میں شامل ہیں۔ اور بعض لوگ ہر انجمن سے علیحدگی پر فخر کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کو خدشہ ہے کہ ایسی انجمن بنی تو اُن کی اہمیت کم ہو جائے گی۔ بہر حال میں کوشش کر رہا تھا کہ لوگ آپ سے تعاون کریں۔ اسی لیے جب آپ نے اپنی سب کمیٹی میں خواجہ منظور حسین کو رکھا تو میرے نام مبارک باد کا خط آیا۔

خیر' یہ تو مجھے گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ سرکاری سرپرستی قبول کریں گے یا اس طرح کی کوئی حرکت ہو گی۔ میری ''اذیت'' جسے آپ نے محسوس کیا ہے وہ اور قسم کی تھی۔ آپ بعض باتوں سے پوری طرح واقف نہیں ہیں اور آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ادیبوں کے حالات کس حد تک بگڑ چکے ہیں۔ ایک طرف سرکاری افسروں کو ادیب بننے کا شوق پیدا ہوا ہے' دوسری طرف ادیبوں کو پتا چلا ہے کہ سرکاری افسروں کو ادیب ماننے سے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ادیب لکھنے کے

بجائے خوشامد میں لگ گئے ہیں۔ اور سرکاری افسر محض اپنی طاقت کے بل پر ادب میں روز بروز مضبوط ہوتے جا رہے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ سیاسی اختلاف تو الگ رہا محض ادبی اختلاف کی بنا پر افسر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ "اچھا' ٹھیک کر دیں گے۔" آپ یا میں ایسی بات پر ہنس کے خاموش ہو سکتے ہیں۔ لیکن جس شخص نے ابھی لکھنا شروع کیا ہے اور جو خلوص کے ساتھ کچھ کرنا چاہتا ہے' اس کے لیے تو یہ بات بڑی پریشان کن ہے۔ مجھے ایسے ادیب روز ملتے ہیں جو ان حالات میں بے دل اور بے ہمت ہو گئے ہیں۔ اسی لیے میں آپ کے رسالے کو ہر طرح کی تقویت پہنچانا چاہتا ہوں تا کہ ادیبوں کو ایک ٹھکانہ تو مل جائے اور اسی لیے میں ادیبوں کی انجمن کا بھی حامی ہوں کیونکہ مجھے اعتراف ہے کہ مجھے تخلیقی قوت تو ان چھوٹے اور گمنام ادیبوں ہی سے ملتی ہے' اگر یہ بے بس ہو گئے تو میں بھی اپنی کسی صلاحیت سے پورا کام نہیں لے سکتا۔ جن لوگوں نے ادب میں تھوڑا بہت نام پیدا کر لیا ہے وہ تو اب اس شہرت سے مالی فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں یا کسی نہ کسی طرح اپنی شہرت قائم رکھنا چاہتے ہیں' ہماری اصلی قوت تو وہ لوگ ہیں جو کل لکھنا شروع کریں گے۔ بشرطیکہ انھیں کہیں سے سہارا ملے اور وہ یہ محسوس کر سکیں کہ اصلی عزت اچھا لکھنے میں ہے' سرکاری افسروں کے آگے پیچھے پھرنے میں نہیں۔

چنانچہ میں تو کُل پاکستان بنیاد پر ادیبوں کی تنظیم کے پوری طرح حق میں ہوں۔ آپ کا یہ خیال بھی دُرست ہے کہ سرکاری ملازموں کو رکنیت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ خیال رکھیے کہ آپ کی انجمن میں ایسے لوگ آگے آگے نہ ہوں' جو اپنی سرکاری حیثیت کو ناجائز طور سے استعمال کرتے ہوں۔ یعنی سوال افراد کا آ جاتا ہے۔ مثلاً صوفی تبسم صاحب پر زیادہ سے زیادہ لوگ یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ آپ کی انجمن اُن کی شہرت سے مرعوب ہو گئی۔ لیکن آپ کو یہ علم نہیں کہ خواجہ منظور حسین صاحب مرغے لڑانے میں کیسے ماہر ہیں۔ کراچی یونیورسٹی میں اُنھوں نے کیا گل کھلائے ہیں اُسے تو خیر چھوڑیے۔ آج کل لاہور کے ادیبوں میں بھی اُن کی سیاست نئے تماشے دکھا رہی ہے۔ اس کا آغاز قیوم نظر صاحب نے کیا تھا' چونکہ قیوم نظر صاحب نے خواجہ صاحب کو حلقۂ اربابِ ذوق کا ادبی رہنما بنا کر شاید کچھ فائدے حاصل کیے ہیں' اس لیے قیوم صاحب سے اختلاف رکھنے والے پوچھتے ہیں کہ خواجہ صاحب کا ادبی کارنامہ کیا ہے۔ پھر گورنمنٹ کالج میں سراج صاحب اور خواجہ صاحب کی لڑائی چلتی ہے جس کے نتیجے میں لڑکوں کو نقصانات یا فائدے پہنچے ہیں۔ اور آخر یہ جھگڑے ادیبوں کے حلقے پر اثر ڈالتے ہیں۔

لہٰذا میری گذارش یہ ہے کہ سرکاری ملازموں کو انجمن کا رکن تو بنائیے لیکن ایسے لوگوں کو آگے نہ لائیے جو ادیبوں کو لالچ یا دھمکی دے کر ادیب بننا چاہتے ہیں۔ آپ کی انجمن کسی کی غلام تو نہیں بنے گی۔ آپ جیسے دو چار آدمیوں پر لالچ یا دھمکی کا اثر بھی نہیں پڑے گا، لیکن جو ادیب لکھنا شروع کر رہے ہیں ہمیں تو اُن میں خود اعتمادی اور خودداری پیدا کرنی ہے۔ کیونکہ ہمارے ادب کا اور خود ہمارا اصلی سرمایہ تو وہی ہیں۔ آپ کی اور میری آزادی بھی اُسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے جب تک کہ ان لوگوں کو آزادی میسر ہے۔ اس لیے آپ انجمن تو ضرور بنائیں، مگر یہ ضرور دیکھیں کہ اس میں وہی لوگ آئیں جو واقعی لکھتے ہیں اور لکھنے کو ہی اپنی زندگی سمجھتے ہیں۔

رہا میں تو میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ آپ کے رسالے کو ادیبوں کا حفاظتی قلعہ سمجھتا ہوں۔ ''نگارش'' چاہے آپ خود نکالیں، چاہے Progressive Papers کی طرف سے نکلے، مجھے یقین ہے کہ یہ پرچہ ادب کی خدمت کرے گا۔ مجھے یاد ہے کہ جس زمانے میں ترقی پسند رسالوں نے میرا بائیکاٹ کر رکھا تھا ''امروز'' میں میرے مضمون برابر شائع ہوتے تھے اور فیض صاحب نے کبھی کوئی پابندی نہیں لگائی۔ اگر دس پانچ ''مشہور'' ادیب فی الحال آپ سے تعاون نہیں کرنا چاہتے تو انھیں چھوڑیے۔ آپ اس تخویف و تحریص کے ماحول کو ختم کرنے کی کوشش کیجیے تو اور پچاس ادیب نکل آئیں گے۔ یہ لالچ اور دھمکی کا معاملہ آجکل کس طرح چل رہا ہے اور ادیبوں پر اس کا کیا اثر پڑ رہا ہے' آپ کو ان باتوں کا صحیح اندازہ نہیں ہے' اور میں خط میں اتنی لمبی چوڑی داستان لکھ نہیں سکتا۔ لیکن اچھے خاصے ادیب ہراساں ہیں اور مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں۔ ان حالات کی اصلاح آپ کی انجمن کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ آپ سختی سے اس اُصول پر چلیں کہ ادیب کی اہمیت کا بس ایک ہی معیار ہے۔ لکھنا۔ جن ادیبوں نے اس سلسلے میں مجھ سے باتیں کی ہیں اُن کے احساسات میں نے آپ تک پہنچا دیے۔ اب آپ خود دیکھ لیں۔

افسوس ہے کہ فیض صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ میرا بھانجا بیمار ہے اور اُسے ڈاکٹر کے یہاں لے جانے کا کام میرے سپرد ہے۔ میں ایک دفعہ فیض صاحب سے ملنے پہنچا بھی، لیکن غالباً ملازم نے اطلاع نہیں کی اور میں انتظار کر کے چلا آیا۔ خیر، ضروری باتیں میں نے آپ سے عرض کر دی ہیں۔

اُمید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمد حسن عسکری

کراچی

۲۶ نومبر

برادرم آداب

کل رات آپ کا تار ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک مضمون نہیں بھیج سکا۔ اصل قصہ یہ ہے کہ مکان کی مرمت ہو رہی ہے، بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں۔ دوسرے مجھے چینی تھیٹر پر Eisenstein کا مضمون نہیں مل سکا، پھر آپ نے کہا تھا کہ مضمون اُس وقت چھاپیں گے جب چینی وفد لاہور پہنچے گا۔ یہاں معلوم ہوا کہ یہ لوگ دسمبر کے آخر میں لاہور جائیں گے اس لیے میں نے سوچا کچھ دن بعد لکھ لوں گا۔

اب فرمایئے کہ مضمون کب چاہیے؟ اگر دسمبر کے آخر میں چھاپنا ہے تو میں ۱۲ دسمبر تک بھیج دوں گا۔

آج ایک فرانسیسی رسالے میں الجیریا کے متعلق کچھ چیزیں ملی ہیں۔ اُن پر بھی ایک مضمون حاضر کروں گا۔

اُمید ہے مزاج بخیر ہو گا۔

وہ کامیو والا ترجمہ کب آ رہا ہے؟

مخلص

عسکری

۳۷۹۔ پیر الٰہی بخش کالونی

کراچی

۲۸ نومبر ۵۶ء

مکرمی آداب

میں نے پچھلے ہفتے آپ کو خط لکھا تھا۔ ابھی تک جواب کا انتظار کر رہا ہوں، پتا نہیں آپ کو خط ملا بھی یا نہیں۔ مہربانی فرما کر اطلاع دیجیے۔

''نگارش'' کب آ رہا ہے؟

دوسرے نمبر کی تیاریاں شروع ہو گئیں یا نہیں؟ میں یہاں سے آپ کو کئی لوگوں کی نظمیں

وغیرہ بھیجوں گا۔ یہ بتایئے کہ یہ چیزیں کس تاریخ تک پہنچ جائیں۔

اُمید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

ایک پیغام زُہیر صاحب[1] کے لیے ہے۔ میں نے اُنھیں ایک کتاب بھیجی تھی۔ وہ اُنھیں مل گئی یا نہیں؟

مخلص

محمد حسن عسکری

[1] زہیر صدیقی سے عسکری کا رابطہ الہ آباد یونیورسٹی کے زمانے سے تھا جہاں زہیر کے والد عبدالستار صدیقی پڑھاتے تھے۔ پاکستان بننے کے فوراً بعد زہیر لاہور آ گئے اور چودہ پندرہ سال پاکستان ٹائمز میں کام کیا۔ بعد میں سول اینڈ ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر ہوئے۔

۳۷۹۔ پیر الٰہی بخش کالونی، کراچی نمبر ۵

۳ دسمبر ۵۶ء

مکرمی، آداب

اسی وقت عنایت نامہ ملا۔ شکریہ۔ مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کو اس ضرورت کا احساس ہے کہ ادیبوں کی ایسی جماعت قائم ہو جو خارجی اثرات سے آزاد رہ سکے۔ پچھلے مہینے ڈیڑھ مہینے میں ''چھوٹے'' ادیبوں میں بڑی تبدیلی پیدا ہوئی ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ اُنھیں اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے کام لینے کا موقع ملے۔ اور یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ادیب ایک دوسرے کو تقویت نہ پہنچائیں، اور خودداری کے ساتھ کام کرنے کا موقع فراہم نہ کریں۔ آپ کی یہ تجویز ٹھیک ہے کہ ہم رسالوں کے ذریعے ادیبوں کو افسر پرستی کے خطرے سے آگاہ کریں۔ لیکن جب مشہور ادیب افسر پرستی میں مصروف نظر آتے ہیں تو چھوٹے ادیب بھی ہمت ہار دیتے ہیں۔ فی الحال تو ہمیں چھوٹے ادیبوں پر ہی تکیہ کرنا چاہیے۔ اور جو لوگ لکھنا بند کر چکے ہیں اُنھیں پھر ادب کی طرف واپس لانا چاہیئے۔ سال چھ مہینے میں یہ لوگ لکھنے لگے تو افسر پرستی خود ہی بند ہو جائے گی۔ جو ادیب اپنے فرار کو فلسفے کی شکل دیتے ہیں وہ کے دن چلیں گے۔ اگر آپ ادیبوں کی ایسی انجمن بنائیں جو افسروں سے خالی ہو تو ممکن ہے شروع میں مشہور ادیب اس میں شامل نہ ہوں اور تعاون نہ کریں، لیکن جو ادیب اپنی تخلیقی صلاحیتیں استعمال میں لانے کا موقع ڈھونڈ رہے ہیں وہ آپ کے ساتھ ہوں گے۔ کم سے کم مجھے تو ''مشہور'' ادیبوں پر بالکل اعتماد نہیں ہے۔ ایسے لوگ بھی میرے پاس تشریف لاتے ہیں، مگر یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس یا ''نگارش'' کا کیا حال ہے! البتہ چھوٹے ادیب یہ پوچھتے ہیں کہ ہمیں لکھنے کا کوئی موقع ملے گا یا نہیں۔

ممتاز حسین ایک ہفتے سے سخت بیمار ہیں، اور اسپتال میں ہیں۔ انتظار حسین نے کیا لکھا تھا؟ غالباً کوئی تراشہ ہوگا جو آپ خط کے ساتھ رکھنا بھول گئے۔ اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ ''نگارش'' جلد از جلد نکل آئے۔

رہا خواجہ منظور حسین کا معاملہ، تو میں اُن سے ذاتی طور پر کچھ ایسا واقف نہیں ہوں۔ صرف تین چار دفعہ ملا ہوں۔ البتہ اُن کی سرگرمیوں سے واقف ہوں۔ پہلے اُن کی سیاست کا میدان تھا یونیورسٹیوں کا۔ اپنے استحکام کے لیے انھوں نے لاہور میں اور کراچی میں پارٹیاں بنائی تھیں۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی پارٹی کے لوگ ہمارے بہترین طالب علموں کو فیل کرنے لگے۔ میں نے زبانی بھی اُن سے کہا، خط بھی لکھا مگر اُنھیں تعلیم سے زیادہ پارٹی بازی عزیز تھی۔ اب حال یہ ہوا کہ ایم اے کے لڑکے مجھ سے ملتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ لوگوں کو معلوم ہوا تو فیل ہو جائیں گے۔ جو لڑکے آتے ہیں وہ چھپے چوری۔ میں نے پانچ سال محنت کر کے انگریزی کے طالب علموں میں پڑھنے اور لکھنے کا جو شوق پیدا کیا تھا وہ خواجہ صاحب کی جاہ پرستی نے ختم کر دیا۔ وہ اس عرصے میں مجھے رشوت دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ میں اُن کی حرکتوں کو چھپائے رکھوں، کیونکہ میں ایک آدھ دفعہ ''ساقی'' میں لکھ چکا ہوں کہ امریکن کراچی یونیورسٹی میں نصاب کس طرح بنواتے ہیں۔ قیوم نظر صاحب نے اب اُنھیں ادب کی راہ بھی دکھا دی ہے۔ چنانچہ اب وہ ادھر بھی مرغے لڑا رہے ہیں۔ کیونکہ اُن کے پاس وظیفے ہیں، امتحانوں کے پرچے ہیں اور نصاب کی کتابیں ہیں۔ پہلے تو یہ باتیں صرف مجھے معلوم تھیں لیکن اب لاہور کے ادیبوں کو بھی اندازہ ہو گیا ہے۔ اسی لیے میں نے لکھا تھا کہ اگر آپ نے اُنھیں ادیبوں کی انجمن میں شامل کیا تو یہ سیاست آپ کی انجمن میں بھی پہنچے گی۔

''نگارش'' کے لیے ایک غزل تو میں بھیج رہا ہوں۔ انھیں صاحب سے میں کچھ نئے قسم کی نظمیں لکھوا رہا ہوں، وہ دس پندرہ دن میں بھیجوں گا۔ جن قطعات کا وعدہ میں نے کیا تھا وہ بھی آنے والے ہیں۔ یہ بالکل نئی قسم کی چیز ہوگی۔ کوئٹہ کے گورنمنٹ کالج میں ایک افسانہ نگار ہیں خلیل احمد۔ ایک خط آپ انھیں لکھ دیجیے۔ میں بھی لکھ رہا ہوں۔ اُس کے پاس کئی افسانے جمع ہیں۔

مخلص

محمد حسن عسکری

☆☆☆

کراچی

۱۹ فروری

برادرم سبط حسن صاحب، آداب

عنایت نامہ آج ہی ملا۔ شکریہ۔

میں آپ کی رہائی پر مبارک باد دینا چاہتا ہوں۔ مگر بیس دن سے طبیعت خراب چلی جا رہی

ہے' اس لیے ابھی تک خط نہ لکھ سکا۔

میں آپ کے سالنامے کے لیے مضمون ضرور بھیجوں گا۔ اگر مارچ کے شروع میں پہنچ جائے تو ٹھیک رہے گا؟

اب کے ہمارے یہاں گرمیوں کی چھٹیاں ۱۵ مئی سے شروع ہوں گی۔ اس لیے تین مہینے تو میرا لاہور آنا نہیں ہو سکے گا۔

اُمید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمد حسن عسکری

کراچی

۲۰ فروری

برادرم' آداب

آپ کے خط کا جواب کل دے چکا ہوں۔ آج آپ کے سالنامے کے لیے ایک موضوع سوجھا ہے۔ ہمارے یہاں Popular Theatre بالکل ہی ختم ہو گیا ہے۔ کراچی میں بھی' لاہور میں بھی۔ اور اس سے متعلق لوگ بکھر گئے ہیں۔ میں اس تھیٹر کی تہذیبی اہمیت پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے کچھ تصویریں بھی آپ کو دے سکتا ہوں۔ پندرہ بیس تو پہلے سے میرے پاس ہیں۔ اور کل ہی پوری فلم یعنی چھتیس تصویریں کھینچ کے لایا ہوں۔ آپ کتنی تصویریں چھاپیں گے' اور Enlargements کس سائز کے چاہتے ہیں؟ البتہ یہ عرض کر دوں کہ میں امریکن طرز کی تصویریں کھینچتا ہوں' یعنی Flash Light کے استعمال کا قائل نہیں ہوں کیونکہ اس سے Atmosphere ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے تصویریں تھوڑی سی Under Exposed ہوں گی' مگر Available Light Technique کے مطابق۔

بہرحال فوراً اطلاع دیجیے کہ آپ اس قسم کا مضمون پسند کریں گے یا نہیں؟ بہتر ہوگا کہ تار سے اطلاع دیں' کیونکہ اگر آپ نے ایسا مضمون مانگا تو مجھے Enlargement بنوانے پڑیں گے۔

مخلص

محمد حسن عسکری

(۹)

کراچی، ۲ مارچ

برادرم

مضمون حاضر ہے۔

آپ کا تار تو مجھے مل گیا تھا لیکن خط نہیں آیا۔ اس لیے مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کو کس سائز کے Enlargements چاہئیں۔ بہر حال کچھ تصویریں بھیج رہا ہوں۔

اُمید ہے مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمد حسن عسکری

ششماہی ''غالب'' جولائی تا دسمبر ۱۹۸۷ء جنوری تا جون ۱۹۸۸ء

☆☆☆

انتظار حسین کے نام

کراچی

۲۱ ستمبر

مسٹر انتظار حسین، تمہارا خط ملا۔ تھینک یو۔ الجیریا کی حکومت قائم ہوگئی۔ تمہاری کمیٹی کیا کر رہی ہے؟ کوئی جلسہ نہیں کرے گی؟

یارو تم لوگ کیا گپیں اڑاتے ہو؟ آفتاب صاحب نے بتایا کہ تمہارے قول کے مطابق میں بستر مرگ پر ہوں۔ جب آکے (اس سال یا اگلے سال یا تین سال بعد) تمہیں چپیاؤں گا تو معلوم ہوگا کہ میں کس قدر زندہ ہوں۔

میں حسب دستور اسلامیہ کالج میں ہوں۔ ارادہ تو تھا استعفےٰ دینے کا مگر فی الحال گول کر دیا۔

میں براہ راست مری اس لئے جانا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ پانچ چھ لوگ ہوں گے اس لئے لاہور میں اترنا مشکل ہوگا۔ ابھی کوئی پروگرام طے نہیں۔ یاران دیر و کعبہ دونوں بلا رہے ہیں، دیکھو کیا جمع تفریق، ضرب تقسیم ہوتی ہے۔

اختر صاحب تمھیں بات بات یاد کرتے ہیں۔ انھوں نے تمہارا بہت پراپیگنڈا کیا ہے اور تمہیں بحیثیت ایک معقول آدمی کے مشہور کر دیا ہے۔ حالانکہ میں ان کی تردید کرتا رہتا ہوں۔ بہر حال وہ ہمارے ساتھ مری نہیں جا رہے ہیں۔

عاصمی صاحب[!] کو تم سے ملنے کا ارمان ہے۔ وہ آجکل کراچی ٹائمز میں کام کرتے ہیں۔

سعید محمود سے بہت بہت سلام کہنا۔ ان کا کیا حال ہے؟

میں سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک پندرہ روزہ کالم شروع کر رہا ہوں۔ پہلی قسط دو چار دن میں بھیجوں گا۔

آج کل مجھے فرصت کم ملتی ہے، کچھ فوٹوگرافی کے تجربات کر رہا ہوں۔ رنگین فلم آزمانے کی تیاری ہے۔

سبط حسن کی کیا خبریں ہیں؟

[!] سلیم عاصمی

دیکھو فوراً جواب دے رہا ہوں۔ تم بھی جلدی جواب دینا۔ میری چھٹیاں پہلی سے شروع ہیں۔ کیا خبر میں پہلی کو ہی کراچی سے نکل کھڑا ہوں، اور پھر مہینے بھر تک لاپتہ رہوں۔

عسکری

☆☆☆

کراچی ۱۸ نومبر ۶۰ء

انتظار

بھائی، تجھے ایک خط لکھا تھا، جواب پی گیا۔

ایک بات ذہن میں آئی ہے، اس لئے نیا خط لکھ رہا ہوں۔ اگر سالنامے میں ایک حصہ منٹو کے متعلق مضامین کا رکھ دیا جائے تو کیسا ہے؟ ادھر لوگ کچھ منٹو کو بھولتے جا رہے ہیں، اور کچھ لوگ جان بوجھ کے بھلانا چاہتے ہیں۔ اس لئے اچھا رہے گا کہ یاد تازہ ہو جائے۔ آج ۱۸ تاریخ ہے۔ پہلے تو یہ خط دیکھتے ہی جواب دو کہ یہ تجویز ٹھیک ہے یا نہیں، اگر تم اتفاق کرو تو دسمبر کے پرچے میں اعلان کر دیا جائے۔ اس لئے جواب فوراً دینا۔[1]

اور اس کے بعد یار اس حصے کے لئے مضمون تو ہی لاہور میں لکھوا دے۔ سعید محمود، صفدر وغیرہ سے مشورہ کر لے، اور حامد جلال سے ضرور مل لے۔ بھائی، یہ سب کام تجھ پہ چھوڑتا ہوں آجکل مجھ سے زیادہ خط نہیں لکھے جاتے۔

اب میری طبیعت بہتر ہے۔ ٹھیک ہوتا جا رہا ہوں، لیکن بہت آہستہ آہستہ۔ اب چلنے پھرنے تو لگا ہوں۔ بس کھانا ٹھیک طرح ہضم نہیں ہوتا، کیونکہ دو مہینے سے محض گوشت کھانا پڑ رہا ہے۔ یار تجھے کبھی Amaebic Dysentery کا علاج کرانا پڑے تو پہلے اپنے گناہ بخشوا لیجو۔ اس کی دوائیں بڑی قاتل ہیں۔ فلمی جہانگیر خاں کو تو تم نے دیکھا ہی ہوگا، انجکشن لے کر موٹر میں سیر کرنے نکلا تھا، بے ہوش ہو کے گر پڑا۔ لیکن آدمی ہو تو اپنے نقاد ممتاز حسین جیسا ہو، جیسا دماغ سخت ویسا ہی معدہ بھی سخت۔ یہاں تو دس دن تک چھ گولیاں روز کی کھا کے لیٹ گئے۔ اس نے تین مہینے تک سولہ گولیاں روز کھائیں، لیکن ذرا جو اثر لیا ہو، نہ اچھا نہ بُرا۔

ابے بھئی تو نے راجندر سنگھ بیدی کا افسانہ بھی پڑھا جو نقوش اور سویرا دونوں میں چھپا ہے۔

---

[1] اس خط کے علاوہ دوسرے خطوں میں بھی کراچی کے رسالہ 'سات رنگ' کے لئے مضمون کی فرمائش ہے۔

اس کی بڑی تعریفیں ہیں۔ اس لئے میں نے بھی کل رات پڑھ ڈالا۔ اول تو اسے پڑھنا مشکل کام ہے، عجیب عبارت لکھی ہے۔ خیر آدھا تو ٹھیک چلا ہے مگر آخر میں بالکل ٹائیں ٹائیں فش ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے بیدی نے روسی فلم The Cranes are Flying دیکھ کے لکھا ہے۔ تجھے کیسا معلوم ہوا؟

اچھا، بیٹے، اب میرے لاہور آنے کا انتظار کرو۔ میرا نیا کیمرہ تو ابھی تک نہیں آیا، مگر میں نے Developing Tank خرید لیا ہے۔ اب خود ہی فلمیں Develop کروں گا۔ اس لئے اپنی مرضی کے مطابق تصویریں آئیں گی۔ اب کے بہت سی فلمیں لے کے لاہور آؤں گا اور تم لوگوں کی نئی تصویریں کھینچوں گا۔ ذرا منہ دھو دھلا کے تیار رہنا۔ کہو تو کسی سے رولی فلیکس بھی مانگتا لاؤں رنگین تصویریں کھینچنے کے لئے۔

یار، جنوری کے پرچے کے لئے افسانہ ضرور بھیج دیجو۔ سالنامے کے لئے بعد میں۔ صفدر، مشتاق، شہرت[1] سے بھی کچھ بھجواؤ، میاں، اپنے دوست سب سے ڈھیلے ثابت ہو رہے ہیں۔ ایہہ کی گل اے۔

بھائی، جواب فوراً دینا، کیونکہ منٹو والے سیکشن کا اعلان کرنا ہے۔ سعید محمود کو بخار آ رہا تھا۔ اب ان کی طبیعت کیسی ہے؟

لاہور آنے کو بہت جی چاہ رہا ہے، مگر ابھی سوا مہینہ ہے۔

عسکری

۳۷۹۔ پیر الٰہی بخش کالونی، کراچی نمبر ۵

☆☆☆

کراچی

۲ دسمبر ۶۰ء

انتظار خاں

کہہ بھئی، کوئی افسانہ لکھا؟ یار جلدی بھیج۔ ابھی تو تجھے ایک افسانہ سالنامے کے لئے لکھنا ہے۔ میاں، تم تو ''نصرت'' سے مرعوب ہو رہے تھے۔ اُن کی ''ثقافتی ہلچل'' تو بھد بھد نکلی۔

---

[1] صفدر میر، احمد مشتاق اور شہرت بخاری

یار، کیوں نخرے کرتا ہے؟ منٹو والا حصہ تو ہی مرتب کردے۔ جس سے جی چاہے لکھوا لے۔ یہ کام تو ہی کردے۔ میں تو نہیں کہتا کہ بیدی کا افسانہ پڑھو۔ میں نے تو شہرہ سنا تھا اس لئے پڑھ کے دیکھ لیا مگر بات بنی نہیں۔

میں نے فلم دھونی شروع کردی ہے۔ ایک پرسوں دھو کے دیکھی تھی۔ بازار سے تو اچھی ہی ڈھلی ہے۔

یار، مادھو کی نظمیں بہت دن سے نہیں آئیں۔ دو چار بھجواؤ۔ اس کے علاوہ محمد صفدر، شہرت، انجم احمد مشتاق سے بھی کچھ لے کر بھیجو۔ شاکر صاحب کس رنگ میں ہیں؟ ان کو کوئی خط لکھے جواب ہی نہیں دیتے۔ ہندوستان کے ایک ہندی رسالے نے مادھو کی نظمیں نقل کرنے کی اجازت مانگی ہے اور علی گڑھ میں بھی مادھو کو کافی پسند کیا گیا ہے۔

عجیب بات ہے کہ پاکستان کی بہ نسبت ہندوستان میں پرچہ زیادہ مقبول ہے۔

میں بھی لاہور آنے کے لئے پا بہ رکاب بیٹھا ہوں۔ اب تو طبیعت بھی بالکل ٹھیک ہے۔ خدا کرے پندرہ دن کی چھٹی ہو جائے۔ ہفتے بھر کی ہوئی تو بس بھاگ دوڑ ہی رہے گی۔ سلیم کا آنا تو مشکل ہے۔

اچھا میاں، جواب جلدی دینا۔

عسکری

''محراب'' لاہور ۱۹۷۹ء

ڈاکٹر عبادت بریلوی کے نام

کراچی، ۲۸ جنوری ۶۷ء

برادرم السلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ پرنسپل ہونے کی مبارک باد قبول کیجئے۔ ہے تو زحمت کا کام، مگر ضروری بھی ہے۔ خدا کرے کہ آپ مستقل ہی پرنسپل ہو جائیں۔

زبان کے مسئلے پر لکھنا ذرا غور طلب مسئلہ ہے مگر خیر اللہ مدد کرے گا۔ ان شاء اللہ مضمون لکھوں گا۔ فی الحال یہ موضوع سوچا ہے کہ اردو میں مابعد الطبیعات کی زبان بننے کی صلاحیت کس قدر ہے۔ اگر آپ کو یہ موضوع پسند نہ ہو تو پھر کوئی اور سہی۔ **Guimbretiere** کو خط لکھ رہا ہوں شاید وہ مضمون لکھنے کی فرصت نکال لیں۔

میری ایک تجویز اور ہے۔ پیرس میں ایک بہت بڑے عالم ہیں **Michel Valsan** (مسلمان ہیں، مگر یہ بات ظاہر کرنے کی نہیں) اُردو تو خیر وہ جانتے نہیں۔ عربی جانتے ہیں۔ ان سے اس موضوع پر مضمون لکھوایا جائے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف کی رُو سے زبان کی نوعیت کیا ہے اور مقدس زبان کسے کہتے ہیں۔ یہ موضوع اس لئے اہم ہے کہ بعض شاعروں نے اس قسم کی باتیں کہی ہیں ورنہ قرآن اتر تا بزبان دہلی وغیرہ۔ وہ فرانسیسی میں لکھیں گے، میں ترجمہ کر دوں گا۔

بھائی مضمونوں کی آخری تاریخ ذرا بڑھا دیجئے۔ یعنی آخر مارچ کر دیجئے۔ مثلاً مجھے کچھ کتابیں دیکھنی پڑیں گی۔

وقت کم ہے اس لئے آپ کی اجازت کے بغیر ہی **Valsan** صاحب کو خط لکھے دے رہا ہوں۔ اوّل تو انہیں اپنے کام سے فرصت ہی نہیں ملتی پھر وقت بھی کم ہے۔ تذکرۃً انہیں لکھے دیتا ہوں۔ آگے اللہ مالک ہے۔

میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب سے بھی مضمون لکھوائیے۔ مگر انھیں آپ خود خط لکھیے۔

اچھا صاحب، تنقید کا پرچہ بھی دیکھ لوں گا۔ شکریہ۔ کاپیاں دیکھنے سے گھبراتا ہوں، مگر اللہ مالک ہے۔ چھٹیاں ہوں گی۔ یہ بھی سہی۔ بہر حال آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اطہر صاحب کی دعوت میں آپ کی ملاقات میرے ایک دوست ظفر صاحب سے ہوئی تھی وہ آپ کو اکثر یاد کرتے ہیں اور برابر پوچھتے رہتے ہیں۔

عمیم[1] نے ڈرتے ڈرتے آپ کو عید کارڈ بھیج دیا۔ خواہ مخواہ شرما رہے ہیں۔ عجیب اتفاق ہوا کہ بیگ ہی چھوڑ آئے۔ مجھے تو اس وجہ سے مایوسی ہوئی کہ جو کتاب گم ہوگئی وہ آجکل کہیں نہیں ملتی۔ Foyles نے ایک پھٹا ہوا نسخہ تلاش کر کے دیا تھا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خط کا جواب فوراً ہی دے دیجئے گا تاکہ Valsan صاحب کو مضمون کی دعوت دینے میں یقین پیدا ہو۔

والسلام
مخلص
محمد حسن عسکری

۸۶

کراچی ۷ فروری ۶۷ء

برادرم، السلام علیکم

ایک خط کل بھیج چکا ہوں۔ ڈالا تو کل ہے، لکھا تھا پرسوں۔ میں نے آپ کو بتا دیا تھا کہ اردو کی پیدائش کا مسئلہ ایسا ہے جس کے متعلق میں نے کچھ نہیں پڑھا اس لئے مضمون بھی نہیں لکھ سکتا۔

خط لکھنے کے بعد خیال آیا کہ ایک صاحب ہیں جو یہ کام اچھا کر سکتے ہیں۔ آپ کو شاید خیال ہو کہ اطہر صاحب کے یہاں آفتاب صاحب ایک کتاب کی تعریف کر رہے تھے۔ میر اور سودا کے عہد پر۔ اس کے مصنف ثناء الحق صاحب ہیں جو یہاں کسی گورنمنٹ اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔

---

[1] عمیم اختر: عسکری صاحب کی چچازاد بہن کے بیٹے، نیشنل بنک سے متعلق ہیں۔

میں اُن سے کبھی ملا تو نہیں، مگر یہ معلوم ہے کہ ہر وقت تحقیقی کام کرتے ہیں اور ان کا میدان بھی بڑا وسیع ہے۔ ادب، تاریخ، Archaeology سے لے کر ریاضی تک، خیال آیا کہ وہ اردو زبان کی پیدائش پر اچھا لکھ سکتے ہیں۔ اس لئے آپ سے مشورہ کئے بغیر میں نے انھیں مضمون لکھنے کی دعوت دی، اس لئے کہ وہ جمعہ کو دو مہینے کے لئے بہاول پور جا رہے ہیں۔ اتنا وقت ہی نہیں تھا کہ آپ سے دریافت کروں۔

بہر حال میں نے ان کے پاس آدمی بھیجا اور کہلوایا کہ اگر مضمون لکھنے کو تیار ہوں تو لسانیات وغیرہ پر کتابیں ساتھ لیتے جائیں اور دو مہینے میں پڑھ کے مضمون لکھ لیں۔

ان کا پیغام آ گیا ہے وہ مضمون لکھ دیں گے۔

یہ دعوت میں نے جرأت کر کے دے دی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس دعوت کی تصدیق کر دیں۔ ان کا مستقل پتہ یہ ہے:

ثناء الحق صدیقی صاحب

III G- 1/3, Nazimabad, Karachi-18

پرسوں وہ بہاولپور جا رہے ہیں۔ وہیں کے پتے پر خط لکھ دیجئے:

D/10 Officers' Colony, Bahawalpur.

اگر کوئی اور موضوع اس سلسلے میں ذہن میں آیا اور لکھنے والے کا نام بھی یاد آیا تو آپ کو لکھوں گا، یا پھر جرأت رندانہ سے کام لے کر خود ہی کہہ دوں گا۔ بات یہ ہے کہ آپ کے لاہور واپس آنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ تھوڑا بہت ادبی کام ہی ہو سکے گا۔

اصل میں اس کتاب کی ترتیب کا مسئلہ زبانی گفتگو چاہتا ہے۔ مثلاً ایک چیز یہ ہے کہ کتاب کا scope کیا ہوگا۔ آج کل مثلاً یہ قصہ در پیش ہے کہ بعض لوگ محسوس کرتے ہیں کہ انسانی زبانیں ہی ختم ہو رہی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں اُردو زبان کے قیام اور استحکام کی کیا صورتیں ہوں گی۔ یہ بھی ایسی چیز ہے جس پر مضمون ہونا چاہیئے۔

امید ہے کہ آپ ہر طرح بخیریت ہوں گے۔

والسلام

مخلص

محمد حسن عسکری

۸۶ ؎

54-K/2 کشمیر روڈ' پی ای سی ایچ سوسائٹی' کراچی ۲۹

۱۱ مارچ ۶۷ء

برادرم عبادت صاحب' السلام علیکم

ایک خط لکھ چکا ہوں' امید ہے ملا ہوگا۔ گیس برتیئر کو دوسرے مضمون کے لئے خط لکھ دیا ہے۔

بھائی صاحب' معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھے پٹوادیں گے۔ میں نے تو لوگوں سے مضمون کے لئے کہہ دیا اور آپ نے انہیں خط نہیں لکھا۔ ثناء الحق صاحب مضمون لکھ کے لائے تھے' اس شکایت کے ساتھ کہ عبادت صاحب نے تو خط لکھا نہیں' شاید مجھے اس قابل نہ سمجھتے ہوں' لہٰذا میں نے مضمون بھی بے دلی سے لکھا ہے' خیر میں نے انہیں سمجھا دیا کہ عبادت صاحب کو فرصت نہیں ملی۔ علاوہ ازیں میرا اور عبادت کا واحد معاملہ ہے۔ اس طرح انہیں راضی کرلیا' اور مضمون پھر انہیں کو واپس کردیا کہ ایک مہینہ اور محنت کرلیں اور مارچ کے آخر تک ازسرنو لکھ کردیں۔

آج فرانس سے والساں صاحب کا خط آیا ہے۔ انھوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ عبادت صاحب کا تو خط آیا نہیں' اس لئے میں مضمون نہیں لکھوں گا۔ تو حضور اگر آپ ان سے مضمون لینا چاہتے ہیں تو انہیں خط لکھیئے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو فرصت نہیں مل رہی مگر دوسرے تو بُرا مانتے ہیں۔ میں نے خود ہی ایک خط لکھ دیا ہے اگر آپ کو فرصت نہ ملے تو کم سے کم اسی کو ٹائپ کرا کے فوراً بھیج دیجئے۔ آپ کے فرمانے کے بموجب میں نے انہیں تین مہینے کی مہلت دے دی ہے۔ آپ ایک خط تو ضرور لکھ دیں' آگے میں دیکھ لوں گا۔ والساں صاحب نے تو یہاں تک کہا ہے کہ باوجود عدیم الفرصتی کے میں چند اچھی باتیں لکھنا چاہتا تھا' مگر اب نہیں لکھوں گا۔

آپ کے جواب کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔ آپ کا جواب آنے کے بعد ہی والساں صاحب کو لکھوں گا۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ والسلام

مخلص

محمد حسن عسکری

۷۸۶

54-K/2 کشمیر روڈ، پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی ۲۹

برادرم! السلام علیکم

پرسوں آپ کا خط ملا، شکریہ۔ خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔

میں نے گیس برتیئر کو خط لکھا تھا۔ انہوں نے فوراً جواب دیا کہ تین چار مہینے تک مجھے بالکل فرصت نہیں۔ میں نے لکھا کہ کسی پرانے مضمون میں ایسی تبدیلیاں کر دیں کہ اردو زبان و بیان سے متعلق ہو جائے چنانچہ انھوں نے مضمون اقبال کی نظم ''مسجد قرطبہ'' پر فرانسیسی میں بھیج دیا ہے اور اس میں اضافے کر دیے ہیں جس میں اُردو اسالیب اور الفاظ کی خصوصیات پر بحث کی ہے۔ یعنی اب یہ نظم اردو زبان و بیان کے ایک نمونے کے طور پر زیر بحث ہے۔ بولئے اگر یہ مضمون ''چلے گا'' تو میں اسے اُردو میں ترجمہ کر دوں۔ آپ گیس برتیئر کو ایک خط ضرور لکھ دیجئے گا۔

ثناء الحق صاحب ان شاء اللہ بہت محنت سے مضمون لکھیں گے۔ پہلے بھی وہ اس موضوع پر کام کر چکے ہیں۔

اچھا صاحب، پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی ضرور دیکھوں گا۔ آپ کا شکریہ۔ اس بہانے کچھ اردو ادب یاد آ جائے گا۔ آپ نے کام شروع کیا ہے تو مجھے بھی دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔

نیا دور شائع ہو گا تو میں آپ کی کتابوں پر تبصرہ کر دوں گا۔ فی الحال تو یہ ہوا کہ سلیم احمد رسالہ ''سیپ'' میں تبصرہ کر رہے ہیں۔ پرسوں ہی معلوم ہوا کہ یہ رسالہ آج کل اچھا چل رہا ہے۔ چنانچہ میں نے سلیم سے تبصرے کے لئے کہا۔ رسالہ پریس میں جانے ہی والا تھا۔ سلیم نے رکوا دیا اور کل مجھ سے چاروں کتابیں لے گئے۔ آج تبصرہ کر کے دیدیں گے، میں بھی ایک نظر دیکھ لوں گا۔

عمیم نے کراچی یونیورسٹی میں کام شروع کر دیا ہے۔ آتے ہی وہاں چلے گئے تھے۔

''گلزار چین'' تو آ ہی رہی ہوگی۔ ان شاء اللہ غور سے پڑھوں گا اور غلطیوں پر بھی نشان لگا لوں گا۔

آپ اُردو زبان پر جو مجموعہ مرتب کر رہے ہیں اس کی Plan کیا ہے؟ اگر یہ معلوم ہو جائے تو شاید میں کچھ اور مشورے بھی دے سکوں۔

بکاؤلی کے قصے کے بارے میں چند عجیب انکشافات ہوئے ہیں، بلکہ فرانس میں والساں صاحب اس کی بعض تفصیلات کا تجزیہ کر رہے ہیں۔ کام جاری ہے۔

امید ہے کہ آپ ہر طرح بخیریت ہوں گے۔ کالج سے جلدی میں خط لکھ رہا ہوں۔

والسلام
مخلص: محمد حسن عسکری

۷۸۶

54-K/2 کشمیر روڈ، پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی ۲۹

۲۰ مارچ ۱۹۶۷ء

برادرم السلام علیکم

پرسوں آپ کا خط ملا۔ شکریہ۔ پرسوں ہی پی ایچ ڈی کے تھیسس کے سلسلے میں یونیورسٹی کا خط ملا تھا۔ چونکہ عید کی چھٹیاں آ رہی ہیں، میں نے فوراً ہی جواب لکھ دیا۔ رجسٹری کرانے کا وقت نکل چکا تھا، اس لئے خط ویسے ہی بھیج دیا۔ امید ہے آج ان لوگوں کو مل جائے گا۔ جس وقت میں نے خط لکھا ہے، بڑے زور کی نیند آ رہی تھی۔ ممکن ہے کہ لکھنے میں کوئی گرامر کی غلطی ہو گئی ہو۔ بہر حال خط چلا گیا۔ اس کے بعد سوچا کہ آپ کو بھی جواب دے دوں، مگر نیند نے اجازت نہیں دی۔ بہر حال آج آپ کو بھی خط لکھ رہا ہوں۔ ڈاک خانے کی تین دن کی چھٹی ہے اب یہ خط شاید آپ کو عید کے بعد ہی ملے گا۔

پہلے تو عید کی مبارک باد۔

مجھے تو معلوم ہے کہ آپ کتنے مصروف ہیں مگر دوسرے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے خط نہیں لکھا تو شاید مضمون لکھوانا منظور نہیں۔ اسی لئے میں نے خط کا مسودہ بنا کر بھیج دیا تھا کہ آپ والساں صاحب کو خط بھیج سکیں گے میں انہیں منا لوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ بڑے زور کا مضمون لکھیں گے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں یہ بھی کہہ دوں کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو یورپ میں جس سے چاہے مضمون لکھوا کے بھیج دیں۔

آپ نے یہ تو نہیں لکھا کہ مجموعے کا بنیادی خاکہ کیا ہوگا لیکن چونکہ آپ نے اب دائرہ وسیع کر دیا ہے خیال ہے کہ مجموعے کے تین حصے کر دیجئے۔

۱۔ انسانی زبان کیا ہے؟ انسانی زبان کے موجودہ مسائل

۲۔ اردو زبان کی تاریخ وغیرہ۔ لسانیاتی مسائل

۳۔ اردو نظم ونثر کے اسالیب

اب صرف پہلے حصے کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ یعنی انسانی زبان کی نوعیت۔

(۱) اسلامی نقطۂ نظر سے والساں صاحب لکھ دیں گے۔

(۲) عیسوی نقطۂ نظر سے شائد ایک فرانسیسی خاتون لکھ دیں جو ویسے تو مسلمان ہیں مگر عیسوی علوم کی ماہر ہیں Madame Merle (مگر یہ بتانے کی بات نہیں کہ وہ مسلمان ہیں)۔ اس معاملے میں بھی والساں صاحب مدد کر سکتے ہیں۔

اگر آپ کہیں تو ایک خط کا مسودہ بنا کر آپ کو بھیج دوں۔

(۳) ہندو نقطۂ نظر سے۔۔ یہ بھی والساں صاحب بتائیں گے۔

(۴) بدھ اور چینی نقطۂ نظر۔۔ مضمون واحد ہے۔

(۵) زبان کے بارے میں موجودہ نظریات کا خلاصہ۔۔ یہ کون لکھے گا؟

اجمل صاحب؟

اگر آپ کے مجموعے کا یہ حصہ ٹھیک ہو جائے تو یہ دنیا میں اپنی قسم کا پہلا Symposium ہوگا۔ یہ تجویز پیش کرتے ہوئے ڈر بھی لگ رہا ہے کہ مجھے کئی مضمون ترجمہ کرنے پڑ جائیں گے۔

اس تجویز پر غور کر لیجئے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

والسلام

محمد حسن عسکری

۷۸۶

54-K/2 کشمیر روڈ' پی ای سی ایچ سوسائٹی' کراچی ۲۹

۱۰ اپریل ۶۷ء

برادرم السلام علیکم

آپ کا خط ملا تھا' ایم اے کے پرچے کے سلسلے میں خط بھی آ گیا' آج Acceptance form بھیج رہا ہوں۔ Internal Examiner اچھا ہوا کہ آپ ہیں۔ غالباً قاعدے کی رو سے پہلے آپ مجھے پرچہ بنا کے بھیجیں گے تو میں آپ کے پرچے کا انتظار کر رہا ہوں۔

میں نے دوسرے مضمونوں کے سلسلے میں والساں صاحب کو خط لکھ دیا ہے ان شاء اللہ وہ لکھوا دیں گے۔ ثناء الحق صاحب نے اپنا مضمون تقریباً مکمل کر لیا تھا' مگر میں نے انھیں ایک مہینے کی چھوٹ اور دے دی ہے' اور کہا ہے کہ مضمون کو ایسا جامع بنا دیں کہ پڑھنے والے کو کوئی اور کتاب دیکھنے کی حاجت نہ رہے اور تمام نظریوں کا خلاصہ آ جائے۔

علاوہ ازیں ایک مضمون میں اور تیار کرا رہا ہوں۔ اُردو زبان اور ادب میں صوفیوں کا حصہ۔ اس کے لئے میں نے شمیم احمد سے کہا ہے۔ ان کو آسانی یہ ہے کہ وہ انجمن ترقی اردو کا کتب خانہ استعمال کر سکتے ہیں۔ جتنی معلومات وہ جمع کرتے جائیں گے' میں اسے دیکھتا رہوں گا۔ غرضیکہ مضمون اپنی نگرانی میں تیار کراؤں گا۔ اجمل صاحب مضمون لکھنے کو تیار ہوئے یا نہیں؟

بھائی' آپ کو معلوم ہے کہ میں تو اپنا ہی کام سمجھ کر رہا ہوں۔ مجھے تو خوشی ہے کہ کوئی کام شروع ہوا اور بوریت میں کچھ تخفیف ہوئی۔ خدا کرے یہ مجموعہ ایسا بن جائے کہ آئندہ بیس پچیس سال لوگوں کے کام آئے۔

تیسرے حصے (یعنی لسانیاتی نوعیت) کے مضامین میری سمجھ میں بھی پوری طرح نہیں آ رہے' کیونکہ میں نے یہ مضمون کبھی پڑھا نہیں۔ یہ بھی مجھے معلوم نہیں اس سلسلے میں اچھے لکھنے والے کون ہیں۔ آپ نے شوکت سبزواری کو بھی خط لکھا یا نہیں؟ ادھر ایک دن ان سے ملاقات ہوئی بیس سال کے بعد تو اچھی طرح پیش آئے۔ آپ کہیں تو ان کے ساتھ بیٹھ کر کوئی خاکہ بناؤں۔ فی الحال تو میری سمجھ میں یہ عنوانات آئے ہیں:

(۱) اُردو اور پنجابی کا رشتہ

(۲) اُردو اور سندھی کا رشتہ

(۳) اُردو اور پشتو کا رشتہ

(۴) اُردو اور ہندکو کا رشتہ

(۵) اردو اور ملتانی کا رشتہ

(۶) اردو اور بنگالی کا رشتہ

(۷) فارسی اور عربی کا رشتہ

آجکل کے زمانے میں یہ مضامین بہت ہی ضروری ہیں۔

یہاں اس بات پر زور دیا جائے کہ فارسی اور عربی کے ذریعے پاکستان کی ساری زبانوں میں گہرا تعلق ہے۔

(۸) ایک مضمون صرف سعید محمود لکھ سکتے ہیں۔ انھوں نے لائل پور کے ایک گاؤں میں Sociological Research کی ہے دو سال تک، اور مقامی زبان پر خاصا مواد جمع کیا ہے۔ ان کے کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں زراعتی اصطلاحات بہت حد تک وہی ہیں جو اُردو میں ہیں، اور لاہور کی پنجابی سے مختلف ہیں۔ اس مضمون سے یہ فائدہ ہوگا کہ عوام کی زندگی سے اُردو کا رشتہ واضح ہوگا۔

فی الحال تو یہی عنوانات سمجھ میں آئے۔ آپ نے کیا سوچے ہیں؟ پھر ایک چیز اور ہے۔ یہ تو ہوئی Philology لیکن مغرب میں آجکل لوگ کہہ رہے ہیں کہ Philology زیادہ کارآمد نہیں۔ اب انھوں نے نیا سائنس Linguistics یا Structural Linguistics نکالا ہے۔

اس سلسلے میں مضمون بھی ہونے چاہئیں۔ یہاں بھی دو شقیں ہوں گی:

(۱) یہ بتایا جائے کہ Linguistics کے اصول کیا ہیں اور یہ Philology سے کس طرح مختلف ہے۔ ساتھ ساتھ اس سائنس کی غلطیاں بھی واضح کی جائیں۔

(۲) اگر ممکن ہو تو اردو زبان پر Linguistics کے حساب سے دو چار مضمون ہو جائیں، مگر یہ واضح کر دیا جائے کہ مشرقی زبانوں پر Linguistics کا پورا اطلاق نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہماری زبانوں کی جڑیں ابھی تک مذہب کی بنیاد پر قائم ہیں۔

پتہ نہیں کہ آپ کی لائبریری میں Linguistics پر کتابیں ہیں یا نہیں، بہتر یہ ہوگا کہ ایسی دس پانچ کتابیں، اور انگریزی زبان کی دو چار Linguistic studies آپ اپنی لائبریری میں رکھ لیں۔

ہاں لیجئے، ایک اور سلسلہ یاد آ گیا۔ وہ بھی خاصا ضروری ہے۔

(۱) اُردو میں اسم

(۲) اُردو میں افعال

(۳) اُردو میں حرف

(۴) اس قبیل کے دوسرے مضامین اُردو کی قواعد پر۔ صرف اور نحو دونوں۔ آخر میں ایک مضمون

زبان کی لغت، گرامر اور لسانیاتی مطالعہ کس طرح شروع ہوا (تاریخی جائزہ)

خط طویل ہو گیا۔

اُمید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

مخلص

محمد حسن عسکری

۷۸۶

54-K/2 کشمیر روڈ، پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی ۲۹

۲۵ اپریل ۶۷ء

برادرم السلام علیکم

آپ کا خط مل گیا تھا۔ میں نے پرچہ بنا کے بھیج دیا ہے۔ چونکہ معیار وغیرہ کا علم تو آپ کو ہی ہے اس لئے میں نے تو پچاس فی صدی سوال آپ کے ہی دے دیے ہیں۔ غالباً یونیورسٹی کو اعتراض تو نہیں ہوگا۔

ثناء اللہ صاحب نے بڑی محنت سے کوئی چالیس صفحے کا مضمون تیار کر لیا ہے اور ایسا ہو گیا ہے کہ پڑھنے والوں کو کوئی اور کتاب دیکھنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ یہ واقعی کام کے آدمی نکلے۔

سبزواری صاحب کو آپ نے کیا موضوع دیا ہے؟ بھائی، وہ تو کچھ ٹلانے والے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ان سے ایک سنسکرت کا لفظ پوچھا تھا، انہوں نے پندرہ دن میں بھی نہیں ڈھونڈا۔ آخر میں ان کے پاس بیٹھ کر ڈکشنری سے دس منٹ میں نکال لایا۔

اجمل صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی؟ کس حال میں ہیں؟ میں نے انہیں خط لکھا تھا مگر جواب ہی نہیں آیا۔

سعید محمود لاہور میں ہی ہیں۔ حکیم صاحب کی معرفت ان سے مضمون لکھوایئے۔ انھیں خط لکھوں بھی تو بیکار ہے، وہ جواب دینے کے عادی نہیں۔ یہاں کا موسم خاصا خراب ہو رہا ہے۔

اُمید ہے آپ ہر طرح بخیریت ہوں گے۔

والسلام

مخلص محمد حسن عسکری

۸۶ے

۲۵ نومبر ۶۰ء

برادرم عبادت صاحب'

بڑے انتظار کے بعد آپ کا خط ملا۔ شکریہ۔ طویل خط کا ڈبل شکریہ۔

بھائی ٹامس اینڈ ٹامس والے آپ کو دو خط لکھ چکے ہیں۔ آپ کا جواب نہیں آیا۔ آپ کی کتابیں دکان میں پڑی ہیں۔ انھیں جلد لکھئے وہ تقاضا کر رہے ہیں۔

آپ کا مضمون دسمبر کے پرچے میں آ رہا ہے اور آپ کی کتاب پر تبصرہ جنوری کے پرچے میں۔ آفتاب صاحب نے بڑی دیر لگا دی۔ میں ہر ہفتے ان سے کہتا رہا ہوں۔ پرسوں میں نے ان سے حتمی وعدہ لیا ہے۔

انتظار کے افسانوں پر مضمون ضرور لکھیئے۔ آپ نے زیادہ تر شاعری پر لکھا ہے' افسانے پر لکھنا اب ضروری ہو گیا ہے۔ آپ نہ لکھیں گے تو ہم کس سے لکھوائیں گے۔ آپ کوشش کر کے یہی مضمون لکھیئے۔ سالنامہ مارچ میں تو آ رہا ہے' مگر کتابت شروع ہو چکی ہے۔ آپ دسمبر کے پہلے ہفتے میں لکھ لیں گے تو فوراً بھیج دیجئے گا تاکہ کتابت کرا لیں۔ میں تو دسمبر کے آخر میں آؤں گا۔

اس کے علاوہ ارادہ ہے کہ سالنامے میں ایک حصہ منٹو کے بارے میں ہو جائے۔ اگر دو ایک صفحے اس حصے کے لئے بھی لکھ دیں تو مزید عنایت ہو گی۔ زیادہ تکلیف نہیں دوں گا' صرف دو صفحے۔ کسی افسانے کا تجزیہ کر دیجئے۔ اگر کوئی اور بھی منٹو کے بارے میں کچھ اچھا لکھ سکتا ہو تو بتایئے گا یا اس سے خود کہہ لیجئے گا۔

ہمارے یہاں تو شائد ایک ہفتے ہی کی چھٹی ہو گی۔ دسمبر کے آخر میں۔ بہرحال میں لاہور ضرور آؤں گا۔

میرا اسکیچ؟! اچھا بھئی۔ مذاق اڑانا چاہتے ہیں تو ضرور اڑایئے۔

برٹن شا کی کتاب ابھی تک نہیں ملی۔ ایسی غائب ہوئی ہے کہ کباڑیوں کے ہاں بھی نظر نہیں آتی۔ بہرحال گرمیوں کی چھٹیوں میں آپ کو فرانسیسی ضرور پڑھا دوں گا۔ آپ کوئی اور کتاب لے لیجئے گا جو مل جائے۔

میں دتا سی کی لائبریری کے متعلق گیں برتیر سے ضرور پوچھ لوں گا۔

آج کل تو میں کوئی خاص چیز نہیں لکھ رہا۔ افسانہ لکھنے کی فکر میں ہوں۔

ٹامس والوں کو خط ضرور لکھ دیجئے گا اور مجھے بھی جلدی جواب دیجئے گا۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

مخلص

عسکری

محراب لاہور 1979

سہیل احمد کے نام

۱۲ اپریل ۷۷ء

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل آپ کا خط ملا۔ آپ کی خیریت اتنے دن بعد معلوم ہوئی تو ان حالات میں اور بھی خوشی ہوئی۔ جو خط ڈاک میں نہیں ڈالا تھا' اس کی ضروری باتیں اب یہاں نقل کیے دیتا ہوں' کیونکہ اب تو بس پاکستان اور مسلمانوں کے لئے دُعا کا وقت ہے۔ اسلام کے دشمن اپنی عداوت میں خاصے کامیاب جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے اور سب کو اپنی امان میں رکھے۔ آمین

گینوں کی دو اور کتابیں شائع ہوئی ہیں' دونوں Gallimard کے یہاں سے۔ ایک تو ۷۶ء میں Melanges کے نام سے مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس میں چند بہت اہم اور بنیادی باتیں ہیں' مثلاً Theory of Values کے بارے میں۔ دوسری کتاب ۷۳ء میں Apercus sur l' Esoterisme Islamique et le Taoisme اس میں شہاب الدین سہروردی مقتول کے بارے میں کہا ہے کہ انھیں صوفیوں کے بجائے فلسفیوں میں شمار کرنا بہتر ہے۔ اس ضمن میں Corbin کے بارے میں بھی اچھا تبصرہ ہے۔ اب تک میں سمجھتا تھا کہ میری فرانسیسی کمزور ہے' اس لئے Massignon کی بعض عبارتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ لکھتا ہی ایسا تھا' اور Corbin بھی اسلوب میں اس کی پیروی کرتا ہے۔

فرانس میں ایک مصنف ہیں رضوانی' باپ ایرانی ماں روسی۔ پچاس سال کے ہیں۔ پہلے کئی ناول وغیرہ لکھ چکے ہیں۔ اب نیا ناول ''Fen'' (آگ) آیا ہے۔ Le Monde نے لکھا ہے کہ فرانسیسی ناول میں Mythical + Mystical عنصر کی کمی تھی' وہ انھوں نے پوری کردی

ہے بلکہ تبصرے کا عنوان ہے At last a great novel! رضوانی کو عظیم مصنف بتایا ہے اور دوستوئفسکی اور فاکنر سے مقابلہ کیا ہے۔

مارکسی فلسفی Roger Garaudy کی ایک اہم کتاب مرنے کے بعد شائع ہوئی ہے جو گویا اسکی فکر کا خلاصہ ہے Pour un dialogue des civilisations۔ اس نے کہا ہے کہ مغرب کی تہذیب بجائے خود کوئی چیز نہیں۔ پرانے زمانے میں بھی ہر اہم چیز مشرق سے آئی ہے اور مشرق مغرب سے زیادہ مہذب رہا ہے۔ موجودہ مغرب میں جو چیزیں نئی ہیں وہ انسانی تاریخ میں ایک ''حادثے'' کی نوعیت رکھتی ہیں اور بہر حال انسان کو برباد کرنے والی ہیں۔ بھگوت گیتا یا تصوف میں جو حکمت موجود ہے وہ مغرب میں غائب ہے۔ بلکہ الجیریا کی سوشلزم تک مغربی سوشلزم سے بہتر ہے۔ اس لئے مغرب کی تاریخ کو از سر نو لکھنا چاہیئے اور مدارس کے نصاب بدل کر طالب علموں کو دوسری تہذیبوں کا مطالعہ کرانا چاہیئے۔ ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ جہاں تک مارکسی فلسفیوں کا تعلق ہے عرب نوجوانوں میں سب سے مقبول ''جارودی'' ہی رہا ہے۔

Le Monde کہتا ہے کہ آج کل فوکو کی تقلید میں فرانس میں یہ فیشن چلا ہے کہ ہر دانشور Power کے متعلق لکھ رہا ہے یا بول رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے گویا فی الحال لوگوں کو صداقت کا راز Power میں دکھائی دیتا ہے، جیسے چند سال پہلے جنس میں نظر آتا تھا۔

آپ کا مقالہ داخل ہو گیا یا نہیں؟ ہاں، وہ امیر خسرو کے قصیدے کی تصحیح یا نئی نقل ہو گئی؟ علاوہ ازیں Times Lit Suppl. کے جس پرچے کا میں نے ذکر کیا تھا اس کا کیا رہا؟

آپ نے جو کتاب بھیجی ہے اس کا شکریہ۔ ان شاء اللہ آج کل میں پہنچ جائے گی۔ ارکون صاحب کا کوئی خط نہیں آیا، نہ میں نے لکھا۔ خدا جانے کس حال میں ہیں۔ جعفر قاسمی نے اپنے اصل خط کی جو نقل آپ کو بھیجی ہے اگر اس کی نقل مجھے بھی بھیج دیں تو اچھا ہے۔ اس مباحثے کا حال میں نے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو لکھا تھا۔ پیرس سے ایک صاحب نے تفصیلات مانگیں اب ان کے جواب کا انتظار ہے۔

یہ شاید میں آپ کو لکھ چکا ہوں کہ Syncretism کا ٹھیٹ ترجمہ تو ''ان مل بے جوڑ'' ہے یا ''کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا''۔ ویسے کراچی یونیورسٹی کی فرہنگ اصطلاحات فلسفہ میں ''توفیقیت'' دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے پہلے سپارے کی تفسیر تو پوری کر لی ہے۔ انگریزی کے کوئی تین سو صفحے ہوں گے۔ کام جاری ہے۔ ''البقرہ'' کی تفسیر مکمل ہو جائے تو پہلی جلد چھپ سکتی ہے۔

''گارڈین ویکلی'' کے بارے میں غلط فہمی ہو گئی۔ جن صاحب کے یہاں Le Monde آتا ہے انھوں نے لاہور کا ایک پتہ بتا دیا۔ آپ کے خط آنے پر میں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ جن صاحب کے پاس ''گارڈین'' کی ایجنسی ہے وہ پرچے لاہور نہیں بھیجتے۔ فرانسیسی اخباروں کی ایجنسی والے اب فرانسیسی کتابیں بھی منگوانا شروع کر رہے ہیں۔ اگر آپ کی کالج لائبریری کو فرانسیسی کتابیں درکار ہوں تو منگوا سکتے ہیں۔

یہ بات مجھے بہت عجیب معلوم ہوئی کہ ہمارے انتخابات کا اعلان ہوتے ہی ''گارڈین'' نے تفصیل کے ساتھ وہ ساری باتیں لکھ دیں تھیں جو بعد میں P.N.A. کے الزامات کی شکل میں نمودار ہوئیں۔ نتائج کے اعلان کے بعد ''گارڈین'' نے اپنی رپورٹ اس فقرے سے شروع کی کہ ''جیسا ہم نے دو مہینے پہلے لکھا تھا۔'' اسی طرح ۱۷ء کی جنگ شروع ہونے کے اگلے دن آخر تک کی ساری کہانی New Statesman نے لکھ دی تھی۔

بعض باتیں صرف Le Monde سے معلوم ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے یہاں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں اس کا رشتہ بحیرہ احمر کی سیاست سے بھی ہو۔ بہر صورت دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان اور اسلامی ملکوں کو دشمن کی شر سے محفوظ رکھے اور مسلمانوں کی حفاظت کرے۔ آمین۔

احمد مشتاق مارچ میں کراچی آنے والے تھے۔ خدا کرے کہ امن ہو اور وہ آئیں۔ بلکہ دو چار دن کی چھٹی لے کر آپ بھی آ ئیے۔ ملاقات ہوئے عرصہ گذر گیا۔ احمد مشتاق اور انتظار سے سلام کہیے گا۔

ناصر جمال[!] آپ کو سلام کہتے ہیں۔

دعا ہے کہ آپ سب بخیریت ہوں' اور یہ فتنہ دور ہو تو ملاقات کی کوئی صورت نکلے۔ احمد مشتاق آئیں تو دو چار شعر ہی سنیں' بہت دن سے شعر کا کاروبار ہی بند ہے۔

آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔ والسلام

مخلص عسکری

! عسکری صاحب کے بھانجے ناصر جمال' جو عسکری صاحب کے انتقال سے پہلے پیرس چلے گئے اور اب تک وہیں ہیں۔

۷۸۶

۳ جولائی ۷۷ء

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے خط کا جواب آپ کے گھر کے پتے پر دیا تھا مگر آپ کا جواب نہیں آیا۔ آج لاہور کے ادیبوں کا بیان دیکھا جس میں آپ کا نام بھی تھا۔ الحمدللہ۔ بیان دیکھ کر بڑا سکون ہوا۔ اگر کسی اخبار نے پورا بیان اور پورے نام چھاپے ہوں تو تراشہ بھیجئے۔

گھر کے پتے پر آپ کو خط مل جاتا ہے یا نہیں؟ میں نے تو یہی مناسب سمجھا تھا کہ گھر کے پتے پر ہی خط و کتابت ہو۔

احمد مشتاق سے سلام کہیئے گا' اور انتظار سے بھی۔ انتظار ابھی تک اپنے اِتّے پر نُخ نُخ کرتے جا رہے ہیں یا پینک سے بیدار ہوئے ہیں؟

آج کل محمد عمر میمن آئے ہوئے ہیں۔ شاید دو چار دن میں لاہور پہنچیں گے۔ وہ بتاتے ہیں کہ امریکہ کی کسی یونیورسٹی میں ایک فلسطینی پروفیسر ہیں ایڈورڈ سعید۔ انہوں نے مستشرقین کا جواب دینے کے لئے فوکو کی کتابیں استعمال کی ہیں۔

خدا کرے کافروں کے عزائم ناکام ہوں اور پاکستان اور اسلامی ممالک استحکام حاصل کریں۔ آمین۔ دعا ہے کہ اب لاہور میں بھی امن رہے۔ کراچی کا خدا حافظ ہے۔

ناصر جمال آپ کو سلام کہتے ہیں۔

دعا ہے کہ آپ اور سارے دوست خوش و خرم ہوں' اور آپ سے جلد ملاقات ہو۔

والسلام

مخلص محمد حسن عسکری

۷۸۶

کراچی

۱۲۷ کتوبر ۷۷ء

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کل شام خط ملا۔ آپ سب کی خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ ہر وقت آپ سب دوستوں

کے لئے بھی دعائیں کرتا ہوں، منجملہ دوسری ضروری دعاؤں کے۔ جس خط میں آپ نے قرآن مجید کے گورکھی ترجمے کے بارے میں لکھا تھا وہ مجھے مل گیا تھا لیکن چونکہ میں نے موسیقی والے مضمون کے بارے میں استفسار کیا تھا اس لئے آپ کے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔ کوشش کر رہا ہوں کہ کوئی ایسی انگریزی کتاب مل جائے جس سے اصطلاحات کے ترجمے میں مدد ملے۔ خدا کرے آپ کا پی ایچ ڈی کا قصہ بھی ختم ہو تا کہ اس طرف سے فکر دور ہو۔

یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ ''محراب'' کی طباعت ہو رہی ہے۔ ہم نے طے کیا ہے کہ ہر آدمی اسے قیمتاً خریدے گا تا کہ بار ہلکا ہو۔ چنانچہ میں بھی جو پرچے لوں گا اس کی قیمت ادا کروں گا۔ البتہ باہر جو پرچے جائیں گے وہ آپ مجھے مفت دیں گے کیونکہ میں ہوائی ڈاک سے بھیجوں گا جس کا خرچ میرے ذمے ہوگا۔ میرے مضامین کے مجموعے کی کتابت شروع کرا دیجئے گا۔ پیش لفظ بعد میں لکھ دوں گا۔ اس کے انتظار میں کتابت کیوں رُکے۔

اب دوسرے شمارے کی تیاری کیجئے۔ دو چیزیں تو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب بھیجیں گے، ایک مضمون تو وہی حدیث اور ''فوک لور'' کے بارے میں، اور دوسرے یوگوسلاویا کی ایک نظم جس سے یورپ پر اسلامی اثرات کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہمدانی صاحب[1] کے ذمے یہ کام میں نے لگایا ہے کہ غزل اور موسیقی کے تعلق پر استاد امراؤ بندو خاں سے مختلف نشستوں میں معلومات حاصل کریں اور اس موضوع پر مضمون لکھ دیں۔

پرووانس کی نظموں کے ترجمے ابھی تک کسی نے نہیں کر کے دیے۔ یہ کام بھی ہمدانی صاحب کے سپرد کیا ہے اور رات ہی انہیں گانوں کا رکارڈ سنایا ہے تا کہ نغمے کا اندازہ ہو سکے۔ آپ کا رپورتاژ یا طویل افسانہ جو بھی کہیئے کس منزل میں ہے؟ اس شمارے کے لئے اسے درست کر لیجئے۔ اگر آپ کہیں تو ناصر جمال سے پیرس پر ایک رپورتاژ لکھوا دوں۔ اس دفعہ محض مضامین کا مجموعہ ہوگا، یا کوئی خاص مرکزی موضوع بھی مدنظر رہے گا؟ فوکو کی نئی کتاب ایک صاحب نے پیرس سے لا دی ہے۔ اس پر طویل تبصرہ تو خیر میں لکھ ہی دوں گا۔ گینوں کی دو کتابیں ہیں، ان پر بھی تبصرہ ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کس موضوع پر مضمون لکھنا ہے ابھی سے بتا دیجئے تا کہ تیاری شروع کر دوں۔ ایک موضوع یہ ہو سکتا ہے کہ ''مضمون آفرینی اور خیال آرائی'' پر بحث کی جائے۔ فارسی

---

[1] احمد ہمدانی جو کراچی ریڈیو میں کام کرتے رہے۔ انھوں نے تنقیدی مضامین بھی لکھے ہیں۔

شاعری، انگریزی کے Metaphysicals اٹلی کی Marinism اسپین کی Gongorism فرانس کی Preciense شاعری کے تقابلی مطالعے کے ساتھ۔ لیکن میں صرف چند سوال اٹھا سکتا ہوں، جواب نہیں دے سکتا۔

Time اور Newsweek نے فرانس کے ''نئے فلسفیوں'' کے بارے میں لمبے مضمون چھاپ دیے تھے جس کی وجہ سے ہمارے یہاں بھی اُن کا چرچا رہا۔ Le Monde کی اطلاع کے مطابق موسم بہار سے موسم خزاں تک یہ فلسفی ٹائیں ٹائیں فش ہو کے رہ گئے۔ اب ناول لکھ رہے ہیں۔ ان لوگوں کا جو جواب دیا گیا وہ بہت موثر ثابت ہوا۔ سب سے اچھا جواب مورخ Jean Elleinstein نے دیا، ان فلسفیوں، یا بقول بعض The new right سے پہلے Lyotard زیادہ مقبول ہو رہا تھا۔ اس کے بارے میں آپ کو ایک زمانے میں لکھ چکا ہوں۔ وہ پھر واپس آ گیا ہے۔ Leopold Senghor نے اپنے خاص موضوع Negritude پر نئی کتاب لکھی ہے جو بہت چل رہی ہے۔ اس میں دنیا کی تہذیب میں افریقی عناصر کی اہمیت پر بحث کی گئی ہے۔ ابھی مہینہ بھر ہوا Le Monde میں Jean Genet نے ایک غضب کا مضمون لکھا ہے Violence+Brutality اس کا حوالہ تو Newsweek نے بھی دیا ہے، لیکن انگریزی میں شاید ابھی ترجمہ نہیں ہوا۔ بہر حال اس کے بارے میں بہت بحث ہوگی۔

ہاں خوب یاد آیا Grison نے وعدہ کیا تھا کہ جس موضوع پر کہا جائے وہ مضمون لکھ دیں گے۔ بتائیے اس دفعہ کس چیز پر لکھوایا جائے۔

''تذکرۃ البلاغت'' کے سلسلے میں کس خاص بات کا ذکر کیا تھا؟ یہ اب مجھے یاد نہیں رہا۔ اگر کوئی خاص نکتہ میں نے اشارتاً بیان کیا ہو تو بتائیے۔ پھر سے کتاب دیکھ لوں گا۔

ابھی آپ کی کتاب مجھے واپس کرنی ہے۔ ساری پڑھ لی ایک مضمون رہ گیا ہے جس میں انگریز فلسفیوں نے بحث کی ہے۔ وہ اتنا احمقانہ ہے کہ پڑھا نہیں جاتا۔

''طلوائے پنجاب'' مل گئی۔ مبارک ہو۔ ایک خط دو چار دن ہوئے آپ کو لکھا تھا جس میں گیس بر تیئر کی مدد کرنے کی آپ سے درخواست کی تھی وہ اب دوبارہ اردو کی طرف واپس آئے ہیں اس لئے کچھ کام ہوگا۔

احمد مشتاق اور انتظار سے سلام کہیے گا۔ احمد مشتاق کو کراچی یاد کر رہا ہے۔ اب ان کا پھیرا لگنا

چاہئے۔

دعا ہے کہ آپ سب خوش و خرم ہوں۔

پتے میں کراچی 2918 لکھا کیجئے۔

29 تو ڈاک خانے کا نمبر ہے۔ 18 ڈاکیے کا۔

شائد ایک دن پہلے خط پہنچنے لگے۔

والسلام

مخلص

عسکری

۷۸۶

کراچی

۳ دسمبر ۱۹۷۷ء

برادرم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا خط بھی مل گیا تھا اور نقد اقبال بھی۔ شکریہ۔ جواب میں دیر ہوئی کہ پہلے تو ڈاک خانے کی چھٹی رہی، پھر میں یہ سوچتا رہا کہ چھوٹا خط لکھوں یا بڑا۔ حضرت، میں نے تو لکھا تھا کہ کتابوں کا وی پی کرادیجئے گا۔ اب مجھے منی آرڈر کرانا پڑا جس سے ایک کام اور بڑھا۔ میرے گھر کے قریب ڈاک خانہ ہے نہیں۔ آئندہ یہ خیال رکھا کیجئے اور جب میں کتاب منگواؤں تو دکان والوں سے وی پی کرادیجئے۔ نقد اقبال کی ایک جلد پر قیمت پندرہ روپے لکھی تھی۔ اسی حساب سے میں نے ۳۰ روپے + ۳ روپے رجسٹری کا خرچ منی آرڈر کرادیا ہے۔ حضور، آپ تکلفات میں نہ پڑا کیجئے مجھے تو روز ایسے کام پڑتے ہیں، اور لاہور میں آپ ہی ایسے نظر آتے ہیں جنھیں تکلیف دے سکوں۔ یہی کیا کم عنایت ہے کہ آپ تکلیف اٹھا کر بھی کام کردیتے ہیں۔

محراب کا کیا حال ہے۔ حمید اللہ صاحب کا مضمون آگیا ہے۔ استاد امراؤ خاں صرف اس صورت میں غزل پر بحث کرنے کو تیار ہیں کہ میں بھی موجود ہوں۔ اب کسی دن یہ انتظام بھی کرنا پڑے گا۔ ایک خاتون شاعرہ ہیں پروین شاکر پرسوں وہ آگئی تھیں۔ میں تو جانتا نہیں۔ بہرحال میں نے اُن سے چار نظمیں مانگ لی ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو انتظار سے کہیئے گا کہ ان کی کتاب پر تبصرہ کردیں کیونکہ یہ انھیں کا موضوع ہے۔ میں حماقت میں آپ سے وعدہ کر بیٹھا کہ

خیال آرائی پر مضمون لکھوں گا۔ اب جو مواد کی تلاش شروع کی تو ہفت خواں معلوم ہو رہا ہے کیونکہ یہاں کتابیں نہیں ملتیں، اور پڑھنا بہت پڑے گا۔ پہلے تو اصطلاحات کی تعریف ہی درکار ہے۔ مثلاً معنی آفرینی، مضمون آفرینی، خیال آفرینی، رنگینی بیان، تازہ گوئی وغیرہ کا کیا مطلب ہے؟ بیدل پر ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کی کتابیں دیکھیں۔ انہوں نے رنگینی کی تعریف تو بیان نہیں کی البتہ مثالیں دی ہیں جن سے پتہ چلا کہ شعر میں ''رنگ'' کا لفظ آئے تو یہ رنگینی ہوئی۔ کل رات نجم الغنی کی ''بحر الفصاحت'' سے معلوم ہوا کہ موضوع کے مناسبات لاتے چلے جائیں تو یہ رنگینی ہے۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب کی کتاب بیان میں بہت صاف اور صحیح ہے، مگر مختصر ہے۔ نجم الغنی کی کتاب مفصل ہے، مگر تعریفات میں مبہم ہے، خصوصاً فلسفے کا بیان بعض جگہ بہت ہی کچا ہے۔ خیر، اگر آپ یہ مضمون مجھ سے لکھوانا چاہتے ہیں تو انجم الغنی کی کتاب کہیں مل جائے تو وی پی کرا دیجئے، جو بھی قیمت ہو۔ (۲) بلاغت کی کتابوں سے یا عابدی صاحب سے دریافت کر کے ان اصطلاحات کی صحیح تعریفات مجھے عنایت فرمایئے مگر عابدی صاحب سے کہیئے کہ کتابوں سے اصل عبارت نقل کر کے دیں۔ سنا ہے کہ عربی میں تو یہ اصطلاحیں ہوتی نہیں، ورنہ آسانی رہتی۔ غور کرنے سے اندازہ ہوا کہ یہ موضوع تو بہت ٹیڑھا ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے:

اڑ نہیں سکتی تری انگیا کی چڑیا اس لئے جالی کی کرتی کا اس پرائے پری رومال ہے (ناسخ)

اس میں بقول شخصے بہت سے Structures ہیں ۱۔ تجنیس کی کئی قسمیں ۲۔ اشتقاق ۳۔ حسن تعلیل ۴۔ احتجاج بالدلیل بر مذہب فقہی، یعنی تمثیل میں استقراء بھی ہے اور قیاس بھی ۵۔ واہمہ نے انگیا میں پر لگائے۔ ۶۔ متصرفہ نے محسوسات میں تصرف کیا، اس لئے متخیلہ کا کام بھی ہے۔ ۷۔ انگیا کے پر لگنے سے ایک صورت پیدا ہوئی، اس لئے اصطلاحی معنوں میں خیال ہے۔ ۸۔ انگیا کے پر دیکھے نہیں جا سکتے، اس لئے قضیہ عقلی ہوا، معنی آفرینی ہوئی۔ ۹۔ ظرف سے مظروف کی طرف اشارہ ہوا، اس لئے شعر مخیل ہوا۔ لیکن چونکہ قضیہ عقلی ہے حسّی نہیں، اس لئے انبساط میں کمی رہی۔ ۱۰۔ شعر حسّی اشیاء سے بھرا پڑا ہے، مگر پورا شعر حواس باطنی سے وجود میں آیا ہے۔ یہ خارجیت ہے یا داخلیت؟ ۱۱۔ ''چڑیا'' میں ایہام ہے، مراد ہیں معنی بعید، مگر مراعات النظیر معنی قریب کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ غالباً اسی کو شعراء ''خیال'' کہتے ہیں۔ ۱۲۔ انگیا نے پرندے کی صفات حاصل کر لیں۔ صفات عین ذات ہیں یا زائد بر ذات ہیں؟ ۱۳۔ انگیا اور چڑیا باہم جذب ہو گئیں۔ سائنس کی

اصطلاح میں دونوں ofren ہوئے۔ وہ خود Ofren ہیں' یا شاعر نے انہیں ''کھولا'' ہے؟ ۱۴
فرائڈ کے نزدیک صنائع اور بدائع میں جنس کی کارفرمائی ہے۔ گویا شہوت اشیاء میں تصرف کرتی ہے مگر صرف شہوت والے کے لئے۔ یہ پھر داخلیت ہوگئی۔ ۱۵ اگر تجنیس کا استعمال مابعد الطبیعات میں ہوتا ہے مثلاً دجال اپنے آپ کو مسیح کہے گا' اور اصل میں مسخ ہوگا یعنی تجنیس خطی سے دجال فائدہ اٹھائے گا۔ اس میں مشابہت مقلوب کے اصول کی بنا پر ایک قسم کی حقیقت بھی ہوگی۔ دوسری مثال بلھے شاہ کے کلام میں بہت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ع ہوں نہ غ (عین اور غیر) یہ تجنیس خطی ہے۔ اسی کو عین' غین لکھیے تو تجنیس ناقص ہے۔ پہلی تجنیس آنکھ سے دیکھتے ہیں' دوسری کان سے سنتے ہیں۔ یعنی ظہور ہوا حواس ظاہری کے لئے مگر ظہور سے دوئی اور خفاء بھی پیدا ہوئی۔ اس طرح تجنیس میں ہم نے تماشا دیکھا ''ازلی الظہور' ابدی الخفا کا۔ ۱۶ آخری سوال یہ ہوا کہ صنائع و بدائع کا مابعد الطبیعات سے کیا رشتہ ہے؟ قرآن شریف کی اصطلاح کے مطابق یہ بھی ستاروں کی طرح ''علامات'' ہیں؟ سورۂ کہف میں کافروں کے متعلق آیا ہے کہ ان کی آنکھیں ''ذکر'' (یاد) سے غافل ہوگئیں۔ دوسری جگہ ''یاد رکھنے والے کانوں'' کا بیان ہے تو حواس ظاہری و باطنی کا فریضہ ہے ''ذکر''۔ بدائع بھی ''ذکر'' ہیں؟

فرانس کے ''نئے فلسفی'' بالکل بیٹھ گئے۔ ان کے مقلدوں نے طے کیا ہے کہ فلسفے کے ساتھ ساتھ عقل سے بھی کام لینا ضروری ہے۔ Genet کے ایک مضمون نے Sartre وغیرہم کی مٹی پلید کردی۔

احمد مشتاق' انتظار سے سلام کہیئے۔ ناصر جمال ہر خط میں آپ کو سلام لکھتے ہیں۔ بڑی محنت سے پڑھ رہے ہیں۔ صبح کو چائے بھی یونیورسٹی میں پیتے ہیں اور چھ بجے تک لیبارٹری میں کام کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ان کی یونیورسٹی فرانس میں بہترین ہے' تعلیم کے لحاظ سے بھی' اور طالب علموں میں فکری صلاحیت کے لحاظ سے بھی۔

دُعا ہے کہ آپ خوش و خرم ہوں۔ والسلام

مخلص

عسکری

☆☆☆

۷۸۶

کراچی

۱۴ جنوری ۸۱ء

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سب کی خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ میرا تو خیال ہے کہ آپ۔ نے بڑی محنت سے پروف پڑھے تھے۔ یہ تو گریزوں کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے جہاں کام مشکل تھا۔ اتنی غلطیاں رہ جانا تو اردو میں کوئی بات ہی نہیں۔ بعض غلطیاں میرے مسودے میں بھی رہ گئی ہوں گی۔ مثلاً Adamic State ہی ہونا چاہئے تھا۔ اسی طرح ایک جگہ "شیطان" کے بجائے "انسان"۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت میں نے یہی مناسب سمجھا ہو۔ سنا ہے کراچی میں لوگ آپ کے پرچے کی تلاش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے۔

امیر خسروؒ کے قصیدے کا معاملہ نہ بھولئے گا۔ عابدی صاحب نے دبیر عجم کا حوالہ دیا تھا۔ وہ مجھے پہلے ہی مل گئی۔ غالباً پہلی بار ۱۳۴۵ھ میں لکھی گئی تھی۔ یہ اسلامیہ کالج لاہور کے مولانا روحی کون تھے؟ بدائع کا باب شروع کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ یہ سب بے کار باتیں ہیں لیکن چونکہ بلاغت کی کتابوں میں ان کا ذکر ہے اس لئے یہاں بھی لکھا جاتا ہے۔ عربی کی ایک آدھ کتاب مل گی ہے "دروس البلاغۃ" کے ساتھ تو اردو ترجمہ بھی ہے۔ "مختصر المعانی" کے ساتھ بھی ترجمہ ہے ابھی ملا نہیں۔ مضمون لکھنے کے لئے جن اصطلاحات کی تفصیل درکار ہے وہ مل نہیں رہیں۔ مضمون آفرینی کے رنگ سمجھنے کے لئے لکھنؤ کے شعراء کو دیکھ رہا ہوں۔ مثلاً مصحفی کے شاگردوں کے شعر دیکھیے:

چمن میں آ کے جو چاہا کیا باد صبا تو نے	نہ بلبل کا جگر دیکھا نہ گل کا پیرہن دیکھا
کون پابند جنوں فصل بہاراں میں نہ تھا	اس برس ننگ جوانی تھا جو زنداں میں نہ تھا
خم میں اکسیر بھرے پیر مغاں رکھتے ہیں	چاہتے ہیں جسے تازیست جواں رکھتے ہیں

دو ایک باتیں مل گئی ہیں۔ نقل کرتا ہوں تاکہ آپ کے بھی کام آئیں۔ رنگین بیانی = مناسبات کا استعمال۔ شعر تر = جس میں تعقید نہ ہو۔ کل اسمائے الٰہی میں سے ہے۔ احد تو ذات

مطلق ہے بغیر اسماء وصفات۔ کل ذات مطلق ہے مع اسماء۔ گریزوں کو پرچہ مل گیا ہے۔ وہ اپنے مضمون کی اشاعت پر بہت خوش ہیں۔ اب انہیں نئے مضمون کے لئے لکھتا ہوں۔ حمیداللہ صاحب کو بھی لکھ دوں گا کہ اسلامی انسائیکلوپیڈیا والوں کو خط لکھ دیں۔ ناصر جمال نے بتایا ہے کہ ۲۹ دسمبر کے Le Monde میں گیس برتیئر نے اقبال پر مضمون لکھا ہے اور اسی دن اسلامی تہذیب کے متعلق ایک کتاب پر کسی کا تبصرہ بھی ہے مگر ہفتہ وار ایڈیشن میں یہ دونوں چیزیں نہیں آئیں۔

جن صاحب نے مجھے پیغام بھیجا ہے ان کا شکریہ ادا کیجئے۔ اگر وہ جواب چاہتے ہیں تو عرض ہے کہ ژید پر لکھتے ہوئے میں نے ژید کی کسی ادبی حیثیت پر بحث نہیں کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اٹھارہویں صدی سے یورپ میں ادیب کی حیثیت ادیب سے زیادہ رہی جس سے لوگ پریشان بھی ہوئے ہیں اور اسے ختم کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ خصوصاً ۵۰ء کے بعد سے پچھلے دو تین سال سے اینگلو سیکسن ملکوں میں یہ بات چل رہی ہے کہ پہلے ''خدا'' کی موت واقع ہوئی اور اب ادیب بھی مر گیا چنانچہ Death of the Man of Letters مشہور کتاب ہے۔ دو ہفتے ہوئے Le Monde نے لکھا کہ پچھلے چھ مہینے میں ''ادیب'' پھر جی اٹھا ہے۔ چنانچہ انیسویں صدی کے آخر میں جن مصنفوں نے ''ادیب'' کو اس مقام پر پہنچایا تھا ان کی کتابیں ازسرنو شائع ہو رہی ہیں مثلاً Lucien Herr جس کا اثر ژید اور مالرو دونوں پر پڑا Groethuysen جس کی خاص کتاب Origin of the Bourgeois Spirit اس کے زیر اثر دوسری اہم کتاب Berl کی Death of Bourgeois چنانچہ یہ کتابیں دسمبر ۷۷ء میں شائع ہوئی ہیں۔ اسی سلسلے میں رسالہ ''L'Arc'' نے فوکو پر ایک خاص نمبر نکالا جس کا عنوان ہے Crisis in the Head کہتا ہے Le Monde کہ فوکو کی کتابوں نے ادیب کے فریضے کی نئی تعریف پیدا کی ہے اور یہ اس صدی کے آخر کی سب سے بڑی خبر ہے۔ اس کی تفصیلات پھر لکھوں گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انیسویں صدی والی Adjectivity کا زمانہ ختم ہوا اب دانشور کے لئے مثالی نمونہ Vo!taire اور Valery نہیں بلکہ Opeheimer ہے۔

کوشش کروں گا کہ یہ رسالہ کہیں سے مل جائے۔ صرف بیس فرانک کا ہے۔ ناصر جمال کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ ہاں اقبال کی جو Bibliography شائع ہو رہی تھی اس کا کیا ہوا۔ اگر آ گئی ہے تو فوراً میرے نام کرا دیجئے۔ اسے بھیج کر اس کے بدلے میں گیس برتیئر سے یہ رسالہ

حاصل کرلوں گا۔ ناصر سے گیس برتیئر کی اچھی ملاقات ہوگئی ہے۔ یونیورسٹی کے ذہنی ماحول نے ہمارے بھانجے کو بھی Le Monde پڑھنے پر مجبور کردیا ہے۔ یہاں نہیں پڑھتے تھے۔

بلاغت سے متعلق عربی کی اہم کتابوں کی فہرست میں نے مرتب کی ہے۔ آپ کو بھی لکھتا ہوں، نمبر ا شربینی کی تلخیص المفتاح۔ نمبر ۲ اس کی شرحیں از تفتازانی۔ مُطوّل اور اطول (یہ نہیں ملتی) پھر تفتازانی کی مختصر المعانی (اردو ترجمہ حاشیے پر موجود ہے) نمبر ۳ عبدالقادر جرجانی جو علم معانی کے موجد سمجھے جاتے ہیں۔ اسرار البلاغۃ' دلائل الاعجاز' زمخشری۔ اطباق الذہب' ان کی تفسیر کشاف میں بھی اس پر بحث ہے۔ نمبر ۵ سیوطی۔ الجوہر المکنون۔ ان کی تفسیر اتقان میں بھی اس پر بحث ہے۔ نمبر ۶ ابوبکر باقلانی۔ اعجاز القرآن جو اتقان کے حاشیے پر ہے نمبر ۷ امام رازی کی بھی ایک کتاب ہے اوران کی تفسیر میں بھی بحث ہے نمبر ۸ ابن رشیق قیروانی کی العمدہ۔ نمبر ۹ ابوہلال العسکری کی کتاب الصنعتین نمبر ۱۰ قلقشندی کی صبح الاعشاء۔ نمبر ۱۱ کسی کی کتاب فی صنعۃ الانشاء چودہ جلدوں میں۔ نمبر ۱۲ ابن اثیر کی ادب الکاتب والشاعر نمبر ۱۳ جاحظ کی البیان والتبعین نمبر ۱۴ خطابی کی نہایت الایجاز۔

''چراغ ایمان'' میں نے نہیں دیکھی نہ نام سنا۔ سندھ کے کسی عالم نے عربی میں ''شرح الکافیہ فی التصوف'' لکھی تھی اس میں علم صرف پر تصوف کے لحاظ سے بحث ہے۔ سنا ہے بہاولپور یونیورسٹی کے رسالے میں اس کے کچھ حصے کا ترجمہ کیا تھا پھران کا انتقال ہوگیا۔ شاید آپ کی لائبریری میں ہو۔

Fenollosa' Pound اور Linguistics والوں کے یہاں ''To be'' پر جو بحث ہے اور وہ Verb نہیں بلکہ Copula کہتے ہیں۔ اسی قسم کی بحث عربی میں فعل ناقص کے بارے میں ہے بلکہ اصل بحث شرح جامی میں ہے۔ حال محصول کے بارے میں' حمد اللہ کی شرح میں اسے وجود رابطی کہا گیا ہے۔ اس وجود رابطی پر اردو میں ایک پوری کتاب ہے ''بغیۃ الکامل''۔ سُنا ہے مولانا رسول خاں صاحبؒ نے اس سلسلے میں ایک نیا تصور نکالا تھا۔ شاید ان کے کسی شاگرد کو معلوم ہو۔ فوکو نے خوب کہا ہے کہ فی الحال دانشور کا فریضہ یہ ہے کہ کسی خاص موضوع کا مطالعہ کرے اور اس موضوع کا دوسری چیزوں سے جہاں ''جوڑ'' (Jointure) واقع ہوا ہے اس کی تحقیق کرے۔ مقصد؟ یہ آپ خود تصور کرسکتے ہیں۔

انتظار' مشتاق اور شہرت بخاری سے سلام کہیئے گا۔ دعا ہے کہ آپ سب خوش وخرم ہوں۔ والسلام

مخلص عسکری

ابھی یہ بات نظر پڑی کہ ''اطول'' میں تشبیہ کے ضمن میں لذت حسی اور لذت عقلی کے فرق اور مرتبے پر

بحث کی گئی ہے۔ (محراب۔ لاہور ۱۹۷۹ء)

محمد حسن عسکری کا ایک خط

مظفر علی سیّد کے نام

جناب محمد حسن عسکری کی ذات گرامی سے فیض یاب ہونے کا موقع یوں تو ان کے قیام لاہور (۱۹۴۸۔۱۹۵۰) کے زمانہ سے شروع ہو گیا تھا مگر مکاتبت ان کے ساتھ بہت کم رہی ماسوا اس زمانہ کے جب وہ ''ماہ نو'' کے مدیر تھے یا پھر جب ۱۹۷۵ء میں میرا سعودی عرب جانا ہوا۔ دونوں ادوار کے بیشتر خطوط دست برد زمانہ سے محفوظ نہیں رہ سکے اور جو تین بچ گئے ان میں سے مکتوب درج ذیل خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ چند ایک جگہ پر بات کو واضح کرنے کے لئے حواشی لگا دیئے گئے ہیں مگر یہاں اس بات کی تصریح لازم ہے کہ ۱۹۷۵ء کے قریب عسکری صاحب پھر سے ادبیات کی طرف راغب ہونے لگے تھے اور مطالعہ اسلام سے حاصل شدہ بصیرتوں کا ادب پر اطلاق کرنا چاہتے تھے۔ افسوس کہ موت نے انہیں یہ کام کرنے کی پوری طرح مہلت نہ دی۔ پھر چند ایک نیاز مندوں کے نام خطوط میں انہوں نے ایسے اشارے چھوڑے ہیں جن سے ان کے طرز فکر و عمل کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس خط کا ایک حصہ بھی ایسے ہی اشارات پر مشتمل ہے۔

(م۔ع۔س)

54-K/2, Kashmir Rd.

P.E.C.H. Society, Karachi-29

۲۰ اکتوبر ۷۵ء

مظفر صاحب السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط عید سے پہلے ملا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ عمرہ کر کے واپس آ جائیں اور گھر میں جم جائیں تو خط لکھوں۔ دعا ہے کہ آپ خوش و خرم ہوں اور گھر مل گیا ہو۔ مثنیٰ[۱] کو معلوم نہیں تھا کہ آپ عرب چلے گئے۔ وہ آپ کو فون کرتے رہے، بعد میں معلوم ہوا۔

۱۔ عسکری صاحب کے چھوٹے بھائی محمد حسن مثنیٰ جو اس وقت پاکستان ٹائمز میں کام کرتے تھے۔ (م۔ع۔س)

۲۔ گفتگوئیں

سب دوست آپ کو سلام کہتے ہیں، اور اکثر یاد کرتے ہیں۔ آپ کے بغیر کسی مباحثے کا انتظام کرتے ہوئے لطف نہیں آتا۔ آپ کی دونوں گفتگوئیں[۲] میں لاہور میں چھپنے سے پہلے مقبول ہو گئیں۔ ''لفظ'' والے ایک خاص نمبر اسی غرض سے نکال رہے ہیں۔ رسالہ کم چھپتا ہے، مگر صحیح لوگوں کے پاس پہنچتا ہے۔ اقبال والی گفتگو تو پہلے ہی بھیج دی تھی، دوسری گفتگو نقل ہو رہی ہے جس میں خاصی دقت ہو رہی ہے کیونکہ آپ لوگ تیز رفتار سے بولے تھے۔ ''سیپ'' والے تو خیر آئے ہی نہیں۔

امید ہے کہ عربی آپ نے کافی سیکھ لی ہوگی، عقاد[۳] کی کتابیں نہ بھیجئے گا یہاں عرب لڑکوں کے پاس بہت ہیں۔ ایرانی رسالے ملتے رہتے ہیں۔ اب ایک نیا رجحان نظر آ رہا ہے۔ سارا زور ہندو پاکستان کی اسلامی تہذیب پر ہے۔ حکومت کا رسالہ ''ہنر و مردم'' جو پہلے قدیم ایران کے کھنڈروں کی تصویروں سے بھرا ہوتا تھا، اب مغلیہ دور کی مصوری کے نمونوں سے پٹا ہوتا ہے، عام رسالوں میں بھی ہمارے یہاں کے فارسی نظم و نثر لکھنے کا ذکر زیادہ ہو گیا ہے۔ ایسے مصنفوں کے اقتباسات دیئے جاتے ہیں جن کے ہم نے نام بھی نہیں سنے۔ مثلاً رات میں نے موسیقی اور تصوف کے ارتباط پر ایک کتاب کے مندرجات کی فہرست دیکھی جو عجیب و غریب ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی عالموں نے پاکستان اور ہندوستان کے کتب خانوں کو اچھا کھنگالا ہے۔ ایرانی رسالوں میں مضامین کا معیار بھی پچھلے سال سے بہتر ہے۔ ''سخن'' میں ایک طویل مضمون وجود کے موضوع پر کئی قسطوں میں شائع ہوا ہے، جس میں فلسفیوں کی آراء کے خلاصے پچھلے سال کی بہ نسبت زیادہ مفصل اور صحیح ہیں۔ اسی طرح ایک تعلیمی رسالے میں (ماہنامہ آموزش و پرورش) ابن ہیثم پر بھی مفید مضمون شائع ہوا ہے۔ مگر طباعت کی بے احتیاطیاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ انگریزی اور فرانسیسی الفاظ بیشتر غلط چھپتے ہیں۔ ''فرہنگ و ہنر'' جیسے رسالے میں تصوف پر مضمون پڑھتے

۲۔ سعودی عرب جانے سے پہلے تین ایک مہینے کراچی میں قیام کا موقع ملا تو عسکری صاحب کے ساتھ ''اقبال اور موبی دروازہ'' اور ''مذہبی شاعری'' کے موضوع پر دو عدد گفتگوئیں (کچھ اور اصحاب کے ساتھ مل کر) ریکارڈ کی گئیں۔ ان میں سے دوسری ''لفظ'' میں چھپ چکی ہے۔ پہلی شیما مجید کی مرتب کردہ کتاب ''محمد حسن عسکری کے مقالات'' میں شامل ہے۔ اگرچہ اس کا ذکر سلیم احمد کی کتاب ''اقبال: ایک شاعر'' میں بھی آ چکا ہے۔ خاص نمبر کوئی نہیں نکلا۔ (م۔ع۔س) (۳) مصری عالم اور مورخ عباس محمود العقاد۔ (م۔ع۔س)

پڑھتے ورق اُلٹیے تو مغربی مصوری پر بات شروع ہو جاتی ہے۔

امیر خسرو کے جشن کے سلسلے میں ہر جگہ جلسے تو ہو رہے ہیں، مگر کوئی اہم مضمون نہیں پڑھا گیا۔[۴] رسالوں کے خاص نمبر بھی اب آ رہے ہیں۔ "پاکستانی ادب" کا نمبر آ چکا ہے۔ بور ہے۔ ن م راشد نے مغربی انداز سے نئی تفسیر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امیر خسرو بدن اور لذت کی شاعری کرتے تھے۔ ویسے آٹھ دس دن ہوئے لندن میں راشد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی، اور ان کی لاش کو جلایا گیا۔

فارسی شاعری پر مضمون لکھنے کے لئے آپ کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ لغوی، تاریخی اور علمی مشکلیں آپ سے حل کر لیا کرتا، مجھے کسی زبان کی لغت دیکھنے کی سرے سے عادت ہی نہیں، اس لئے میں اُردو میں بھی کمزور ہوں اور فارسی میں صفر۔ فارسی میں نے دل چسپی سے بس انٹرنک پڑھی ہے جب پرانے انداز کے مولوی پڑھاتے تھے جو درس دیتے ہوئے فحش لطیفے بیان کرتے جاتے تھے، بی اے میں انگلستان کے تعلیم یافتہ دکاترہ سے واسطہ پڑا ہے، اس لئے میں کلاس میں ہمیشہ سوتا رہا۔ امتحان سے دو دن پہلے میرے پھوپی زاد بھائی، نے جو یونیورسٹی میں عربی پڑھاتے تھے مجھے بتا دیا تھا کہ میں فارسی میں پاس نہیں ہو سکتا، اس لئے میں نے سوالوں کا صحیح جواب دینے کی جگہ دس دس صفحے میں فارسی شاعروں کو انگریزی میں دل کھول کر گالیاں دیں، نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی کے مشہور عالم مولانا عبدالرحمان نے ممتحن کی رپورٹ میں لکھا کہ میں نے فارسی کا ایسا اچھا طالب علم کبھی نہیں دیکھا۔ اسے ۵۰ میں سے ۵۵ نمبر ملنے چاہئیں، اس کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب فارسی کی کتاب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ اب عقل آئی ہے تو حسرت ہوتی ہے

---

[۴] امیر خسرو پر اس خط کے طویل حصے کی شان نزول یہ ہے کہ میں نے شکایتہً جناب سبط حسن کے ایک مقالے (مطبوعہ ڈان) کا ذکر کیا تھا جس میں امیر کے شعر ۔ بہ جنگ تیغ مکش، سر بہ آشتی برگیر ☆ کہ حاصل است بہ صلحت ہر آنچہ در جنگ است سے نکالے ہوئے نتیجے پر حیرت کا اظہار تھا کہ سبط حسن جو فارسی سے نابلد نہیں غزل کے ایک شعر سے "ہر قیمت پر صلح" کی سیاسی پالیسی برآمد بھی کرنا چاہیں تو انہیں پورے شعر کا (بالخصوص دوسرے مصرع کا) خیال رکھنا چاہیے۔ عسکری صاحب کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ ایک سبط حسن کیا، یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ (م ع س)

کہ فارسی چھوڑ کر انگریزی اور فرانسیسی میں کیوں وقت ضائع کیا۔[۵] فی الحال فارسی کے سوا کسی اور زبان کی شاعری مجھ سے پڑھی نہیں جاتی۔ آپ کراچی میں ہوتے تو پڑھنے کے ساتھ سمجھتا بھی جاتا۔

خیر، آپ امیر خسرو پر کچھ نہ کچھ لکھیئے۔ ایک معمولی سی کتاب ''خسرو شیریں بیاں'' ہے، وہ ہوائی ڈاک سے آپ کو بھیج رہا ہوں، جو بھی ہو سکے لکھ دیجئے۔ یہاں تو یہ لطیفے ہو رہے ہیں کہ امیر خسرو کا ایک ریکارڈ تیار ہوا ہے جس کے لئے اُن کی غزل ''زحالِ مسکیں مکن تغافل'' کے ہندی مصرعوں کو صحیح پڑھنے والا کراچی میں کوئی نہیں ملا۔ سوال یہ تھا کہ ''درائے نیناں بنائے بتیاں'' میں ''درائے'' کیا چیز ہے۔ کسی نے کہا ''درآئے'' بمعنی درآمدن ہے، کسی نے کہا ''درائے'' بمعنی ہلانا، گھمانا ہے، میں نے کہا کہ بھائی، میں نے تو نویں کلاس میں اسے 'ڈرائے' پڑھا تھا۔ غزل کے آخری مصرعے کی اور بھی بُری گت بنی۔ 'سپیت من کی درائے راکھوں' یا 'سپیت منکے۔' کسی نے بتایا کہ 'سپیت' کے معنی تسبیح' مالا' من' بمعنی دل' یا ''منکے'' بمعنی دانے' اور ''درائے'' بمعنی گھمانا۔ آدھا مصرع پڑھا نہیں گیا۔ سبط حسن نے کہا ''کھتیاں'' تصغیر ہے ''کھیت'' کی یعنی عوامی شاعر محبوبہ کو کھیت پر بلا رہا ہے۔ ایک رائے یہ تھی کہ کھتیاں ''خط'' کی ہندی ہے۔ پہلے مصرع میں ''فریب'' ہے اس لئے ''گھتیاں'' بمعنی گھات بھی پڑھا گیا' کھیت کی مدد سے فقرہ یوں بنا ''جو جائے راکھوں پیا کی کھتیاں'' گھات کے عنوان سے ''جو جان پاؤں پیا کی گھتیاں۔'' یہ معلوم نہیں کہ آخر کارڈ میں کیا گایا گیا۔

میں خاقانی' امیر خسرو' جامی اور عرفی کے ہم طرح قصیدوں (دل من پیر تعلیم است و من طفل زباں دانش) پر مضمون لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں' عرفی کا قصیدہ تو دو شرحوں کی مدد سے حل کر لیا ہے۔ خاقانی پہلے بہت مشکل معلوم ہوا' دوبارہ پڑھا تو سمجھ میں آنے لگا۔ مگر حل طلب اشعار باقی رہتے ہیں۔ 'پاکستانی ادب' میں ایک صاحب نے لکھا ہے کہ امیر خسرو نے قصیدے میں خاقانی کی

---

(۵) آخر آخر عسکری صاحب فارسی اور کسی قدر عربی ادب کی طرف جس طرح راغب ہوئے وہ بہت سے جاننے والوں کو بھی حیران کن معلوم ہوگا۔ اہم بات یہ ہے کہ ان کے سلسلے میں وہ مستشرقین یا ان کے شاگرد' دکاترہ' (دکتر کی جمع) کی بجائے قدیم اساتذہ کی شرحوں اور مستند ذرائع سے استفادہ کرنا چاہتے تھے اگرچہ اُن کی اپنی نظر بھی یہاں کافی گہرائی میں اتر جاتی تھی۔ (م ع س)

تقلید کی، مگر پیچھے رہ گئے' کیونکہ ان کے مزاج میں خوشامد نہ تھی۔ ن م راشد نے کہا ہے کہ اچھا ہوا خاقانی کی علمی یبوست سے بچ گئے۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ جہاں تک ''علمیات'' کو آسانی کے ساتھ شعر میں کھپانے کا تعلق ہے' Donne تو پہنچتا کیا ہے۔ Ronsard بھی خاقانی کی گرد کو نہیں پہنچتا[۶]۔ بلکہ عرفی کے ہاں بھی ٹھونس ٹھانس ہے۔ نقاد خاقانی کے شکوہ کی تعریف کرتے ہیں' مجھے علمیات کو پانی کرنے کا فن پسند آیا۔[۷] متنبی میں پڑھ نہیں سکتا جو کچھ کہوں۔ جامی کے قصیدے کا درمیانی حصہ محاوروں کی وجہ سے مشکل معلوم ہو رہا ہے۔ مگر میں نے ابھی غور سے پڑھا بھی نہیں' امیر خسرو کے قصیدے کی جو نقل عابدی صاحب[۸] نے بھجوائی ہے وہ اتنی ناقص ہے کہ تقریباً ہر شعر اصلاح طلب ہے' بہر حال یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ خسرو کے یہاں سوز و گداز ہے' علم یا فکر نہیں' یہ سب بکواس ہے' حضرت خواجہ گیسو درازؒ نے جو ایک شعر کی شرح کی ہے اُس کی رو سے پڑھا جائے تو ہو سکتا ہے ان چار قصیدوں میں علمی اور فکری گہرائی سب سے زیادہ خسرو کے یہاں ملے۔[۹] سنا ہے کہ جامی نے بھی خسرو کے کسی قصیدے کے ایک شعر کی شرح لکھی ہے۔ معلوم نہیں کہاں مل سکتی ہے۔

میں نے آپ سے کہا تھا کہ مضمون آفرینی' خیال آفرینی' نادر استعارات کے سلسلے میں

۶۔ انگریزی زبان کا ''مابعد الطبیعاتی'' شاعر جون ڈن (جسے جدید شاعروں نے بے حد سراہا) اور فرانسیسی ''عقد ثریا'' کے ممتاز ترین رکن رونسار کو اس سلسلے میں ایک مثال کی طرح پیش کیا جاتا ہے کہ علوم کی اصطلاحوں اور بصیرتوں کو اپنی عشقیہ شاعری میں کس خوبی کے ساتھ برتا جا سکتا ہے' فارسی کا مشہور قصیدہ گو شاعر خاقانی شروانی (جسے روایت نے ''خلاق المعانی'' کا لقب دیا تھا) بعد میں قصیدہ گوئی کے خلاف عام تعصب کا شکار ہو گیا تھا مگر اس دور میں سویت روس اور ایران میں پھر سے اس کی طرف توجہ شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس کے یہاں کیسے کیسے حکیمانہ خیالات کیسی عمدگی سے ادا ہوئے ہیں (علی دشتی کی کتاب 'خاقانی' سے بھی' جو زیادہ گہرائی میں نہیں جاتی' اس کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکتا ہے مگر عسکری جو لفظی شکوہ سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ ''علمیات کو پانی کرنے کے فن'' پر انہوں نے اپنی توجہ مرکوز کی تو یہ عصری تنقید' روسی ہو یا ایرانی دونوں سے آگے کی بات تھی) (م ع س)

۷۔ ابو الطیب متنبی' عربی زبان کا حکیم شاعر جسے بہت سے لوگ عربی کا عظیم ترین شاعر کہتے ہیں (م ع س)

۸۔ یہ نقل ایم اے کے کسی طالب علم کی تیار کردہ تھی۔ (م ع س)

۹۔ علمی اور فکری گہرائی' اُن اہل دل سے زیادہ کہاں ملے گی جن کے لئے قال بھی حال سے کم نہ تھا۔ (م ع س)

فارسی شاعری اور مغربی شاعری کا تقابلی مطالعہ ہونا چاہیئے‘ عجیب بات ہے کہ جس زمانے میں ہمارے یہاں ان چیزوں کا زور ہوا تقریباً اُسی زمانے میں یورپ میں یہ تحریکات چلیں‘ یعنی سولھویں اور سترھویں صدی میں۔ عمومی نام تو Baroque Poetry ہے[۱] مگر انگلستان میں Metaphysicals ہیں اسپین میں Gongorism اٹلی میں Marinism فرانس میں Poesie Preciense پھر ہمارے یہاں یہ شوق متصوفین میں رائج ہوا‘ کہتے ہیں مغرب میں بھی یہ Counter Reformation کا اثر تھا۔ اس موضوع پر آجکل فرانس میں اچھی بحث ہورہی ہے۔ میں نے تین چار کتابیں منگائی تو ہیں‘ Le Monde کے تبصرے میں پڑھا تھا کہ Tresor de la poesie baroque et preciense francaise میں مصنف نے بنیادی اُمور پر عمدہ بحث کی ہے‘ کتاب آجائے تو پتہ چلے‘ اس ضمن میں یہ کام کی بات معلوم ہوئی کہ Donne نے Nicholas of Cusa (Cusanus) سے بہت اثر لیا ہے‘ اُس شخص نے ترکوں کی فتح قسطنطنیہ کے فوراً بعد قرآن شریف پر ایک کتاب لکھی تھی جس میں دکھایا تھا کہ اسلام اور عیسائیت ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں اور عیسائی ملکوں کو ترکی سے صلح کرنی چاہیئے‘ کتاب کا لاطینی سے جرمن میں ترجمہ ہوچکا ہے‘ جس کی نقل میرے پاس ہے‘ مگر پڑھ نہیں سکتا۔[۲]

فارسی شاعری کے متعلق میں نے آپ سے کہا تھا کہ اُسے پڑھنے کا واحد طریقہ تو وہی پرانا ہے مگر ہمارے ذہن مغرب نے ایسے مسخ کردیئے ہیں کہ سیدھا سادا شعر بھی سمجھ میں نہیں آتا‘ مثلاً تجنیس خطی کی طرف میرا ذہن آسانی سے منتقل نہیں ہوتا۔ شرح پڑھنے کے بعد اپنے اوپر ہنسی آتی ہے کہ کتنی سامنے کی بات تھی۔ میں آج کل ''تحفۃ العراقین'' مع شرح آسی پڑھ رہا ہوں (ایرانی تک اپنی شاعری نول کشور کی شرحوں کے ذریعے پڑھ رہے ہیں) اس میں یہی لطیفے ہر وقت ہوتے ہیں کہ معنی کسی صنعت میں پوشیدہ ہیں اور میں ''علمی'' مسائل میں حل ڈھونڈ رہا ہوں۔ ہمارے

---

[۱] حال ہی میں یورپ کی ''باروق'' شاعری (جس کے مختلف ملکوں میں مختلف نام ہیں اور ہمارے یہاں شاید اُسے رنگِ بیدل کہا جائے گا) علماء و ناقدین کی توجہ کا مرکز بنی ہے۔ (م ع س)

[۲] ''باروق شاعری'' میں بقول رنے ویلک‘ مشرقی عناصر مخلوط تھے اس لئے جون ڈن پر مشرق کا یہ بالواسطہ اثر حیرانی کا باعث نہیں ہونا چاہیئے۔

ذہن جس طرح اپنی شاعری سے بیگانہ ہوئے ہیں اُس کی تاریخ بھی دلچسپ ہے۔ قصائد عرفی کا ایک تو پرانا نول کشور ایڈیشن ہے جس میں ساحلؔ بلگرامی کی مفصل شرح ہے' ایک قصیدہ ہے چھوٹا سا ''در مدح خودمی گوید۔'' نول کشور کے یہاں ابتدائی شعروں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہاں حقیقت جامعہ انسانیہ کا بیان ہے۔ ساحل بلگرامی نے اس بات کو قابل اعتنا نہیں سمجھا۔ مگر شعر اور شاعر کو سمجھنے میں زمین آسمان کا فرق پڑ گیا۔ عرفی کی خود پرستی مشہور ہے۔ مگر لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس نے نعتیہ قصائد کتنے لکھے ہیں' اور نعت لکھنے والا کتنی دیر تک اور کتنی دور تک خود پرست رہ سکتا ہے۔ اب اس قصیدے کو سمجھنے کا ''نیا'' طریقہ تو یہ ہوگا کہ ہر شعر میں تعلی دیکھی جائے اور اس کے بعد عرفی کی نفسیاتی اُلجھنیں برآمد کی جائیں' یا ''**What is on the page**'' کے حساب سے یہ کہا جائے کہ شاعر ایک استعارے کی دم میں دوسرے استعارے کی دُم باندھتا چلا گیا ہے اور اس نظم میں **Organic Development** نہیں ملتا۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ شاعر اپنی تعریف کرنی چاہتا ہے' مگر زمانے کی اقتضا سے مجبور ہو کر روایتی تصورات استعمال کرتا ہے اور اُن کا استحصال کرتے ہوئے بڑی چالاکی اور چابکدستی سے اپنی مدح سرائی کر جاتا ہے اور اس طرح ایک ''نئی روایت'' کی بنیاد ڈالتا ہے جو غالب سے گزرتی ہوئی فیضؔ پر آ کے اپنے عروج کو پہنچتی ہے۔ ثابت ہوا کہ فیضؔ نے تجربے اور روایت کو اس طرح سمویا ہے کہ اور کوئی شاعر نہیں کر سکا' **Q.E.D.**[۱۲] چوتھا طریقہ یہ ہے کہ ممکن ہے شاعر اپنی تعریف ہی کرنا چاہتا ہو' مگر نعت گو ہے اور اُسے ایاز قدر خود بشناس کا اصول معلوم ہے اس لئے پہلے حقیقت جامعہ انسانیہ کا بیان کرتا ہے' پھر انسان کامل میں اس کے ظہور کا ذکر کرتا ہے' پھر بتاتا ہے کہ انسان کامل کے کمالات کا عکس ایک عام آدمی پر پڑے تو اُس میں بھی ایک ظلی کمال آ سکتا ہے' آخر میں دعویٰ ہے کہ یہ ظلی کمال آجکل سب سے زیادہ مجھے حاصل ہے۔ اگر شاعر کے روحانی کسب کی کوئی خارجی شہادت نہ ملے تو اُسے شاعرانہ تعلی کی چھوٹ دیں گے اور کہیں گے کہ تصوف کے رموز کو خارجی اور ذہنی طریقے سے ہی سہی' خوب سمجھتا تھا' اور انھیں استعاروں میں عمدگی سے کھپا گیا' اس لئے صوفی نہ سہی' شاعر اچھا تھا۔ یعنی آخری فیصلہ نہ تو **art for art's sake** کے اعتبار سے ہوگا نہ **What is on the page** کے لحاظ سے نہ **Linguistics** کے لحاظ سے' نہ نفسیات کے لحاظ سے' یہ معاملہ خالص

---

[۱۲] روایت کو معاصر شعرا میں جلوہ گر دیکھنا ہو تو اقدار کے علاوہ معنی و مقصود شاعر سے بے نیاز نہیں رہا جا سکتا ورنہ اپنے مسلک کی تبلیغ کے سوا اس کا کوئی مفہوم نہ ہوگا۔

مابعد الطبیعات کا ہے[۱۳] یا آسان لفظوں میں شریعت کا جوابلیٹ کی theology سے باکل مختلف چیز ہے۔

یہاں تک خط کالج میں لکھا تھا۔ اب گھر آ کر ''تحفۃ العراقین'' [۱۴] سے دو ایک شعر نقل کرتا ہوں یہ بتانے کے لئے کہ میں کیسے اشعار سے عاجز ہوتا ہوں:

مانی بہزار عشر زریّن ۔ برسورۂ اختصاص یاسین

مانی (مشابہ ہونا) عشر (گول نشان جو قرآن شریف کی ہر دس آیت کے بعد شنگرف سے بناتے تھے) مطلب۔۔۔

سورج سورۂ محبت رسولؐ پر مشابہ ہزار عشر کے ہے۔ چونکہ ی اور س دائرہ دار ہیں' اس لئے سورج اُن سے مشابہ ہے۔

زرّیں صدفی جواہر افترائی ۔ در بحر کف محمدت جائی

کف سے مراد ح۔ چونکہ محمدؐ کی ح کی صورت بصورت سیپ کے اور ح دائرہ دار مشابہ ہے شمس سے' اس لئے اس کو زریں صدف کہا گیا۔

شش بانوئے پیر کردہ ہر ہفت عالم بتو دیدہ ہفت در ہفت

شش بانو' چھ ستارے سوائے آفتاب کے ہفت ' عورتوں کی آرائش

خوش بو العجبان سحر کارند گہ قاقم و گاہ قندز آرند

قاقم سفید رنگ کا پوستین۔ قندز' سیاہ رنگ کا پوستین' اس لئے دن اور رات کا استعارہ' ہم نے کبھی یہ معلوم ہی نہیں کیا کہ قاقم کا رنگ کیا ہوتا ہے' تو شعر کیسے سمجھ میں آئے۔

اب میں ''پاکستانی ادب'' کے امیر خسرو نمبر' اکتوبر۔ نومبر ۷۵ء سے ن' م راشد کے ارشادات [۱۵] خسرو کے بارے میں بھی نقل کئے دیتا ہوں۔ ''خسرو بنیادی طور پر عاشق شاعر ہے۔ تصوف سے اُس کا لگاؤ ضمنی ہے۔ وہ ایک دنیا دار آدمی تھا۔'' (ص ۱۲۱) ''لیکن عاشق کے

---

[۱۳] ''اس بات کا فیصلہ کہ فلاں شخص کا کلام شاعری ہے بھی یا نہیں' ادبی معیاروں ہی کی روشنی میں ہو سکتا ہے مگر یہ طے کرنے کے لئے کہ یہ شاعری کتنی بڑی ہے' ہمیں ان معیاروں سے باہر جانا پڑے گا'' (ایف۔ آر۔ لیوس)

[۱۴] خاقانی کی مشہور مثنوی جس کے چند ایک اشعار میں نعتیہ مطالب سورج سے خطاب کرتے ہوئے ادا کئے گئے ہیں۔ یہ چار شعر انہیں میں سے ہیں۔

علاوہ اس کے اندر ایک "ملا" بھی چھپا ہوا تھا (مذہب کے تعلق سے نہیں' بلکہ تبحر علمی کے معنوں میں) جو اپنے اندر کی تنہائی کو پالتا رہا۔ شاید اسی تنہائی نے اُسے ایک ذاتی آواز بخشی...... اُس سکون کو ترستا رہا جو عشق کی تکمیل ہی سے ہاتھ آتا ہے' اس کی ناکامی سے نہیں' اُس نے کہیں مذہب پر براہ راست وار نہیں کیا...... لیکن مذہب کی مروجہ شکلوں کو ذات کی تکمیل کے لئے ناکافی سمجھتا رہا ...... خسرو کی غزلوں میں انسانی جسم کے اعضاء کی طرف اشارات کی فراوانی ہے...... اس کے ہاں انسانی اعضاء کا ذکر حسن کی تجلیل کا عمل بن گیا ہے" (ص ۱۲۲) "معلوم ہوتا ہے کہ خسرو شہوانی انگیخت کے سرچشموں سے کسی سے کم واقف نہ تھا' ہوسکتا ہے کہ سنسکرت کا علم رکھتے ہوئے وہ ہندوؤں کی جنسی تحقیقات کے علم سے بھی بہرہ مند ہوا ہو...... دوسرا پہلو انسان کی شخصیت کی وہ شکست وریخت ہے جو دید جمال اس کے اندر شروع کر دیتی ہے...... یہ کسر ذات اور یہ اپنے درد اور اپنی محرومیوں کی حکایت تراشی اکثر فارسی شاعروں کو نصیب ہوئی' لیکن خسرو کو اس سے کچھ وافر ہی حصہ بخشا گیا۔" (ص ۱۲۳) باقی تین صفحوں میں بھینس کے انڈے سے روغن گل نکالا ہے' میری سمجھ سے باہر ہے۔ بہرحال چند جملے نقل کرتا ہوں۔ "وہ عشق کے ذریعے اپنی جسمانی اور ذہنی زندگی کی توسیع کا جویا ہے...... یہی اُس کی عام زندگی میں اس کے تمام یا اکثر تعلقات متعین کرتی رہی۔ وہ تعلق خواہ خدا یا پیغمبرؐ کی ذات سے ہو' خواہ خواجہ نظام الدین اولیاء یا خواجہ حسن دہلوی کا عشق ہو یا عام لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی تمنا ہو جن کے لئے وہ ہر وقت گیت' پہیلیاں اور کہہ مکرنیاں وغیرہ لکھنے پر آمادہ رہتا تھا۔ بے شک یہ ذات کا شعور اُسے مختلف ماحول میں مختلف ہوئیت بخشتا رہا۔" ص ۱۲۴ "اس کی آرزومندی اور اس کا اخلاقی محاکمہ جس پر یقیناً ہندوستانی فلسفے اور طرز زندگی نے بھی اثر ڈالا ہوگا جو ایرانی شاعر کی آرزومندی اور اخلاقی محاکمے سے مختلف ہے اور یہی بات خسرو کو منفرد کرتی ہے۔ اس کے عشق میں تو کہیں کہیں وہ روّیہ دریافت کرنا بھی مشکل نہیں جو ہندوستان کی بدنصیب برہن کی فریادوں میں پایا جاتا ہے' ایران کے امرد پرست عاشق کی ہوس میں نہیں۔ البتہ خسرو کے اخلاقی نظریے یا روّیے اپنے منطقی ربط میں ایرانی شاعروں

---

[۱۵] راشد صاحب نے اس مقالے میں ایک طرف تو امیر خسرو کو (demystify) کرنے کی کوشش کی ہے (جو امیر خسرو کو محض ایک شہوانی شاعر بنا کے رکھ دیتی ہے اور یہ شاید اس وجہ سے ہے کہ کلاسیکی غزل کی تہ داری' جدید نظم کے اماموں تک کے لئے ایک امر محال ہے) اور دوسری طرف ان کو اسلام اور ہندو تہذیب کی "دانش و فراست" سے محروم بھی نہیں کیا دیکھنے کی بات تو یہ تھی کہ کون کون سی چیزیں بیک وقت ایک ہی شعر یا غزل میں موجود ہیں اور ان کی درست نشان دہی بھی لازم ہے محض قیاس آرائی یا خوش گمانی سے کام نہیں چل سکتا۔

سے دور نہیں ہیں یہ منطقی رابطہ سعدی اور خاقانی میں زیادہ اور رومی اور حافظ میں کم دکھائی دیتا ہے۔
لیکن جہاں سعدی کے یہاں یہ رابطہ معین افکار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے خسرو کے کلام میں مجرد
احساسات اس کا آلہ اظہار ہیں'' ص ۱۲۵ ''اس کی شاعری میں سنائی اور عطار کا فلسفہ نہیں، خیام کی
سی فلسفیانہ بے دلی یا قدرت سے دعوت مبارزت بھی نہیں، لیکن اپنے عہد کی دانش وفراست کی اس
میں کمی نہیں ہے جو کچھ تو اس نے اسلام سے لی اور کچھ ہندو تہذیب سے کسب کی۔'' ص ۱۲۵ ''اس
کی شاعری میں اس خواہش کی زیادہ تکرار تو نہیں لیکن محبوب کی ذات کے اندر گم ہو جانے کی
خواہش جس کا اظہار اُس نے اپنے محدود شعروں میں کیا ہے...... خالص ہندوستانی فلسفے کی دین
ہے بیشتر اس کی شاعری میں دوسری ذات میں گم ہو جانے کی خواہش نہیں پائی جاتی بلکہ اپنے زندہ
رہنے کی شدید تمنا ملتی ہے۔'' ص ۱۲۵ ''خسرو موت اور وصال کو ہم معنی نہیں جانتا...... بلکہ وصال کو
موت سے بچنے کا ایک بہانہ جانتا ہے (بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم) وصال آرزوؤں کی
تکمیل کا ذریعہ بن جاتا ہے، ان کے خاتمے کا نہیں'' ص ۱۲۶ ''خسرو فلسفی شاعر نہیں ہے لیکن اس
سے اس کا نہایت محدود فلسفہ زندگی اُبھرتا ہے۔ اُس کے نزدیک انسان کے اپنے تحفظ کی ابتدائی
لیکن عظیم جبلت اس کے عزائم کی کامیابی ہے یا اس کی انتہائی اندرونی آرزو کی تکمیل...... رومی اور
حافظ کی طرح اُس کی یادوں کا تعلق کسی عظیم حادثے سے نہیں جو کائنات کا جزو بن چکا ہو بلکہ ایک
رات یا چند راتوں کی رنگینی سے ہے جو محبوب کے پہلو میں بسر ہوئیں۔'' ص ۱۲۶ پھر ص ۱۲۸ پر
اپنے ایک خط میں کہتے ہیں: ''اگرچہ کسی بزرگ نے ان کے بچپن میں یہ پیش گوئی کی تھی کہ وہ
خاقانی کے بھی دو قدم آگے ہوں گے'' لیکن غالباً یہ بات درست ثابت نہیں ہوئی اور یہ شاید اُن کے
حق میں اچھا ہی ہوا ورنہ وہ شگفتگی جو اُن کے کلام میں نظر آتی ہے وہ خاقانی کی نذر ہو جاتی۔''

اس پرچے میں شیخ ایاز کی ایک نظم ہے ''امیر خسرو پنہاری سے'' جو یوں شروع ہوتی
ہے۔۔۔ ''تیرا ناؤں کا نتی/ تیرا روپ انوپ ہے/ میرا رنگ نہ روپ ہے۔'' پنہاری جواب دیتی
ہے۔۔ ''تیری بولی پارسی/ میری بولی پوربی/ اور میں پوجوں مورتی/ تیرا من گھنگھور میں/ چندرماں
کی شانتی۔'' خسرو اُس کی تشفی کرتے ہیں۔۔ ''شترو سمجھ نہ کانتی/ یہ میرا بھی دیس ہے/۔۔ میں تو
ہوں ویدانتی'' [۱۹]

فیض صاحب نے ٹی وی پر تقریر میں خسرو کی دو خوبیاں بیان کی ہیں نمبر 1 وہ دربار میں رہ کر

اپنے سیاسی نظریات سے بادشاہوں کو متاثر کرتے تھے' اُس زمانے میں دو نظریے رائج تھے۔ ایک تو برنی کا کہ ہندوؤں کو مسلمان بناؤ یا تہ تیغ کردو۔ دوسرا خسرو کا کہ سب انسان برابر ہیں۔ اس طرح خسرو نے مسلمانوں کو اندلس والی حالت سے بچالیا۔ نمبر ۲ خسرو نے مشورہ دیا کہ اب بلخ' بخارا اور سمرقند کو "بھول جاؤ۔"[۱۷]

خط خواہ مخواہ لمبا ہو گیا۔ تفسیر کا ترجمہ[۱۸] جاری ہے' دو قسطیں شائع ہو چکی ہیں' آپ کو بھیجوں گا۔ طباعت کی بے شمار غلطیاں ہیں۔ مجموعی حیثیت سے اپنی رائے دیجئے گا۔

آپ کے لئے دُعا کرتا رہتا ہوں۔

قاسم صاحب[۱۹] سے سلام کہیئے گا۔

خط پر اپنا پتہ بھی لکھا کیجئے۔

مخلص محمد حسن عسکری

محراب' لاہور ۱۹۸۲ء

محمد عمر میمن کے نام

۲۲ اکتوبر ۱۹۶۹ء

برادرم' السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ آپ کی زحمت کا شکریہ۔ میں ۱۴ کو لاہور سے واپس آیا ہوں۔ ہم لوگ سوچ ہی رہے تھے کہ آپ کا خط نہیں آیا۔ آپ کی خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ دعا ہے کہ اب

۱۶۔ امیر خسرو کو ویدانتی قرار دینے کا مفہوم یہی ہو سکتا ہے کہ آپ نہ امیر سے واقف ہوں نہ ویدانت سے۔ (م ع س)

۱۷۔ امیر خسرو تو خیر اس قسم کی تبلیغ کیا کرتے' خود فیض صاحب بھی سمرقند و بخارا جاتے ہیں تو اپنی تاریخ کو نہیں بھول سکتے۔ ملاحظہ ہو اُن کی تازہ تصنیف "مہ و سال آشنائی۔" (م ع س)

۱۸۔ مفتی محمد شفیع مرحوم کی تفسیر "معارف القرآن" جس کا انگریزی ترجمہ عسکری صاحب نے شروع کیا تھا مگر ان کی وفات تک شاید جلد اوّل کا نصف سے زیادہ حصہ مکمل نہ ہو سکا۔ سورۂ فاتحہ کے پروف بعد میں انہوں نے ارسال فرمائے تھے۔ (م ع س)

۱۹۔ مکتوب الیہ کے رفیق کار اور عسکری صاحب کی شبینہ انگریزی کلاسوں کے شاگرد قاسم رضا رضوی جو ان دنوں میں سعودی عرب ہی میں تھے۔ (م ع س)

آپ مع خاندان خوش و خرم ہوں۔

یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ آپ کا خط اردو اور انگریزی دونوں میں اتنا خوبصورت ہے اور آپ عربی بالکل عربوں کی طرح لکھتے ہیں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ اتنے خوش خط ہوں گے۔

Asin کی کتابوں کی فہرست بہر حال کام دے گی۔ حضرت ابن عربیؒ پر ان کی جو کتاب ہے وہ میں نے پڑھی تو نہیں، مگر اندازہ ہے کہ اچھی نہیں۔ جیسا کتاب کے نام سے ظاہر ہے، انھوں نے اسلام اور ابن عربیؒ دونوں کو مشرف بہ عیسائیت کیا ہے۔ ڈانٹے والی کتاب میں لکھ دیا ہے کہ امام شعرانیؒ نے ''الیواقیت والجواہر'' میں ابن عربیؒ کی تکفیر کی ہے۔ میں نے ''یواقیت'' دیکھی تو معاملہ اُلٹا ہے۔ Corbin کی کتاب میں فرانسیسی میں پڑھ چکا ہوں۔ انتہائی غلط ہے۔ میں نے اس کے بارے میں صرف ایک فقرہ لکھا تھا Jean Wahl نے ایک رسالے میں مجھے چار صفحے کی گالیاں دیں۔ بہر حال ایران میں ان کا بہت اثر ہے، اور خصوصاً اسمٰعیلی لوگوں میں۔ انھوں نے شہاب الدین سہروردی مقتول پر بہت کچھ لکھا ہے، میں نے پڑھا نہیں کیونکہ میں فلسفہ نہیں جانتا۔ مگر ابھی لاہور میں ۱۹۲۰ء کا ایک اردو ترجمہ اور شرح ''حکمت الاشراق'' دیکھی ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اپنے یہاں لوگ کتنا عمدہ کام کر چکے ہیں اور ہمیں خبر تک نہیں۔

ابھی کوئی مضمون تو نہیں لکھا مگر ارادہ ہے۔ چھٹیاں امتحان کی کاپیاں دیکھتے گزریں اور ابھی کام باقی ہے۔ اطہر صاحب[1] ابھی امتحان کے کام میں مصروف ہیں۔

شب خون از سر نو آنے لگا ہے۔ فاروقی صاحب نے اپنی نظموں کا مجموعہ بھی بھیجا تھا۔ وہ تو ابھی تک نہیں پہنچا۔

اچھا ہوا کہ احسن صاحب نے آپ کو خط لکھ دیا۔ مگر میرے پاس اب تک ان کا خط نہیں آیا۔ ممکن ہے ڈاک میں ضائع ہو گیا ہو۔ وہ بھی اب انگریزی چھوڑ کر اردو ادب کے مطالعے کی طرف مائل ہیں۔ اس لیے آپ دونوں کے درمیان ایک مشترکہ شغف بھی پیدا ہو گیا۔

امید ہے کہ آپ کے مقالے کا کام چل پڑا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سُنا ہے کہ Corbin کی نگرانی میں چند مصری اور ایرانی طالب علموں نے مل کر حضرت ابن عربیؒ کی Bibliography تیار کی ہے جو دو یا تین جلدوں میں پیرس سے شائع ہوئی۔ اگر

کہیں نظر آئے تو کتاب کا نام اور ناشر کا پتہ مجھے لکھ دیجیے گا۔

خدا کرے کہ جلدی سے آپ کو ڈگری مل جائے تاکہ پڑھنے لکھنے کا کوئی پروگرام بنائیں اور آپ کی عربی دانی سے میں بھی فائدہ اٹھاؤں۔

اطہر صاحب اور ناصر[۱] سے آپ کا سلام کہہ دوں گا۔

والسلام
مخلص
محمد حسن عسکری

☆☆☆

کراچی ۱۴ فروری ۱۹۷۵ء

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے ۱۴ دسمبر کے خط کا جواب آج دے رہا ہوں۔ اس میں میرے تساہل کو دخل نہیں۔ ڈیڑھ روپیہ کا ایروگرام ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ دعا ہے کہ آپ مع خاندان خوش وخرم ہوں۔

جی ہاں، گانے تو اور بھی بہت سے ٹیپ کیے ہیں۔ مگر آپ کو کیسے بھیجوں؟ کوئی جانے والا ملے تو آسانی ہو۔

آپ کی کتاب کب شائع ہو رہی ہے؟

اور کیا مصروفیتیں ہیں؟ امید ہے کہ لکھنے لکھانے کا سلسلہ جاری ہوگا۔

اطہر صاحب کی طرف بہت دن سے جانا نہیں ہوا۔ آپ کا سلام پہنچا دیا تھا اور صدیق ارشد کو بھی۔ دونوں آپ کو سلام کہتے ہیں۔

ناصر بغدادی صاحب کی خیریت دوسروں سے معلوم ہو جاتی ہے۔

والسلام
مخلص
محمد حسن عسکری

☆☆☆

---

[۱] اطہر صدیقی رسالہ ''سات رنگ'' کے مدیر رہے جس میں عسکری صاحب کے بعض اہم مضامین شائع ہوئے۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۷۵ء

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یاد آوری کا شکریہ۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ آپ جواب دیر میں دیتے ہیں، مگر خط کا انتظار رہتا ہے اور آپ اکثر یاد آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش وخرم رکھے۔

ان شاء اللہ آپ کے لیے استاد بندو خاں کے گانے ٹیپ کرانے کا انتظام اب ہو جائے گا۔ کوئی آتا جاتا ہو تو پندرہ دن پہلے اطلاع دیجیے گا۔

خدا کرے آپ کی کتاب جلد شائع ہو جائے۔ پروف کے علاوہ اور کیا لکھ پڑھ رہے ہیں؟ آپ تو ماشاء اللہ کسی نہ کسی کام میں لگے ہی رہتے ہیں۔

احمد علی صاحب کی تقاریر اور ان کے تاثر کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔

فاروقی صاحب[1] نہیں آسکے۔ صدیق ارشد سے ڈیڑھ مہینے سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ان کی بیوی بیمار ہیں۔ اطہر صاحب بھی علیل رہے ہیں۔

دو تین مہینے سے میں مفتی محمد شفیع صاحب قبلہ کی تفسیر "معارف القرآن" کا ترجمہ اردو سے انگریزی میں کر رہا ہوں۔ افریقہ وغیرہ میں اور خود ہمارے یہاں بھی انگریزی کی تفسیر کی شدید ضرورت ہے اور مانگ بھی ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی معقول مترجم دست یاب ہو جائے مگر علما سے لوگ کنارہ کش ہیں۔ کوئی تیار نہیں ہوا۔ مجھ میں تو اس کام کی ذرا بھی صلاحیت نہیں لیکن گندم اگر بہم نرسد بھس غنیمت است کے اصول کے مطابق آخر کار یہ ذمے داری قبول کر لی۔ میری نااہلیت کی وجہ سے ترجمے کا کام بہت آہستہ ہو رہا ہے۔ ابھی سورہ بقرہ کی پہلی پانچ آیتیں ختم کی ہیں، لیکن تفسیر کی اتنی شدید ضرورت پیش آ رہی ہے کہ مفتی صاحب قبلہ کے رسالے "البلاغ" میں آٹھ صفحے ہر مہینے شائع ہونے لگے ہیں۔ پہلی دو قسطیں آ چکی ہیں جو آپ کو بھیج رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے دوست ہی میری غلطیاں اور خامیاں بتائیں اور اگر تفسیر میں کسی اضافے کی ضرورت ہے تو وہ بھی بتائیں (فی الحال طباعت کی بے شمار غلطیاں ہیں۔ مگر اب چھپائی کی درستی کا انتظام بھی کریں گے) میں نے بہت سے دوستوں کو پہلی قسط بھیجی، مگر سوائے تعریف کرنے کے کسی نے کوئی اصلاح نہیں کی نہ مشورہ دیا۔ البتہ ایک میرے چھوٹے بھائی نے دو چار جگہ زبان کی اصلاح

---

[1] افسانہ نگار اور ناقد ناصر بغدادی عسکری کے شاگردوں اور رفقا میں سے ہیں۔

کی۔اب آپ سے گزارش ہے کہ غور سے پڑھ کر مشورہ دیجیے۔ترجمے کے اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) انگریزی زبان ایک طرف تو دنیا میں پھیل رہی ہے اور دوسری طرف مر رہی ہے۔اس لیے زبان و بیان کی خوبیاں پیدا کرنے کے بجائے کوشش یہ رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اور کم پڑھے ہوئے لوگ بھی آسانی سے سمجھ سکیں۔دوسری طرف بیان کی وضاحت اور صحت بھی ہوتا کہ دینی معاملات میں اشتباہ کی گنجائش نہ رہے۔

(۲) انگریزی کے وہ الفاظ جو ہمارے کام کے ہیں اپنے معنی کھو چکے ہیں۔اس لیے انگریزی کے عام مذہبی محاورات سے بچ کر عام الفاظ میں بات کہی ہے۔اصلی چیز یہ ہے کہ خلط مبحث نہ ہونے پائے۔

(۳) پہلے خیال تھا کہ موجودہ زمانے کی ذہنی ضروریات کے لحاظ سے حاشیے بڑھائے جائیں۔لیکن میں نے دیکھا کہ جتنے سوال آجکل پیدا ہو سکتے ہیں ان کے جواب فی الاصل مفتی صاحب کی تفسیر میں موجود ہیں اور ایک آدھ اصطلاحی لفظ یا فقرہ بڑھانے سے کام چل سکتا ہے۔مثلاً Existentialism وغیرہ کو صراحتاً رد کرنے کی ضرورت نہیں‘ Absurd وغیرہ کا حوالہ دینا کافی ہے‘ جو لوگ واقف ہیں وہ خود سمجھ جائیں گے۔جو لوگ واقف نہیں انھیں بتانا بے کار ہے۔

(۴) بعض ایسی گمراہیاں اور غلطیاں ہیں جو زیادہ رواج پا چکی ہیں ان کے بارے میں تفصیلی نوٹ بھی دینے کا ارادہ ہے۔مثلاً آج کل سارے مذاہب کی کتابیں انگریزی میں ترجمہ ہو چکی ہیں جنھیں ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان پڑھ بھی رہے ہیں۔اس معاملے میں اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت تفصیل سے کر دی ہے۔

(۵) مفتی صاحب نے کلام اور تصوف کے مسائل چھوڑ دیے تھے‘ مگر آج کل نوجوانوں میں تصوف سے ملتی جلتی چیزوں کا زور ہے اور کج فہمی اور شدید ہے اس لیے مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر ''بیان القرآن'' میں سے مسائل السلوک اور کلام کے مسائل لے کر انھیں بھی شامل کر دیا ہے۔مثلاً مستشرقین کی بدولت آج کل ہمارے جدت پسندوں میں معتزلہ کا بھی اچھا خاصا شوق پیدا ہو گیا ہے اس لیے معتزلہ کا رد بھی خاص طور سے شامل ہو گا۔

---

۱ ہندوستان کے ادیب اور نقاد شمس الرحمٰن فاروقی

(۶) ایرانی avant garde ادیبوں کی تحریریں دیکھنے میں آئیں۔ ہر آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ ہر مسئلے میں ہمیں سب سے پہلے اسلام کا نقطۂ نظر معلوم ہونا چاہیے' مغرب کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یہ نیار جحان دیکھ کر خوشی ہوئی اور کام کرنے کی ہمت بندھی۔

(۷) جہاں تک قرآن شریف کے ترجمے کا تعلق ہے' پہلے تو میرا خیال تھا کہ مروجہ ترجموں میں سے کوئی اچھا ترجمہ شامل کر لیا جائے' لیکن دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بھی قابل اعتبار نہیں۔ یہ کام میری بساط سے بالکل باہر ہے۔ آخر یہ بتایا کہ انگریزی اور فرانسیسی کے چھ سات ترجمے سامنے رکھ کر مفتی صاحب کے صاحب زادے کی مدد سے (جو عالم دین بھی ہیں اور انگریزی بھی جانتے ہیں) مناسب الفاظ چنے جائیں تا کہ صحیح مطلب ادا ہو' چاہے انگریزی خوب صورت نہ ہو۔ مثلاً ''الرحمٰن الرحیم'' کے ترجمے میں ہم نے مروّجہ الفاظ ترک کر کے میثل والساں (شیخ مصطفیٰ عبدالعزیزؒ) کے فرانسیسی ترجمے سے الفاظ لیے ہیں The All Merciful, the Very Merciful تا کہ ''رحمت'' کے مادّے کی وضاحت ہو جائے اور دونوں لفظوں کا فرق بھی نمایاں ہو جائے۔

خیر اب آپ کے مشوروں کا انتظار رہے گا۔

ہاں یہ تو بتایئے کہ آپ کی یونیوسٹی وظیفے دیتی ہے یا نہیں؟ میرے بھانجے نے ابھی کیمسٹری میں M.Sc کیا ہے فرسٹ کلاس میں۔ اگر آپ کی یونیورسٹی میں وظیفوں کا سلسلہ ہو تو درخواست بھجوا دوں۔ یہ صورت ممکن ہو تو پتہ بھی لکھیے گا۔

یہ خط لکھا پڑا رہا۔ میرے ترجمے کی دوسری قسط نہیں مل رہی تھی۔ آج ملی ہے تو خط ڈاک میں ڈالتا ہوں۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

والسلام
مخلص
محمد حسن عسکری

۲۶ مئی ۱۹۷۵ء

برادرم میمن صاحب' السلام علیکم

آپ کے خط کا جواب بہت دیر میں دے رہا ہوں۔ معاف فرمایئے گا۔ نومبر سے پچھلے مہینے

تک ہمارے رشتے داروں میں پانچ موتیں ہوئیں جن میں میرے بھائی کی بیوی[1] اور ان کے ہم زلف بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ اس لیے نظام زندگی درہم برہم رہا۔

پھر آپ نے ٹیپ میں اُستاد اُمراؤ بندو خاں کے گانے بھروانے کی فرمائش کی تھی۔ میں اس فکر میں رہا کہ کوئی انتظام ہو جائے۔ ہمارے حلقے میں جو صاحب اس کام کے ماہر ہیں وہ بہت مصروف رہے ہیں اور ابھی مصروف رہیں گے۔ اس لیے فی الحال تو بندوبست نہیں ہو سکا۔ آپ کے جو ملاقاتی امریکہ جانے والے ہیں وہ تو غالباً جون میں واپس چلے جائیں گے۔ اس وقت تک کام نہیں ہو سکتا۔ ان شاء اللہ آئندہ میں آپ کے لیے ٹیپ تیار کرا دوں گا۔ یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ آپ جو ٹیپ لے گئے تھے وہ آپ کے کام آیا۔

عزیز احمد صاحب آئے تھے۔ ان سے سرسری ملاقات ہوئی۔ اندازہ ہوا کہ وہ تو مغربی افکار کی خاصی خدمت کر رہے ہیں۔

شاید فاروقی صاحب جون میں کراچی آئیں گے۔

اب تو آپ اپنی یونیورسٹی واپس جانے والے ہوں گے۔ اپنا پتا ضرور لکھیئے گا۔ پاکستان کا رخ کب ہوگا۔

جواب تو میں ضرور دیر میں دے رہا ہوں، مگر آپ کو اکثر یاد کرتا ہوں۔

صدیق ارشد کو آپ کا سلام پہنچا دیا تھا۔ ان کا پتہ یہ ہے۔

Siddique Arshad,

Personnel Advisor Esso Pakistan Fertilizer Co., NSC Building, Moulvi Tamizuddin Khan Road, Karachi.

دعا ہے کہ آپ خوش و خرم ہوں۔

آپ کی کتاب کس منزل میں پہنچی؟

میرے ایک دوست ہیں جو باہر کے ناشرین سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی کتابوں کی چھپائی کا انتظام پاکستان میں کر دیں۔ اگر امریکہ کا کوئی ناشر ایسا کام کرنا چاہتا ہو تو مجھے بتا دیجیے گا۔

والسلام۔آپ کے خط کا انتظار رہے گا۔

مخلص

محمد حسن عسکری

کراچی ۲۷دسمبر ۱۹۷۵ء

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

امید ہے کہ آپ سب خوش وخرم ہوں گے۔

دو تین مہینے ہوئے میں نے آپ کو خط بھیجا تھا۔ میں مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر کا انگریزی میں ترجمہ کر رہا ہوں۔ اس کی بھی پہلی دو قسطیں بھیجی تھیں اور آپ سے مشورہ طلب کیا تھا۔ آپ کی طرف سے جواب نہیں آیا۔ مصروفیت رہی ہوگی۔ یا ممکن ہے خط ہی نہ ملا ہو۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں بخیریت ہوں' اور آجکل تو یہی ترجمے کا کام کر رہا ہوں۔

آپ کیا لکھ رہے ہیں؟ آپ کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ شائع ہو گیا؟ یا ابھی تک پروف دیکھ رہے ہیں؟

فاروقی صاحب نے لکھا تھا کہ شاید آجائیں' مگر نہ آسکے۔

آپ کے یہاں تو برف باری ہو رہی ہوگی۔ کراچی میں تو ابھی تک سردی کا نام نہیں۔

فرصت ملے تو چند جملے لکھ دیجئے۔

ناصر[1] کے متعلق کوئی اطلاع نہیں۔ غالباً اپنے مقالے کے کام میں منہمک ہوں گے۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اب امریکہ میں ہیں یا کینیڈا میں۔ پرسوں استاد بندو خاں مرحوم کی برسی منائی گئی۔ تقریباً ساری رات محفل چلتی رہی۔

'قومی زبان' نومبر ۱۸۸۹ء

والسلام مخلص۔محمد حسن عسکری

سلیم احمد کے نام

۴۷/این سمن آباد لاہور ۴

۳۱ جولائی ۶۷ء

سلیم خاں! السلام علیکم

ابھی تمہارا خط ملا۔ خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ تم لوگوں کی طرف سے پریشانی تھی'

[1] چھوٹے بھائی محمد حسن ثالث کا ذکر ہے۔

تمہیں خط اس لئے نہیں لکھا تھا کہ اندیشہ تھا خط پہنچ بھی رہے ہیں یا نہیں۔ بہر حال اب خیریت معلوم ہو گئی۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہاری طبیعت بھی ٹھیک ہے' آپا سے سلام کہنا بچی کو دعاء۔ اور سب ملنے والوں سے سلام کہنا۔

میں خدا کے فضل سے ٹھیک ہوں۔ مگر انجکشنوں کی کمزوری ابھی تک باقی ہے۔ نماز گھر ہی پڑھتا ہوں۔ ابھی کوئی لکھنے پڑھنے کا کام بھی نہیں کر سکا۔ اسی لئے میں انجکشن لگوانے سے ڈر رہا تھا۔

نیا دور۔ مارچ ۱۹۸۵ والسلام۔ مخلص عسکری

شمیم احمد کے نام

۳ جولائی ۶۷ء

برادرم شمیم احمد' السلام علیکم

بھائی' تم نے بڑی محنت سے یہ چیزیں دریافت کی ہیں۔ بہت بہت شکریہ۔ لاہور میں سنسکرت وغیرہ کی بے شمار کتابیں ہیں' مگر سنسکرت پڑھنے والا ایک نہیں۔ پھر یہ کتابیں لائبریری میں رکھی بھی ایسی جگہ ہیں جہاں پنکھا نہیں۔ اس لئے وہاں بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ یوں تو میں نے سنسکرت کا قاعدہ بھی فراہم کر لیا ہے تاکہ خود ہی کچھ ڈھونڈ سکوں۔ اب کراچی واپس آ کر کسی سے تھوڑی سی سنسکرت پڑھوں گا۔

یار ''نیا دور'' کے لئے کیا لکھوں۔ کوئی مضمون ہی نہیں سوجھتا۔ اور اب میں اردو بھول گیا۔ لکھی نہیں جاتی۔ اس خط سے ہی تمہیں اندازہ ہو جائے گا' علاوہ ازیں امتحان کی کاپیاں سر پر سوار ہیں۔ اگست کا پورا مہینہ وہ کھا جائیں گی' اور پھر میں کراچی آ جاؤں گا۔ خیر' اس ضمن میں تو کراچی پہنچ کر دیکھا جائے گا۔

یہاں میں نے ہندوؤں کے بارے میں دو ایک عجیب و غریب باتیں دریافت کی ہیں۔ ایسی کہ پچھلے دو سو سال کی ہندوستان کی تاریخ از سر نو لکھنے کی ضرورت ہے

وام مارگی کو اردو میں نہ معلوم دام مارگی کیوں لکھتے ہیں؟ ایک کتاب ہے ''دام مارگ کا کچا چٹھا'' اس کا نام تو یہاں لائبریری میں درج ہے' مگر کتاب غائب ہے۔ خیال ہوتا ہے کہ ''وید مارگ'' نامی کتاب کا کچھ انھیں سے تعلق ہے۔

Asgaard کا حال تو مجھے پہلے سے معلوم ہے۔ میں نے تم سے ذکر بھی کیا تھا۔ Ramatsaria فرانسیسی ہی میں لکھا ہوا' دیوناگری لفظ معلوم نہیں۔ چلو' رامیشور ہی کے بارے

میں دیکھو کہ اس نے کیا کتابیں لکھی ہیں' کب گزرا ہے وغیرہ۔

''تحقیقات طلسم بکاؤلی'' تم نے خوب ڈھونڈی۔ اسے کراچی آ کر ہی دیکھوں گا۔ نقل کہاں تک کرو گے۔ یہ کتاب کون سے سنہ میں لکھی گئی ہے؟

رامائن کا حوالہ بھی تم نے بہت عمدہ نکالا ہے۔ مگر اس کا سنہ کونسا ہے؟ پھر یہ بھی معلوم کرو کہ اردو کی یہ رامائن سنسکرت یا ہندی کی کون سی رامائن سے اخذ کی گئی ہے۔

اس میں رشی کا نام تین طرح لکھا ہے۔ اگست' اگشٹ' اگستیہ۔ خدا جانے ہندی میں کیا ہے۔

یہاں مجھے سنسکرت کی ایک کتاب ملی ہے، جو جرمنی میں چھپی ہے۔ تین جلدوں میں ہے۔ مگر نہ تو ترجمہ ہے' نہ مقدمے میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ کتاب کس نوعیت کی ہے۔ یہاں کوئی سنسکرت جاننے والا نہیں جس سے پڑھواتا۔ مگر اس میں ''اگستیہ'' بھی موجود ہے اور ''اگرتا'' بھی۔ کتاب کا انڈکس لاطینی حروف میں ہے۔ اس کی مدد سے میں نے متعلقہ صفحے نکال کر فوٹو گراف کرا لئے ہیں۔ کراچی آ کر تمہیں دوں گا۔ کسی سے پڑھوانا۔

انڈکس میں ایک تو لفظ Agastaya ہے اس کے ساتھ Agastyasya ہے۔ یہ تمہارے اگست رشی کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔ پھر لفظ Agartamitam جسے دوسری جگہ Gartamit لکھا ہے۔ میں نے پانچ چھ دن ان صفحوں پر ضائع کئے۔ مگر سنسکرت میں لفظ کہیں نظر نہیں آیا۔ آخر چار پانچ لفظوں کے درمیان چھپا ہوا ملا۔ اس طرح Mitamevak Minotya- garta, ذرا اس عبارت کو کسی سے پڑھوا کر ترجمہ تو کراؤ۔

کتاب کا نام ہے ''کاٹھ کم'' (ہندی) اس کے بعد جرمن زبان میں پورا نام یوں دیا ہے:

Kathakam

Die Samhita der Katha- Cakha

ذرا یہ بھی معلوم کرو کہ یہ ''کاٹھ کم'' کیا کتاب ہے؟ اور یہ ''سم ہتا'' یا ''سنٹر ہتا'' اور ''کاٹھ چاکھا'' کیا ہے؟ ویسے یہاں سنسکرت کی ایک کتاب Samhita کے نام سے بھی موجود ہے۔

ذرا یہ بھی معلوم کرنا کہ Garta اور Mit کے کیا معنی ہیں؟

تمہیں تکلیف تو ہو گی۔ تمہارا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔

امید ہے کہ تم سب لوگ بخیریت ہو گے۔

والسلام۔ مخلص عسکری

(۱۱)

شمیم صاحب! السلام علیکم

کتاب ملی۔ شکریہ۔

یار! وہ ایک لفظ Adgigarta تو دیوی سہائے کی کتاب میں موجود ہے۔ بشکل ''اجی گرت'' اگر اس شخص کا کچھ اور حال کسی اور کتاب میں مل جائے تو اچھا ہے۔ رامائن میں اسی شخص کا نام ''رچیک'' (ہندی) ہے۔ ذرا اسے بھی دیکھنا کسی اور کتاب میں۔

ایک اور لفظ ہے ''چیتر ارتھ'' دیوی سہائے کی کتاب میں صفحہ ۲۲۷ پر اس کا ذکر ہے۔ یہ ایک باغ ہے۔ اس کا حال کہیں اور ملے گا؟

ذرا ''آدی پُرش'' بھی دیکھنا۔

جلدی میں خط لکھا ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

کتاب پڑھ لوں تو خود آؤں گا۔

سلیم سے سلام کہنا۔

عسکری

نیا دور۔ مارچ ۱۹۸۵ء

☆☆☆

مدیر الحق کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۵۴۔ کے/۲ کشمیر روڈ

پی ای سی ایچ سوسائٹی۔ کراچی ۲۹

۱۳ مئی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چند مہینے ہوئے آپ نے کراچی میں غریب خانے پر تشریف لاکر میری عزت افزائی فرمائی تھی۔ میں نے عرض کیا تھا کہ میں "الحق" کا باقاعدہ خریدار ہوں، لیکن ڈاک کا معاملہ گڑبڑ رہتا ہے اس لئے ایک اور صاحب کے پتے پر منگاتا ہوں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ وہ صاحب اپنے معاملات میں اتنے مصروف ہیں کہ دو دو مہینے ملاقات نہیں ہوتی اور مجھے "الحق" کا شدید انتظار رہتا ہے۔ خصوصاً آپکا اداریہ پڑھنے کا۔ اگر آپ اپنے دفتر میں پتہ تبدیل کرادیں تو عین نوازش ہوگی۔ خریداری نمبر ۱۶۳۸ ہے، اور پرچہ مسعود وہاب صاحب کے پتے پر آتا ہے۔ اُس کے بجائے میرا مندرجہ بالا پتہ لکھ دیا جائے تو مجھے آسانی ہوگی۔ شکریہ۔

علاوہ ازیں، اپریل اور مئی کے پرچے میرے ہی پتے پر روانہ فرمادیجئے، ان دو پرچوں کی قیمت میں منی آرڈر سے بھیج دوں گا۔ غالباً ستمبر یا اکتوبر میں چندہ ختم ہوگا۔ آئندہ وی پی میرے ذاتی پتے پر ہی بھیجا جائے۔

دعا ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو۔

والسلام

نیازمند

محمد حسن عسکری

☆☆☆

۵۴۔ کے/۲ کشمیر روڈ

پی ای سی ایچ سوسائٹی۔ کراچی ۲۹

محترمی و مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ آج ہی ملا۔ نوازش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے جن الفاظ سے مجھے یاد فرمایا ہے میں ان کے لائق نہیں۔ میں تو دینی علوم کی ابجد بھی نہیں جانتا۔ بہر حال آپ کا خط بھی آئے تو میرے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک عنایت ہے۔ ''الحق'' جب سے شروع ہوا ہے دیکھتا رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کی مدافعت کا کام جیسا الحق اور بینات نے سرانجام دیا ہے' اس کے برابر کوئی اور رسالہ نہیں پہنچ سکا۔ اپنے اداریوں میں آپ نے ہمیشہ حق کی بات بے خوف کہی ہے اور انصاف اور اعتدال کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ پچھلے چند مہینوں کے اداریے خاص طور سے پسند آئے اور سوئیکارنو مرحوم کے بارے میں تو آپ نے دینی حمیت اور دیانت داری کا حق ادا کر دیا۔ کاش کہ یہ خبر بھی آپ کی نظر سے گزری ہوتی اور اپنے اداریے میں اس کا بھی ذکر آپ کر سکتے۔ ابھی سات آٹھ مہینے کی بات ہے کہ سوئیکارنو کی بیٹی کی شادی ہوئی تھی تو انہوں نے اپنے داماد سے کہا تھا ''بیٹے' ایک بات نہ بھولنا۔ والعصر ...... الخ'' لیکن اردو اخباروں نے جان بوجھ کر اس خبر کو دبا دیا۔

آپ کے رسالے کی جو خدمت بھی میں کر سکوں میرے لئے سعادت دارین کا باعث ہوگا۔ آپ کو کوئی مشورہ دینا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ لیکن یہ عرض کروں گا کہ رسالے میں ایسے مضامین بھی شامل کیجئے کہ انگریزی تعلیم یافتہ لوگ بھی متوجہ ہوں۔ اس کے لئے کسی کاوش کی بھی ضرورت نہیں' آپ نہایت آسانی سے اس کا انتظام کر سکتے ہیں بشرطیکہ آپ کو علم ہو کہ جن لوگوں نے اچھی مغربی تعلیم پائی ہے وہ کیا پڑھنا چاہتے ہیں۔ گستاخی معاف' آج کل ہمارے بہت سے علماء کا بھی یہ حال ہوتا جا رہا ہے کہ انہیں اپنے ہی علوم حقیر معلوم ہونے لگے ہیں' دوسری طرف بہت سے ''جدید'' لوگوں' بلکہ فاسق و فاجر لوگوں کو یہ شوق ہے کہ علماء کو بھی دیکھنا چاہئے کہ یہ کیا کہتے ہیں۔ مگر علماء؟

میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

مثلاً آپ کے دارالعلوم میں جو فلسفہ پڑھایا جاتا ہے وہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ہم لوگ صحیح طور پر واقف ہونا چاہتے ہیں۔ مگر علماء کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ پرانا فلسفہ پڑھانے

کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو از کار رفتہ ہو چکا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ آج کل یورپ میں ابن سینا، شہاب الدین سہروردی مقتول اور ملا صدرا کی کتابیں ترجمہ ہو رہی ہیں۔ اور جس طرح سر سیّد اور حالی انگریزی شاعری پڑھے بغیر ملٹن کا نام لے کر فخر محسوس کرتے تھے اسی طرح آجکل یورپ کے مصنف ابن سینا اور شہاب الدین مقتول کے نام کی گردان کر رہے ہیں۔ اس کا اثر ہمارے یہاں اتنا شدید ہو رہا ہے کہ ''پاکستان ٹائمز'' میں حضرات بار بار لکھ چکے ہیں کہ اصلی اسلام فقہا کے یہاں نہیں' ابن سینا اور شہاب الدین مقتول کے یہاں ہے۔ اس لئے جی چاہتا تھا کہ ہمارے علماء بھی ان موضوعات پر کچھ لکھیں۔ میں نے ایک صاحب سے درخواست بھی کی' مگر انہوں نے مجھے گمراہ نہیں تو احمق ضرور سمجھا۔ اور اب تو معاملہ اور بھی نازک ہو چکا ہے کہ ہمارے بہت سے علماء مغربی علوم کا ماہر مودودی کو سمجھتے ہیں۔

ان حالات میں اس بات کا امکان اور بھی کم ہو گیا ہے کہ جو لوگ مغربیت میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ دینی رسالے پڑھیں۔ بہر حال اگر آپ توجہ فرمائیں اور مسلمان فلسفیوں پر یا فلسفیانہ مباحث پر مضامین شائع کر سکیں تو ہو سکتا ہے کہ مجھ جیسے بے علم لوگ جلد یا بدیر آپ کا رسالہ ڈھونڈتے پھریں۔ اگر آپ زمانے کے بدلتے ہوئے رجحانات کا لحاظ رکھیں تو دین کی خدمت بھی بہتر طریقے سے ہو سکے گی۔ اب تک تو یہی مشہور تھا کہ سائنس نے فلسفے کو ختم کر کے رکھ دیا۔ لیکن پچھلے تین سال سے فلسفہ پھر زور پکڑتا جا رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس دوران میں طالب علموں کے جو ہنگامے یورپ اور امریکہ میں ہوئے ہیں ان کے پیچھے بھی نئے فلسفے تھے۔ اگر آپ صرف اتنی بات نظر میں رکھ لیں کہ ان فلسفوں کے مرکزی مباحث کیا ہیں اور ان پر اسلامی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالیں تو آپ دین کی بات ایسے حلقوں تک بھی پہنچا سکتے ہیں جو فی الحال دین سے بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ آپ کے لئے آسانی یہ ہے کہ سنا ہے سرحد کے علماء کو منطق اور فلسفہ سے خاص شغف ہے۔

علاوہ ازیں ایک بزرگ کا تعارف بھی آپ سے منظور ہے۔ ۱۹۳۰ء کے قریب حضرت مولانا اشرف علیؒ نے فرمایا تھا کہ میری آنکھیں تو یہ دیکھ رہی ہیں کہ اب اسلام کی حفاظت کرنے والے یورپ سے اٹھیں گے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ فرانس میں ایک عظیم مسلمان مفکر نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ یہ صاحب ''رینے گینوں'' ہیں جن کا اسلامی نام عبدالواحد یحییٰ ہے۔ ۱۹۳۰ء میں مصر چلے گئے تھے اور وہیں کی شہریت اختیار کر لی تھی۔ ۱۹۵۲ء میں وفات ہوئی۔ عربی میں ان

کے بارے میں ایک چھوٹی سی کتاب الازہر کے صدر شعبہ دینیات ڈاکٹر محمود نے لکھی ہے۔
''الفیلسوف المسلم۔ رینے جینون او عبدالواحد یحیٰی ''ان کی کوئی پچیس کتابیں فرانسیسی میں ہیں، مگر مسلمانوں نے اب تک اُن سے استفادہ نہیں کیا۔ حالانکہ فرانس کے بعض باشعور لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغرب نے پچھلے چھ سو سال سے اتنا بڑا مفکر پیدا نہیں کیا۔ اپنی کتابوں میں انہوں نے سینکڑوں ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جو مغرب کے لوگ اور مغرب زدہ مشرقی لوگ ادیان کے بارے میں کرتے ہیں۔ میں نے ان کتابوں کی مدد سے کوئی دو سو گمراہیوں کی فہرست مرتب کی تھی جو ہمارے یہاں بھی رائج ہو چکی ہیں اور جنہیں دور کئے بغیر انگریزی تعلیم پانے والوں کو دین کی باتیں نہیں سمجھائی جاسکتیں۔ یہ فہرست میں نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی خدمت میں پیش کی تھی۔ خیال یہ تھا کہ مولوی تقی صاحب اس فہرست کو سامنے رکھ کر اپنے طالب علموں کو ایک خاص قسم کا کورس الگ سے پڑھائیں۔ اس سلسلے میں ایک اور ''یادداشت'' شیخ عبدالواحد یحیٰی کی کتابوں کی مدد سے میں نے مرتب کی تھی جس میں یونانی فلسفے سے لیکر آج تک کے مغربی فلسفوں کی بنیادی خامیاں جمع کی گئی تھیں۔ کسی وجہ سے یہ کورس چل نہ سکا۔ یا ممکن ہے میں نے جو کچھ لکھا تھا وہی سرے سے غلط ہو۔ بہر حال میں نے دونوں چیزیں واپس منگالی تھیں۔

بفرض محال آپ کو دلچسپی ہو تو نقل کرا کے آپ کو بھیج دوں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ اگر انہیں آپ کے یہاں استعمال کیا جائے تو آہستہ آہستہ اور بھی مواد جمع ہو سکتا ہے، اور آپ کے طلباء کو مغربیت زدہ لوگوں سے بحث و تمحیص میں مدد مل سکتی ہے۔ خط طویل ہو گیا ہے، معافی کا خواستگار ہوں۔

دعا ہے کہ آپ بخیریت ہوں، اور دین کی خدمت اسی ثابت قدمی سے کرتے رہیں۔

چونکہ چھٹیاں ہو گئی ہیں، اس لئے ۲۰ اگست تک ہی میں یہاں ہوں۔ پھر لاہور چلا جاؤں گا۔

والسلام

نیازمند۔ محمد حسن عسکری

☆☆☆

ڈاکٹر حمید اللہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

54-K/2 کشمیر روڈ' پی ای سی ایچ سوسائٹی' کراچی ۲۹

۲۴ رجب ۱۳۸۴ھ

جناب محترم' السلام علیکم

عالی نامہ آج نظر افروز ہوا۔ آپ نے جس شفقت سے میری ہمت افزائی فرمائی ہے اُسے میں اپنی نیک بختی سمجھتا ہوں۔ ورنہ میں کہاں اور علمی شغف کہاں۔ خصوصاً اسلامی علوم کے ضمن میں تو میں طفل مکتب بھی نہیں ہوں۔ اگر حضرت ابن عربی کے متعلق میرے قلم سے چند سطریں درست نکل گئیں تو اُس میں میرا کوئی کمال نہیں' صرف مسلمان ہونے کا فضل ہے اور بزرگوں کا فیض ہے۔

میرے مضمون کے ساتھ ہی Jean Wahl نے جو اعتراضات کیے تھے وہ تو میں نے دیکھے ہیں' اسکے بعد اگلے شمارے میں Henry Corbin نے جو لکھا تھا وہ بھی دیکھا۔ اس کے علاوہ اور مجھے معلوم نہیں کہ کیا لکھا گیا۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو جو چیزیں میرے مضمون کے متعلق لکھی گئی ہیں اُن کے تراشے مجھے بھجوادیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔

میرے خیال میں تو میرے مضمون کا فرانسیسی ترجمہ نہایت عمدہ تھا۔ اگر کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی تو شاید اس لیے کہ میں نے مضمون اپنے جیسے مغرب زدہ لوگوں کے لیے لکھا تھا۔ تو میرے ذہن میں بھی نہیں تھا کہ اس کا ترجمہ فرانسیسی میں ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ Wahl اور Corbin نے بات کو سیاست میں لا ڈالا۔ میرا مقصد مغرب پر حملہ کرنا نہیں تھا۔ میں اصلی مضمون بھیج رہا ہوں۔ آپ خود ملاحظہ کرلیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا مضمون بھیج رہا ہوں جو اس سے دو مہینے پہلے لکھا تھا۔ میری تو ساری عمر ہی مغربی ادب ہی کی خدمت میں گزری ہے' خصوصاً فرانسیسی ادب پڑھنے اور سمجھنے میں۔ چالیس سال کی عمر میں جا کے پتہ چلا کہ اگر میں نے اسلام کو نہ سمجھا تو مغربی ادب کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ یہ مضمون اسی سلسلے میں لکھے گئے ہیں۔

یہ معلوم ہو کر دلی خوشی ہوئی کہ فرانسیسی مسلمانوں نے میرے مضمون کو قدر کی نظر سے دیکھا۔

یہ میرے لیئے سعادت کی بات ہے۔ ان صاحبان کو میرا اسلام مسنون پہنچایئے۔ میں نے بعض فرانسیسی مسلمانوں کے مضامین پڑھے ہیں۔ جو دینی بصیرت اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمائی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے اور ان پر اللہ کی رحمت ہے۔ انھوں نے میرے مضمون کو پسند کیا تو مجھے دو وجہ سے خوشی ہوئی۔ ایک تو یہ کہ وہ میرے دینی بھائی ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ میں نے جو کچھ سیکھا ہے فرانس سے سیکھا ہے۔ اُردو شاعری بھی میں نے اُس وقت سمجھی ہے کہ جب فرانسیسی شاعری پڑھی ہے۔ اسلام اور تصوف کو اُس وقت سے سمجھا ہے کہ جب رینے گینوں کی کتابیں پڑھی ہیں۔ فرانس تو مغرب کا دل اور دماغ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت فرانس پر ہوئی ہے کہ رینے گینوں جیسے بزرگ وہاں پیدا ہوئے۔ ان حضرات کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے ہی میں اپنا دوسرا مضمون آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔ یورپ کے خلاف کوئی تحریک چلانے کے بجائے میں تو یہ کوشش کر رہا ہوں کہ یورپ کے ادب اور خصوصاً ازمنہ وسطیٰ کے ادب کو صحیح طور سے سمجھا جائے اور میرا یقین ہے کہ یورپ کے ادب کو صرف اسلام اور تصوف کے مطالعے کے بعد ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ ان فرانسیسی مسلمان بھائیوں سے میرا نقطۂ نظر بیان کر دیں۔

ایک بات اور عرض کر دوں۔ میں نے رینے گینوں کے متعلق ایک آدھ مضمون لکھا تھا جس سے پاکستان کے لوگوں کو فرانسیسی مسلمانوں کے متعلق خاصی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ اگر آپ وقت نکال سکیں تو اس موضوع پر ایک مضمون تحریر فرما دیں۔ یا کوئی فرانسیسی صاحب فرانسیسی ہی میں لکھ دیں، میں ترجمہ کر دوں گا۔ بلکہ پاکستان والوں اور فرانسیسی مسلمانوں کے درمیان کوئی مستقل رابطے کی شکل نکل آئے تو اور اچھا ہے۔ آپ کی نوازش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اُمید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ اگر جواب سے جلد سرفراز فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

۲۰ دسمبر سے بیس دن کی چھٹیاں ہو جائیں گی اور میں کراچی سے باہر چلا جاؤں گا۔ والسلام

نیاز مند

محمد حسن عسکری

☆☆☆

نذیر صدیقی کے نام

۶ مئی ۱۹۵۸ء

مکرمی، آداب

چھٹیوں میں لاہور آیا ہوا ہوں۔ آپ کا عنایت نامہ کراچی سے ہوتا ہوا یہاں پہنچا۔ شکریہ۔
میں اپنی کوئی کتاب اپنے پاس نہیں رکھتا۔ چنانچہ 'جزیرے' بھی نہیں ہے ورنہ ضرور بھیج دیتا۔
نہایت افسوس ہے۔ 'ماہ نو' میں جو مضامین شائع ہوئے تھے ان کا مجموعہ یہاں مکتبہ جدید سے شائع ہو رہا ہے۔ پانچ چھ مہینے میں آ جائے گا۔

آپ کا مضمون[1] بھی ملا۔ شکریہ۔ آپ نے مضمون بڑی معقولیت سے لکھا ہے۔ خصوصاً مارکسیت کے متعلق جو رویہ میری تحریروں میں ملتا ہے وہ آپ نے نہایت خوبی سے واضح کیا ہے۔ بلکہ مجھے تو خود یاد نہیں رہا تھا کہ میں کیا لکھتا رہا ہوں۔ آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا۔

مخلص۔ محمد حسن عسکری

کراچی ۱۳ اگست ۱۹۵۸ء

مکرمی، آداب

معاف فرمایئے گا، جواب دیر میں دے رہا ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ ضروری باتیں معلوم ہو جائیں تو لکھوں۔

[2] ممتاز صاحب کے یونیورسٹی میں جانے کی فی الحال کوئی توقع نہیں۔ اس لئے ہمارے کالج میں بھی جگہ خالی نہیں ہو رہی۔

بہر حال اخبار کے اشتہارات پر نظر رکھیئے۔ ممکن ہے تین چار مہینے بعد کوئی موقع پیدا ہو۔ اردو کے سلسلے میں مشکل یہ ہے کہ مقامی طور پر ہی لوگ مل جاتے ہیں اور ان کا تقرر فوراً ہو جاتا ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

نیاز مند۔ محمد حسن عسکری

(کتاب "نامے جو میرے نام آئے" نذیر صدیقی)

---

[1] یہ مضمون خود حسن عسکری کے بارے میں تھا جو بعد میں میری کتاب 'میرے خیال میں' کا جزو بنا۔ (نذیر صدیقی)

[2] اشارہ ہے پروفیسر ممتاز حسین کی طرف۔ ن۔ ص

ایم۔ ایم۔ قریشی کے نام

۸ جون ۷۷ء

مکرمی قریشی صاحب' السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ بیگم صاحبہ کی علالت کی خبر سے رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں اور آپ کو شفائے کامل عطا فرمائے۔ آمین۔ ہر نماز کے بعد آپ کی صحت کی دعا کرتا ہوں۔

مکان کے سلسلے میں آپ کی پریشانی جاری رہی۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے' اور آپ کو اطمینان نصیب فرمائے۔ آمین۔

آپ کا خط ۲ جون کو ملا تھا۔ میں فوراً جواب دینا چاہتا تھا' مگر والدہ صاحبہ کی طبیعت ہفتے بھر خراب رہی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تو بہتر ہیں۔

آپ نے اپنی تکلیف کے باوجود نئی غزل نقل کر کے بھیجی' اس یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پوری غزل مرصع ہے۔ میں تو یہی دُعا مانگتا رہتا ہوں کہ آپ کو مختلف پریشانیوں سے نجات حاصل ہو تو آپ کی شاعری پھر شروع ہو۔

یوں تو آجکل ڈیڑھ مہینے کی چھٹی ہے' لیکن گرمی بھی خوب پڑ رہی ہے۔ اس لیئے پنڈی اور لاہور آنے کی ہمت نہیں پڑ رہی۔ اب شاید نومبر یا دسمبر میں ایک یا ڈیڑھ مہینے کی چھٹی ہوگی۔ ان شاء اللہ حاضر ہوں گا۔

بیگم صاحبہ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کیجئے گا۔ بچوں کو دُعائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش وخرم رکھے۔

والسلام

مخلص۔ محمد حسن عسکری

۷۸۶

۱۵ اپریل ۷۷ء

مکرمی قریشی صاحب' السلام علیکم

کل شام آپ کے صاحب زادے کا خط ملا۔ یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ آپ کی کمر میں

ضرب آ گئی۔ تفصیلات معلوم نہیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو جلد شفائے کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

اس خط کا جواب جلد لکھوا دیجئے گا۔ تشویش رہیگی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ اب آپ اسپتال سے گھر آ گئے ہونگے۔

بیگم صاحبہ کی خدمت میں آداب، بچوں کو دُعائیں، آپ کے لیئے ہر وقت دعا کرتا ہوں۔

جواب کا انتظار رہیگا۔

والسلام
مخلص
محمد حسن عسکری

۷۸۶

کراچی
۱۱ اکتوبر ۷۷ء

مکرمی قریشی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا تو خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے روز دعا مانگتا ہوں کہ آپ کی پریشانیاں دُور ہوں۔ آمین۔

آپ کی غزل نے مزا دیا۔ خصوصاً "تحت الشعور" کا قافیہ آپ نے خوب استعمال کیا ہے، میں تو دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شعر گوئی میں بھی برکت دے۔

ہم سب خدا کے فضل سے بخیریت ہیں۔ میرا بھانجا تعلیم کے لیئے پیرس چلا گیا ہے۔ اس لیئے ذرا گھر سُونا معلوم ہوتا ہے۔

بیگم صاحبہ کی خدمت میں آداب عرض کیجئے گا اور بچوں کو دعاء۔

ہر نماز کے بعد دُعا میں تو آپ کو یاد کر ہی لیتا ہوں، اللہ تعالیٰ ملاقات بھی کرائیگا۔

والسلام
مخلص۔ عسکری

سعید محمود کے نام

۷۸۶

۲۷۹ پیر الٰہی بخش کالونی، کراچی ۵

یکم جنوری ۵۷ء

سعید صاحب،

جناب، آپ نے وعدہ کیا تھا کہ دسمبر کی چھٹیوں میں آئیں گے۔ انتظار کے بارے میں تو یقین تھا کہ وہ نہیں آئیں گے، لیکن خیال تھا کہ شاید آپ آجائیں، خیر اب تو لاہور میں ہی ملاقات ہو سکے گی۔ اپریل میں آپ کی پندرہ دن کی چھٹیاں ہونگی۔ آپ اپریل میں آجائیے۔ میں تو مئی سے پہلے لاہور نہیں آسکوں گا، کیونکہ میرے دونوں بھائیوں کے امتحان ہیں، اور انھوں نے میرا لاہور میں داخلہ بند کر دیا ہے۔

اور آپ کیسے چل رہے ہیں؟ آپ نے ادھر کیا لکھا؟ یا صرف پڑھ رہے ہیں؟

ٹرنک کال کرنے کے بجائے خط لکھیئے گا۔

نیا سال مبارک۔

مخلص۔ محمد حسن عسکری

۷۸۶

۲۷۹ پیر الٰہی بخش کالونی، کراچی ۵

۵ جولائی

سعید صاحب،

میری بہن نے چلنے پر اتنا اصرار کیا کہ پھر لاہور سے رخصت ہی ہونا پڑ گیا۔ کالج ۱۶ کو کھلے گا۔ پڑے بور ہو رہے ہیں۔

میں نے Macbeth پڑھ کر نوٹس بنا لیئے ہیں۔ اب مضمون لکھنا ہے۔ ویسے میں نے آتے ہی لکھنا شروع کر دیا ہے۔ پہلے تو ایک ریویو انگریزی میں لکھا ہے، دو ایک اور لکھوں گا۔ پھر Macbeth والا مضمون ہے، روز ایک چیز لکھنے کا پروگرام بنایا ہے۔

''خیال'' کے لیئے اک افسانہ بھیج رہا ہوں۔ اگر ٹھیک ہو تو چھاپ لیجئے۔ عنوان بدل کر جو چاہے رکھ دیجئے گا۔ آپ کیا کر رہے ہیں؟

کراچی آنے کا ارادہ کیسا ہے؟ لاہور بہت یاد آرہا ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ بیڈمنٹن کا پروگرام نہ ہوا۔

انتظار سے سلام کہیئے گا۔

اجمل صاحب سے ملاقات ہوئی؟

مخلص

عسکری

۷۸۶

۵۴۔ کے/۲ کشمیر روڈ' پی ای سی ایچ سوسائٹی' کراچی ۲۹

۱۷ فروری ۶۹ء

سعید صاحب' السلام علیکم ورحمۃ اللہ

دعا ہے کہ آپ سب حضرات بخیر و عافیت ہوں۔ آپ کو یاد کرتا رہتا ہوں۔

آپ نے ''اسلام اور عقلیات'' کی دو جلدیں مجھے عنایت فرمائی تھیں۔ آپ کے خلوص کا ثمرہ ہے کہ خدا کے فضل سے میں نے ''انتباہات'' کا انگریزی میں ترجمہ تقریباً ختم کر لیا۔ اپنی طرف سے تو میں نے پورا ہی کر لیا تھا۔ لیکن کرار صاحب نظر ثانی کر رہے ہیں' اُن کے پاس پرانا نسخہ ہے۔ اُسے دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کے شائع کردہ نسخے میں آخری جلد آٹھویں انتباہ پر ختم ہو گئی ہے' اور اصل میں سولہ انتباہات ہیں۔ گویا آدھے انتباہات کم ہیں۔ اگر آپ نے کوئی تیسری جلد بھی چھاپی ہو تو مہربانی فرما کر فوراً اسے پیشتر بھیجئے۔ شکریہ۔ اگر نہ چھاپی ہو تو آئندہ کے لیے خیال رکھیئے گا کہ نئی اشاعت میں یہ کمی پوری کر دی جائے۔ دو ایک غلطیاں اور بتا دوں۔

جلد اوّل ص ۵۱ پہلی سطر۔ ''نظریہ'' نہیں ''نظر یہ'' ہے۔

'' ص ۲۱۵ تیسری سطر'' سکون ظاہر ہو گیا'' نہیں'' سکون زائل ہو گیا'' ہے۔

'' ص ۱۲۳۔ آپ کے نسخے میں حضرت مولاناؒ کے متن کے ''اصول موضوعہ'' یہاں ختم ہو جاتے ہیں' اور ص ۱۶۲ تک شرح چلتی گئی ہے۔ یہاں متن کی اصل عبارت یا تو رہ گئی ہے یا شرح میں مل گئی ہے۔ اس کا خیال رکھیئے گا۔ میں دونوں نسخے ملا کر دیکھوں گا کہ کیا غلطی ہوئی ہے۔

بہر حال پُرانے نسخے کا کوئی ایک صفحہ یہاں گڑبڑ ہو گیا ہے

(میں نے ص ۱۲۳ سے ص ۱۹۲ تک شرح کی عبارت بھی دیکھ لی۔ اصل کا ایک ٹکڑا بالکل غائب ہے۔)

اگر آئندہ کوئی غلطی ملی تو وہ بھی آپ کو لکھ دوں گا۔

خدا کرے جلدی ملاقات ہو۔ میرا وقت تو خدا کے فضل سے اس کام میں اچھا گزرا ہے۔

دُعا کیجئے کہ یہ ترجمہ بھی صحت کے ساتھ پورا ہو جائے اور انگریزی میں نئی شرح بھی ہو جائے۔

والسلام

مخلص محمد حسن عسکری

۷۸۶

54-K/2, Kashmir Road,

P.E.C.H.Society, Karachi 29.

برادرم سعید محمود صاحب' السلام علیکم

آپ کی خیریت دوسرے لوگوں سے معلوم ہوتی رہی۔ اس خبر سے خوشی ہوئی کہ آپ کی شادی جلد ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

میں بھی خدا کے فضل سے بخیریت ہوں۔

اس وقت ایک ضروری کام سے خط لکھ رہا ہوں' کیونکہ یہ کام صرف آپ ہی کر سکتے ہیں۔

پیرس میں اُردو کے پروفیسر گیس برتیر کو **Encyclopaedia of Islam** کے لیئے ایک مضمون لکھنا ہے۔

کراچی کے شہر اور ضلع پر اُن کو مندرجہ ذیل معلومات درکار ہیں:

The historical background of Karachi (town + district) its administrative status now, its social, cultural and economic activites in recent years.

اُنھیں مضمون فوراً لکھ کر دینا ہے۔ اگر آپ مہربانی فرما کر کراچی کے بارے میں ضروری تفصیلات لکھ کر بھیج دیں تو مجھ پر عنایت ہوگی۔ اگر اس مہینے کے ختم ہونے سے پہلے اُنھیں آپ کا

خط مل جائے تو بہتر ہے۔ خط براہ راست اُنھیں بھیج دیجئے گا' کیونکہ وقت کم ہے اور رجسٹری سے خط بھیجئے گا' کیونکہ غائب ہونے کا خطرہ ہے۔ اُن کا پتہ یہ ہے۔

Prof. Andre' Guimbretiere,

50, Rue de Miromesnil, 75--- Paris---8 France.

جلدی میں خط لکھ رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر اس خط کی رسید کی اطلاع مجھے دید یجئے گا۔ انتظار کی معرفت لکھ رہا ہوں۔ آپ کا صحیح پتہ مجھے معلوم نہیں۔ دعا ہے کہ آپ خوش وخرم ہوں۔ والسلام۔

انتظار سے سلام کہیئے گا۔

مخلص

محمد حسن عسکری

۷۸۲

کراچی۔ ۱۵اکتوبر

سعید صاحب

آپ کا خط ملا' شکریہ۔ میں یہاں سے ۱۰ کو روانہ ہو کر ۱۱ کو تیز گام سے لاہور پہنچ رہا ہوں۔

آپ کی والدہ صاحبہ کی طبیعت اب کیسی ہے؟ خدا کرے اب بہتر ہوں۔ **Outsider** وغیرہ لیتا آؤں گا۔ عاصمی صاحب آپ کو سلام کہتے ہیں۔

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ شہر بانو آپ کے ساتھ آ گئیں۔ اب کے میں بھی اُن سے ملاقات کروں گا بشرطیکہ وہ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ ذرا آپ میرے بارے میں اُن سے بات کر کے دیکھیئے گا۔ اگر ناراض نہیں ہیں تو ضرور ملوں گا۔ اچھا صاحب' اب ۱۱ کو باتیں ہونگی۔ شام کو گھر ہی رہیئے گا۔

مخلص

حسن عسکری

☆☆☆

کراچی

۲۰ نومبر

سعید صاحب' خط ملا۔ ذرا دیر میں جواب دے رہا ہوں۔

پہلے تو ذرا آپ کو ترسالوں۔ سینچر کو یہاں Ivan the Terrible کا پہلا حصہ دکھایا جا رہا ہے۔ اگلے ہفتے دوسرا حصہ دکھایا جائیگا۔ روسیوں نے پابندی اُٹھالی ہے۔ یہاں ایک روسی خاتون آ گئی ہیں جو Ballerina ہیں' اور ماسکو یونیورسٹی میں انگریزی ادب کی لیکچرر رہ چکی ہیں۔ وہ یہاں تقریریں کرتی ہیں۔ Ballet پر ایک تقریر ہو چکی ہے' اب Eisenstein پر بولیں گی' پھر روسی موسیقی پر ریکارڈ کے ساتھ' اُن کا ارادہ ہے کہ انگریزی ادب پر بھی تقریریں کریں۔ اس اتوار کو ایک دعوت میں اُن سے ملاقات ہوگی۔

نئی خبریں۔ رُوسیوں نے اس سال بودیلیئر' راں بو' رابیلے کے ترجمے شائع کیئے ہیں اور موریاک کا Viper's Tangle فلوبیر پر دو تنقیدی کتابیں نکلی ہیں جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وہ جمال پرست نہیں بلکہ بہت بڑا Social Novelist تھا۔ اہرن برگ نے لکھا ہے کہ روس کے پڑھنے والے زیادہ گہری اور پیچیدہ کتابوں کا مطالعہ کر رہے ہیں' اور اپنے لکھنے والوں پر ہنستے ہیں کہ یہ Primitive قسم کے ہیں۔

یہاں آجکل بہت عمدہ کتابیں آئی ہیں' کو کتو کی پانچ چھ ہیں' مگر قیمتیں بہت ہیں۔ ایک کتاب میں نے لی ہے Trilling-Cocteau on the Film کے دو مجموعے آئے ہیں۔ Atkins کی کتابیں ہماری لائبریری سے کوئی اُڑا لے گیا ورنہ میں لے کے بھیج دیتا۔ Watt کی کتاب عاصمی صاحب اب تک پڑھ رہے ہیں۔ نسیم آجکل پنجاب گئی ہوئی ہیں۔ اُن کے آنے کے بعد اُن کی کتابوں کا جائزہ لوں گا۔

جی تو بہت چاہ رہا ہے دسمبر میں لاہور آنے کو۔ دیکھیئے۔ اجمل صاحب کے کیا حال ہیں؟ میں نے اُنھیں ایک کتاب بھیجی ہے Extermination War in Algeria۔ اُن سے لے کر پڑھ لیجیئے گا۔ والد صاحب کی خدمت میں آداب۔ انتظار کو پیار۔

مخلص۔ حسن عسکری

۷۸۶

صلاح الدین محمود کے نام

۲۹/اکتوبر ۷۵ء

برادرم' السلام علیکم

عنایت نامہ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ اس خبر سے خوشی ہوئی کہ اب آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش وخرم رکھے۔ آمین۔

عبادت صاحب کو علم نہیں تھا کہ میں نے ''لفظ'' کے لئے کیا بھیجا ہے۔ میں نے خود تو کچھ بھی نہیں لکھا۔ مظفر علی سیّد اور چند دوستوں نے دو مرتبہ گفتگو کی تھی جسے ٹیپ کر لیا تھا۔ میں نے بھی درمیان میں چند جملے کہے تھے۔ مظفر سعودی عرب جاتے ہوئے کہہ گئے تھے کہ یہ گفتگو نقل کرا کے ''لفظ'' کو بھیج دی جائے۔ چنانچہ جو چیز میں نے بھیجی ہے وہ میرا مضمون نہیں بلکہ مظفر کی گفتگو ہے۔

میں تو تفسیر کے ترجمے میں ایسا مصروف ہوں کہ کچھ لکھا ہی نہیں۔ ایک نامکمل ترجمہ' ایک فرانسیسی مضمون کا کئی سال سے رکھا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ وہ مضمون پورا نہیں کر سکے۔ جتنا حصہ ترجمہ کیا ہے وہ بھی طویل ہے اور تصوف سے متعلق ہے۔ ادبی پرچے کے کام کا نہیں۔ بہر حال آپ فرمائیں تو درمیان میں سے چند صفحے نقل کرا کے بھیج دوں۔

میں نے رسم الخط کے بارے میں اپنا مضمون آپ کو دیا تھا کہ ''نیا دور'' میں اس کی جو دوبارہ اشاعت ہوئی تھی اس کی تصحیح آپ کر لیں۔ میرے پاس اپنے مضمون کی دوسری کاپی موجود نہیں۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر اصل نہیں تو فوٹو کاپی ہی آپ مجھے عنایت فرما دیں گے۔ آپ کی نوازش ہوگی اگر آپ توجہ فرمائیں۔

تفسیر کے ترجمے کے متعلق آپ نے نہ کوئی مشورہ دیا نہ میری کسی غلطی یا خامی کی نشان دہی کی۔ مجھے تو امید تھی کہ آپ میری خامیاں بتا کر میری مدد فرمائیں گے۔ بہر حال ''البلاغ'' میں آٹھ صفحے ہر مہینے شائع ہوتے رہیں گے۔ انگریزی کی غلطی یا کوئی اور نقص نظر آئے تو اطلاع دے کر مجھے سرفراز فرمائیں۔

والسلام

مخلص۔ محمد حسن عسکری

چھوٹے بھائی محمد حسن مثنیٰ کے نام

کراچی

۲۱ اپریل ۶۵ء

مثنیٰ، کل شام تمہارا خط ملا۔ یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ طارق[۱] کے کتے نے کاٹ لیا۔ کوئی تمہاری گلی ہی کا کتا تھا یا سڑک پہ؟ خدا کرے اب بالکل اچھا ہو۔ اسے بھی تھوڑے دن بعد کچھ نہ کچھ ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہ اچھا ہے کہ تم مکان بدل رہے ہو۔ اس مکان میں دھوپ نہیں آتی، سیلن رہتی ہے اس لیئے شاید صحت کے لیئے مضر ہو۔

اُمید ہے تمہاری طبیعت بہتر ہوگی۔ تمہیں زکام، کھانسی ہی ہے یا معدہ بھی تکلیف دے رہا ہے؟ میری طبیعت بھی عید کے بعد سے ہی گڑ بڑ ہے۔ میں نے تو ڈاکٹر کا بھی علاج کرایا، ہومیو پیتھی کا بھی، مگر ٹھیک نہیں ہو رہا۔ اصل میں ہر چیز میں ہی ملاوٹ چل رہی ہے۔ میں صبح کو ناشتے میں بس دو چار بسکٹ کھاتا ہوں۔ وہ بھی میں نے کئی سال سے AB کے Digestive بسکٹ چن رکھے تھے۔ عید کے بعد سے اُن میں کچھ بد بوسی محسوس ہوتی رہی۔ مگر میں نے خاص خیال نہیں کیا۔ ایک دن بی بی[۲] نے کہا کہ یہ بسکٹ کھانے سے متلی ہوتی ہے۔ پھر میں نے AB والوں سے شکایت کرائی تو انھوں نے اعتراف کیا کہ سڑا ہوا تیل آ گیا تھا۔ AB کے دوسرے بسکٹ لے کے دیکھے تو ان میں یہی بو موجود ہے۔ منٹگمری کے بسکٹ لیں تو اُن میں کچا میدہ ہوتا ہے، ٹھیک طرح پکاتے بھی نہیں۔ یہی سمجھ میں نہیں آتا کہ آدمی کیا کھائے۔ سنیچر کے دن تو میری بہت طبیعت خراب ہوئی۔ مگر خیر ایک ہی دن میں سنبھل گیا۔ آج سے تو میں نے ایک حکیم صاحب کی دوا شروع کی ہے۔ سنا ہے کہ وہ بہت اچھا علاج کرتے ہیں۔ مگر وہ طبی حلقوں میں بہت نمایاں ہیں، اور حکومت بھی اُنھیں باہر ملکوں میں بھیجتی ہے۔ اسلیئے وہ بات ہی نہیں کرتے۔ نسخہ بھی انہوں نے بغیر نبض دیکھے لکھ دیا۔ پھر میں نے زبردستی نبض دکھائی تو پھر ایک دوا اور دی۔ بہر حال دوا شروع کی ہے۔ حبیب اشعر کا بہت دن سے خط ہی نہیں آیا۔ نہ معلوم کس پریشانی میں ہیں۔

۱۔ طارق: حسن مثنیٰ کے بڑے بیٹے

۲۔ عسکری صاحب کراچی میں اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ رہتے تھے، جن کا ایک بیٹا ناصر جمال (منو) اور ایک بیٹی یاسمین (بیبی) ہیں۔

تمہیں ڈاکٹر نے Allergy بتائی ہے۔ یہ تو ڈاکٹر اُس وقت کہتے ہیں جب اُنکی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ تم اس Allergy کے چکر میں مت پڑو۔ معدہ ٹھیک رکھنے کی کوشش کرو۔ میں نے تو کئی سال سے یہی آزمایا ہے کہ دوا سے بہتر احتیاط ہے۔ اور صحت ٹھیک رکھنے کے لیئے سب سے اچھی چیز فرش یا تخت پر تکیہ لگائے بغیر سیدھا بیٹھنا ہے۔ ۵۷ء میں جب میں لاہور گیا تھا اور بہت بیمار ہوا تھا تو میں نے چند باتوں میں باقاعدگی کے ساتھ احتیاط شروع کر دی تھی' اور سال بھر تک پابندی رکھی۔ چنانچہ صحت بہت اچھی رہی' اور کسی کی ضرورت نہیں پڑی اور ہر چیز کھاتا رہا۔ پھر احتیاط چھوڑی تو معدہ پھر تکلیف دینے لگا۔ یہ تخت پہ بیٹھنے کا نسخہ اتنا اچھا ہے کہ میں تو اسے بار بار آزما چکا ہوں۔ اس سوسائٹی کے مکان میں آنے کے بعد میں دو سال تک چار پانچ گھنٹے روز تخت پہ بیٹھ کے پڑھتا رہا تو معدے نے کوئی خاص تکلیف نہیں دی۔ اب پچھلے ڈیڑھ سال سے میں بیٹھنے کے بجائے لیٹنے زیادہ لگا۔ اس لیئے اب معدہ خاصا کمزور ہو گیا۔ پچھلے اتوار کو بھی اتفاق سے یہی ترکیب کام دے گئی۔ سنیچر کو طبیعت خراب ہوئی تو میں نے اتوار کو چھٹی لے لی۔ مگر صبح سے لوگ آنا شروع ہو گئے' اور رات کے نو بجے تک تقریباً مسلسل مجھے تخت پر بیٹھا رہنا پڑا۔ مگر اس سے طبیعت فوراً سنبھل گئی۔ چنانچہ اب تو میں نے اپنی پرانی تدبیر پر عمل شروع کر دیا ہے۔

تم بھی چار پانچ باتوں کو آزماؤ' مگر باقاعدگی شرط ہے۔ ان شاء اللہ یہ ایلرجی وغیرہ سب غائب ہو جائینگی۔

(۱) گلا صاف رکھو۔ نمک یا شہد سے یا Savlon سے غرارہ کر کے دیکھو۔ جو زیادہ فائدہ مند ثابت ہو اُسی سے روز صبح غرارہ کرو۔

(۲) کھانے میں ہر نوالہ بہت زیادہ چباؤ' چاہے دیر لگے۔ رات کی ڈیوٹی میں تم کھانا تیزی میں کھاتے ہو۔ یہ چھوڑو۔ چاہے آدھا گھنٹہ لگے' مگر ہر نوالہ خوب چباؤ۔ اس سلسلے میں Gestalt Psychology کی ایک ترکیب بہت مفید ہے' گو ناگوار بھی کھانا کھاتے ہوئے کم سے کم ایک نوالہ اتنا چباؤ کہ بالکل پانی ہو جائے' اور پھر اُسے ایک دم پی جاؤ۔ یہ مشکل کام ہے' کیونکہ متلی ہونے لگتی ہے۔

(۳) Gestalt والے کہتے ہیں کہ متلی ہو تو فوراً قے کر دینی چاہیئے' گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارے معدے میں صفرا جمع ہو اور وہ خرابی پیدا کرتا ہو' اس کا نکلتے رہنا ہی اچھا ہے۔

(۴) وہ جو ورزش کی کتاب میں نے بھیجی تھی اُسکی ایک دو ورزشیں روز کرو۔

(۵) اس سے بھی زیادہ فائدہ مند ترکیب وہ ہے جو کتاب والے نے بتائی ہے کہ جب پیٹ خالی ہو تو چلتے پھرتے یا بیٹھے ہوئے بیس پچیس منٹ بعد پیٹ کو عضلات کی مدد سے آہستہ آہستہ اندر کرو اور پھر آہستہ آہستہ ڈھیلا چھوڑ دو۔ ہر بار دو تین دفعہ اس طرح کرو۔ اس ترکیب سے دن بھر پیٹ کی ورزش ہوتی رہتی ہے۔ میں نے تو اسے بہت آزمایا ہے اور اس کا جواب نہیں۔ مگر باقاعدگی کے بغیر فائدہ نہیں۔

(۶) تمہارے چلنے اور کھڑے ہونے کا انداز بہت غلط ہے۔ پیٹ باہر نکال کے اور کمر اندر کر کے نہ تو کھڑے ہو اور نہ چلو۔ یہ تمہاری صحت کے لیئے بہت ضروری ہے۔ مسہری پر سونا بلکہ لیٹنا بھی بالکل چھوڑ دو۔ مسہریاں عام طور سے ڈھیلی یا نرم ہوتی ہیں اور ریڑھ کی ہڈی کو خراب کرتی ہیں۔ خوب تنے ہوئے پلنگ پر لیٹو۔ اور اونچے تکیے پر سر رکھ کے نہ تو لیٹو نہ پڑھو۔ اسے آزما کے دیکھو، ہفتے بھر میں فرق دیکھ لو گے۔ اپنی کمر پہ نیچے کی طرف ہاتھ رکھ کے دیکھنا۔ اگر گڑھا زیادہ پڑتا ہو تو یہی علامت ریڑھ کی ہڈی کے خراب ہونے کی ہے۔ ریڑھ کی ہڈی اندر کو دب جاتی ہے تو Solar Plexus کی حرکت کو روک دیتی ہے، اور اسی سے ساری بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

(۸) کوشش کرو کہ دن میں یا رات میں جب بھی فرصت ہو فرش پر ٹیک لگائے بغیر کمر سیدھی کر کے بیٹھو۔ کم سے کم ایک گھنٹہ تو بالکل ضروری ہے، ورنہ جتنا ہو سکے۔ یہ ہزار علاجوں کا ایک علاج ہے۔ تھکن سے مت ڈرو۔ یہ تو تھکن کا علاج ہے۔ شروع میں تو مشکل ہوگی اور تھکن بھی ہوگی، لیکن ہفتے بھر بعد ٹھیک ہو جائیگا۔ کسی شغل کے بغیر اس طرح ایک جگہ بیٹھنا مشکل ہے۔ اس لیئے میں تمہیں امام غزالی کی "طب جسمانی و روحانی" بھیج دیتا ہوں۔ یہ مزیدار کتاب ہے۔ موٹے تکیے پر کتاب رکھو اور سامنے پلوتھی مار کے بیٹھ جاؤ، کمر یا کندھے نہ جھکاؤ۔ اس طرح گھنٹے بھر روز پڑھو۔ اس شغل میں آسانی سے وقت گزر جائیگا۔

یہ میری بارہا آزمائی ہوئی ترکیبیں ہیں۔ مہینہ بھر عمل کر کے دیکھو۔ میں خود اب یہی پروگرام شروع کر رہا ہوں۔ دوا سے تو کوئی مستقل فائدہ ہوتا نہیں۔

ہاں، تم نے "فتوحات مکیہ" کا جو ترجمہ بھیجا تھا وہ میں نے اب پڑھا۔ ترجمہ تو ایسا اچھا نہیں

ہے، مگر شرح پسند آئی۔ اس دوران میں ہندوستان کی ایک فہرست میں ''اسرارِ شریعت'' کی تیسری جلد کا نام دیکھا۔ وہ میں نے منگوالی۔ پچھلے ہفتے آئی ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ یہ مولوی محمد فضل خاں تو کوئی قادیانی تھے اور ۱۹۱۰ء میں یہ کتابیں شائع کی تھیں۔ اس میں انھوں نے قادیانیت Smuggle کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب سمجھ میں آ گیا کہ ان کا رسالہ کیوں بند ہوا اور لوگ انھیں کیوں بھول گئے؟ غالباً ہوا یہ ہوگا کہ ''اسرارِ شریعت'' کی تیسری جلد نے اُن کا راز فاش کر دیا ہوگا، اور لوگوں نے مخالفت کی ہوگی۔ اب انکی کتاب تلاش نہ کرنا۔

اس دوران میں فرانس سے بڑی اچھی کتابیں میرے پاس آئی ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہاں تو بعض بڑے زبردست مسلمان اور صوفی ہیں، اور عقائد کے اعتبار سے بھی نہایت درست ہیں، میں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کے بارے میں ایک مضمون تمہارے اخبار[1] میں آ جائے۔ مگر یہ لوگ غالباً اپنے اسلام کا اعلان نہیں کرنا چاہتے ورنہ انھیں مشکلیں پیش آئیں گی۔ ان میں ایک مصطفیٰ والساں صاحب ہیں جو ترجمہ شائع کر رہے ہیں۔ آجکل وہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھ رہے ہیں جس میں پہلی ساری تفسیروں کے خلاصے بھی شامل ہونگے۔ فی الحال تو حج کے لیئے گئے ہوئے ہیں۔ ایک کتاب Holy Grail کے بارے میں آئی ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآن شریف اور فتوحاتِ مکیہ کے بغیر اس Legend کا مطلب سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

بچوں کی چھٹیاں[2] پہلی جون سے ہیں اور صرف ایک مہینے کی۔ اگر یہ لوگ گئے تو چھٹی ہوتے ہی چل پڑیں گے اور مجھے مہینے بھر یہاں رہنا پڑیگا۔ پھر میں تو جولائی میں ہی آؤں گا۔ اصل سوال عین الیقین کی چھٹی ملنے کا ہے۔

ہم سب لوگ خدا کے فضل سے بخیریت ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ تم سب بھی اچھے ہو۔

مکان واقعی جلدی بدل لو۔ آب و ہوا کی تبدیلی سے یقیناً صحت پر اچھا ہی اثر ہوگا۔

بھو جی شاید پھوپھی کو بلالیں کچھ دن کے لیئے۔

منصور[3] کی سالی پہلے ہمارے گھر کے قریب رہتی تھیں۔ کئی دفعہ آئیں، ننھی بھی گئی تھی۔

---

[1] اخبار ''پاکستان ٹائمز'' لاہور کا ذکر ہے۔

[2] عسکری صاحب کی چھوٹی بہن کے دو بچوں کا ذکر ہے۔ اُن کے بہنوئی عین الیقین تھے۔ عسکری صاحب اپنی بہن کو ننھی اور ماں کو بھو جی کہتے تھے۔

[3] منصور زعیم الرحمٰن عسکری صاحب کے پھوپھی زاد بھائی پروفیسر نعیم الرحمٰن کے بیٹے تھے اور عبدالرؤف حسن شمّی کی بیگم کے بھائی۔

پچھلے ہفتے وہ رؤف صاحب کے مکان کے قریب چلی گئی ہیں۔ اُن کے یہاں بھی ننھی کے ساتھ جانے کو کہہ رہی تھیں۔ فی الحال تو ہندوستان گئی ہیں۔

بچوں کو بہت بہت پیار۔ سیّدہ کو سلام۔

سب تم لوگوں کو سلام دعا کہتے ہیں۔

عسکری

۷۸۶

کراچی

۲۳ مارچ ۷۰ء

مثنیٰ، السلام علیکم

پہلے تمہارا خط ملا۔ میں جواب دینے والا تھا کہ کل راشد[1] نے Larousse بھی پہنچا دی۔ کتاب دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ Times Literary Supp. میں ایک تبصرہ پانچ چھ Encyclopaedias پر نکلا تھا۔ اس میں سب سے زیادہ قابلِ اعتبار Larousse ہی کو بتایا تھا۔ اُن سے کہو کہ ہالینڈ سے Larousse کی یہ پاکٹ ڈکشنریاں اور منگا دیں۔ اُن کا ایک Series ہے بنام Dictionnaires de l' homme du xxe siecle

اس Series میں سے یہ پاکٹ ڈکشنریاں منگوا دیں۔

1- Philosophy 2. Mathematiques Modernes. 3. Electronique.

اس کے علاوہ یہ دو بڑی ڈکشنریاں چاہئیں:

1- Dictionnaire de l' Ancien Francais jusqu'an milieu du xiv siecle.

2. Dictionnaire Historique des Argots Francais.

یہ کتابیں تو اطمینان سے منگاتے رہیں۔ فی الحال تو Wyndham Lewis کی وہ دو کتابیں منگوائیں جن کے لیئے میں نے پچھلے سال لکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ دونوں

---

[1] عسکری صاحب کے چچازاد بھائی محمد راشد جو اُن دنوں ملازمت کے سلسلے میں اسلام آباد میں تھے۔

Paperbacks میں آ گئی ہیں۔نہ ملیں تو مجلد سہی:

1. Time and the Western Man
2. Men Without Art

ان سے بھی زیادہ فوری ضرورت مجھے Jaques Maritain کی ان کتابوں کی ہے۔
انھیں تو فوراً ہی منگوائیں:

1. A Preface to Metaphysics (Sheed and Ward, London 1945)
2. Ransoming the Time (Scribner's New York, 1948)
3. An Introduction to Philosophy (Sheed and Ward غالباً)

اگر یہ کتابیں نئی نہ مل سکیں تو پرانی اور پھٹی ہوئی ہی سہی۔ Larousse کے ۳۸ روپے میں دو ایک دن میں روانہ کردوں گا۔

طارق کی بیماری کا حال سن کر پریشانی ہوئی تھی۔ راشد سے معلوم ہوا کہ اب خدا کے فضل سے ٹھیک ہیں۔ دعا ہے کہ دونوں بچے اچھی طرح پاس ہو جائیں۔ پرسوں ان کا نتیجہ آئیگا۔ فوراً لکھنا۔ میرا خیال ہے کہ طارق کو تو ایک دو بوتلیں شہتوت کے شربت کی پھر سے چٹادو۔[1]

والدہ صاحبہ کی طبیعت اب ٹھیک ہے۔
چلو، گڑیا[1] بھی اسکول جانے لگیں گی، اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔
ہم سب خدا کے فضل سے ٹھیک ہیں، دعا ہے کہ تم سب بخیریت ہو۔
سیّدہ[2] سے سلام کہنا۔ بچوں کو پیار اور دعا۔
سب تم لوگوں کو سلام اور دعاء کہتے ہیں۔

والسلام
عسکری

---

[1] یہ نسخہ گلے کی خرابی کے لئے لکھا ہے۔

[1] حسن مثنیٰ کی بیٹی

[2] سیّدہ آمنہ: حسن مثنیٰ کی بیگم

۷۸۶

کراچی

۱۳ اگست ۱۹۷۰ء

مثنیٰ! السلام علیکم

کل تمہارا خط ملا۔ ابھی تک میں چلنے کی تاریخ کا صحیح تعین نہیں کر سکا۔ پنجاب یونیورسٹی سے امتحان کی کاپیاں آنے والی ہیں۔ انھوں نے مجھے اطلاع نہیں دی کس دن آئیں گی یا امتحان کس دن ہوگا۔ عبادت صاحب کو بھی خط لکھا تھا۔ روز انتظار کرتا ہوں، جواب ہی نہیں آ رہا۔ ڈر یہ ہے کہ میں چل دیا اور اُدھر سے کاپیاں آ گئیں، خصوصاً اگر ریل سے آئیں، تو گڑ بڑ ہوگی۔ پانچ سو کاپیاں ہونگی۔ اسی چکر میں سیٹ بھی بک نہیں کرائی۔

بی بی کے نمبر آ گئے رہیں۔ 66.6 فی صدی ہیں۔ ہر مضمون میں فرسٹ کلاس ہے۔ اگلے سال بھی یہی رہے تو بات ہیں ہے۔

"ہشت بہشت" (فارسی) مل جائے تو بڑا کام بنے۔ اگر ایسی نایاب کتابیں تمہیں ایسی آسانی سے مل سکتی ہیں تو دو اور کتابیں بھی ساتھ ساتھ ڈھونڈ لو۔ ایک تو "لطائف اشرفی" از سید اشرف جہانگیر سمنانی" ہے (فارسی ایڈیشن)۔ میرے پاس اُردو ترجمہ ہے اور وہ بھی آدھا تہائی۔ یہ کتاب ضرور ترجمہ کرنی ہے۔ دوسری ہے "ریاض الفقر معروف بہ دفتر حقیقت" (حالات غوث علی شاہ قلندرؒ) از حافظ محمد امداد حسین ظہور وعرفان میرٹھی۔ (۱۸۸۷ء) اس کتاب کا بھی ایک حصہ ترجمہ کرنا ہے۔

فی الحال تو ایک چیز ترجمہ کی ہے۔ دارا شکوہ کا سوالنامہ۔ یورپ اور امریکہ میں تو آجکل یہاں کی چیزیں ہی چل رہی ہیں۔ میرے ایک شاگرد امریکہ میں انگریزی پڑھاتے ہیں۔ اس سال اُن سے کہا گیا کہ Eastern Literature in Translation پڑھائیں۔ اور اس کام کے دو ہزار ڈالر سالانہ زیادہ دیے ہیں۔ خاص زور ہر جگہ اُردو اور فارسی پر ہے۔ امریکہ میں تو کئی سال سے زور ہے۔ اب فرانس میں بھی چل پڑا۔ انگلستان سے واپس آ کے تم بھی دو چار ترجمے انگریزی میں کرو۔ کرار صاحب بھی سوچ رہے ہیں۔

سیّدہ سے سلام کہنا، بچوں کو پیار اور دعا۔ والدہ صاحبہ تم سب کو دعا کہتی ہیں اور سب سلام اور

دعا کہتے ہیں۔

والسلام۔۔۔عسکری

۷۸۶

کراچی

۳نومبر ۷۳ء

ثنیٰ، السلام علیکم

تمہارا خط ملا اور عید کارڈ بھی۔ہم عید کارڈ نہیں بھیج سکے۔اسلیئے اب عید کی مبارک باد دے رہے ہیں۔منو کا تو خیر امتحان تھا، میں عید کارڈ لینے بازار نہیں جا سکا کیونکہ لو چل رہی تھی، اور اوپر سے میری اُنگلیوں میں Fungus infection ہوگیا ہے۔میرے ہاتھ سے لکھا ہی نہیں جا رہا تھا اسلیئے خط بھی نہیں لکھ سکا۔آج زرا انگلیاں اس قابل ہوئی ہیں کہ قلم پکڑ سکوں۔بہر حال، ہم سب کی طرف سے عید مبارک تم سب کو۔

منو کا تحریری امتحان تو ختم ہوگیا ہے۔ Practicals باقی ہیں۔بی بی نے Electronics کے لیئے انجینئرنگ کالج میں درخواست دی ہے۔ پہلے تو architerture کے لیئے کہہ رہی تھی۔پھر پانچ سال کے کورس سے گھبرا گئی۔اب مشینوں کی ٹھونک پیٹ سے گھبرا رہی ہے۔ویسے یونیورسٹی میں آنرز کے لیئے بھی درخواست دے گی۔ Physics میں بھی اور Maths میں بھی۔

آفتاب صاحب سے فون کر کے معلوم کرنا کہ لبنیٰ[1] کو وظیفہ کس طرح ملا ہے۔ایک تو محکمہ خارجہ سے اکرم ذکی صاحب نے لکھا تھا، پھر سندھ کی حکومت نے لکھا تھا۔بہر حال تفصیلات معلوم کردو۔اور یہ بھی معلوم کردو کہ لبنیٰ کے پیرس پہنچ جانے کے بعد بھی وظیفہ دیں گے یا نہیں۔میرے شاگرد احمد مقصود حمیدی وزارت خارجہ میں مغربی یورپ والے سیکشن کے ڈائریکٹر ہوگئے ہیں یعنی اکرم ذکی صاحب کے نیچے۔

---

[1] عسکری صاحب کی شاگرد لبنیٰ آفندی جو اعلیٰ تعلیم کے لئے پیرس گئی تھیں۔

جب تم یورپ جا رہے تھے تو میں نے تمہیں اپنے ایک دوست Michel Valsan کا پتہ دیا تھا۔ کل لبنیٰ کا لمبا چوڑا خط آیا ہے۔ وہ بھی والساں صاحب سے ملنے گئی تھیں۔ اُنکے گھر والساں صاحب کی بیوی نے سب سے پہلے تو اپنے پاس سے اسکارف نکال کر دوپٹہ اُڑھایا۔ اس کے بعد ظہر سے لے کے مغرب تک کی نماز با جماعت گھر میں پڑھوائی۔ افطار ہمارے طریقے سے ہوا' کھانے کی بہت سی چیزوں کے ساتھ' پھلوں سمیت۔ پھر مسجد لے گئے اور تراویح پڑھوائی۔ ہدایت کی کہ جتنے روزے رہ گئے ہیں عید کے بعد پورے کرو۔ لبنیٰ نے لکھا ہے کہ والساں صاحب بہت ہی بارعب آدمی ہیں' اور انکے ساتھ مسجد میں جا کر فخر محسوس ہوا' کیونکہ جدھر سے گزرتے تھے' لوگ ایک دوسرے کے کان میں بتاتے تھے کہ والساں صاحب یہ ہیں۔ لبنیٰ کو پیرس میں ایسے طرز عمل کی توقع نہیں تھی۔ اسلیئے حیران رہ گئی۔ اُس نے پہلے کبھی نماز با جماعت نہیں پڑھی تھی اور نہ مسجد میں گئی تھی۔ پھر وہ مالکی لوگ ہیں' اُن کا نماز کا طریقہ کچھ مختلف ہے۔ اسلیئے اور پریشانی ہوئی۔ غرض لبنیٰ نے پیرس کا یہ رنگ بھی دیکھ لیا۔ اب تو خیر باقاعدہ ملنا ہی ہوگا۔ انگریزی کے ایک پروفیسر ہیں Couvreur وہ بھی مسلمان ہیں۔ انکی بیوی بھی وہاں موجود تھیں۔ لبنیٰ نے لکھا ہے کہ میں بیان ہی نہیں کر سکتی کہ والساں صاحب اور اُنکی بیوی اپنے بارہ بچوں سمیت کتنے شاندار لوگ ہیں۔ اس طرح لبنیٰ کا تعارف یورپ کے اُن حلقوں سے ہو گیا جن سے عموماً شناسائی ممکن نہیں۔

دعا ہے کہ تم سب لوگ بخیریت ہو۔ ہم سب خدا کے فضل سے ٹھیک ہیں۔

تم نے اپنی طبیعت کے بارے میں نہیں لکھا۔ خدا کرے تم اب بالکل تندرست ہو۔

تم نے یہ بھی نہیں لکھا کہ ہوا کیا تھا۔

والدہ صاحبہ تم سب کو دعا کہتی ہیں۔

ہم سب کی طرف سے سیدہ سے سلام کہنا اور بچوں کو بہت بہت دعا اور پیار۔

والسلام

عسکری

☆☆☆

۷۸۶

۱۲ دسمبر ۷۳ء

غنی، السلام علیکم

کل بہت دن بعد تمہارا خط ملا۔ خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ عرفان صاحب[1] کی والدہ کے انتقال کی خبر سے افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں غریق رحمت کرے۔ آمین۔ ہماری طرف سے سیدہ اور عرفان صاحب کو تعزیت پہنچا دینا۔ خصوصاً والدہ صاحبہ کی طرف سے۔ ہمیں ابھی تک علم ہی نہ ہوا۔ غالباً رؤف صاحب ایک دم سے چلے گئے۔

والدہ صاحبہ کی طبیعت فی الجملہ ٹھیک ہی ہے۔ تم سب کو دعا کہتی ہیں۔

یہ خط کالج سے لکھ رہا ہوں۔ بی بی نے B.Sc.Hons. میں Maths میں داخلہ لے لیا ہو۔ یونیورسٹی میں کلاسیں شروع ہو گئی ہیں۔ انجینئرنگ کالج کے داخلے کا ابھی تک پتہ نہیں چلا۔ یونیورسٹی کے Prospectus سے پتہ چلا کہ ہماری چھٹی تو ۲۱ جنوری سے ۳۱ جنوری تک ہو گی، بی بی اور منو کی اپریل میں، کیونکہ یونیورسٹی میں Semester کا نظام جاری ہو گیا ہے۔ اس لیئے دسمبر میں تو آ نہیں سکتے۔

ڈاکٹر حمید اللہ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ ہفتہ بھر ہوا اُن کا خط کوالالمپور سے آیا تھا۔ وہ وہاں یونیورسٹی میں تین مہینے کے لیئے گئے ہیں۔ شاید دو دن کے لیئے لاہور اور اسلام آباد گئے تھے۔ آتے جاتے ہوئے ایک ایک رات کے لیئے کراچی میں ٹھیرے مگر میرے پاس نہیں آ سکے۔ پاکستان ٹائمز میں دیکھا تھا کہ انھوں نے ریڈیو کے لیئے انٹرویو بھی دیا تھا۔ شاید ''زندگی'' میں اُن کی ایک تقریر بھی شائع ہوئی تھی۔ ملے تو مجھے بھی بھیجنا۔ میں نے نہیں دیکھی۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ملیشیا میں عربی کا اتنا زور ہے کہ کلاس کی لڑکیوں نے ان سے انگریزی کے بجائے عربی میں لیکچر دینے کے لیئے کہا۔

کل صبح آفتاب صاحب نے کالج ہی میں فون کیا تھا۔ لبنیٰ کا نام وظیفہ پانے والوں کی فہرست میں ہے، مگر آخری فیصلہ دسمبر کے تیسرے ہفتے میں ہو گا۔ انھوں نے کہا تھا کہ آفندی

---

[1] حسن غنی کی بیگم کے چچا زاد بھائی

صاحب سے سکریٹری وزارت تعلیم کو خط لکھوادوں کہ وہ پیرس میں ہیں۔ آج خط بھیج دیں گے۔ آفتاب صاحب کو فون کر کے معلوم کرتے رہنا کہ کیا ہو رہا ہے' اور کہنا کہ ذرا کوشش کر دیں۔ میرا خط ملتے ہی فون کر دینا۔ ویسے کل میں بھی اُنھیں خط لکھ دوں گا۔

جمیل صاحب[1] اگر لبنیٰ کا مضمون نہیں چھاپ رہے تو واپس مجھے بھجوادو۔ یہاں کے انگریزی اخبار تو اکثر مضامین کا تقاضا کرتے ہیں۔ یہاں چھپوادوں گا۔ ویسے تو لبنیٰ کے خط ایسے مزے کے ہیں کہ اُنھیں بھی چھپنا چاہیئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پیرس کی تعلیمی دنیا کافکا کے ناولوں کی دُنیا ہے۔ اُس کا تو طرز تحریر بھی فاکنر کے ناولوں کا ہو گیا ہے۔ اب وہ سوربون چھوڑ کر واپس Paris VII پہنچ گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ فرانس میں زیادہ شہرت آجکل VII کی ہے۔ سوربون بھی اب چار ہیں۔ شہرت کے لحاظ سے پہلے I ہے' پھر IV پھر III پھر II۔ تعلیمی معیار بھی اچھا نہیں ہے۔ حالانکہ آجکل یورپ اور امریکہ میں پیرس یونیورسٹی کی اتنی دھوم ہے کہ انگریزی ادب پڑھنے امریکن آرہے ہیں۔ دفتروں کے کلرک بہت پریشان کرتے ہیں۔ چنانچہ لبنیٰ نے تو سب سے پہلے فرانسیسی گالیوں میں مہارت پیدا کی ہے۔ Paris III میں اُسکی اپنی Supervisor سے نہیں بنی۔ اسلیئے وہ VII میں گئی۔ ڈائریکٹر نے کہا ہے کہ جو کام کر کے لائی ہو وہ دکھاؤ' پھر فیصلہ کروں گا کہ آخری سال میں لیا جائے یا پہلے سال میں۔ مہینے بھر تک ہر ہفتے جاتی رہی اور وہ کہتے رہے کہ پڑھنے کا وقت نہیں ملا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ تمہارا مسئلہ ہے کیا؟ لبنیٰ نے کہا کہ یہ معلوم کرنا ہے کہ میں آخری سال میں ہوں یا پہلے سال میں؟ جواب دیا کہ تم تو ہو ہی آخری سال میں' داخلہ تو پچھلے سال ہو ہی چکا ہے' رجسٹریشن کیوں نہیں کراتیں؟ دفتر میں فارم بھرتے ہوئے Maitrise کا سرٹیفکیٹ دکھایا تو کہا کہ یہ تو Licence کا ہے۔ اُس نے ڈانٹا کہ اسے پڑھو تو۔ کہا کہ اچھا' پہلے Licence کا ڈپلومہ لاؤ ورنہ داخلہ نہیں ہوگا۔ پھر لبنیٰ کو غصہ آ گیا' اُس نے فرانسیسی میں کہا Sign my papers right now, I'll fix you later۔ جب کام ہوا۔ Paris III میں وہ دو پروفیسروں کے Seminars میں جاتی رہی ہے۔ ڈاکٹریٹ کے طالب علم سیمنار میں بدتمیزیاں کرتے ہیں' پروفیسر کا مذاق اُڑاتے ہیں' اور وہ خوش ہوتی ہے کہ

---

[1] اُس زمانے میں پاکستان ٹائمز لاہور میں میگزین ایڈیٹر

میں بھی چاہتی تھی کہ تمہارے ذہن میں حرکت پیدا ہو۔Paris VII میں ڈائرکٹر نے کہہ دیا ہے کہ میں تو موضوع کے بارے میں کچھ نہیں جانتا' جو تمہارا جی چاہے لکھ لو۔ بہرحال سوربون کے برخلاف VII کا ماحول بہتر ہے اور پروفیسر بھی زیادہ ذہین ہیں' مگر کام اتنا کرنا پڑتا ہے کہ انھیں کاغذوں پر دستخط کرنے کی مہلت بھی نہیں ملتی۔ پیرس کے عام حالات کے بارے میں لبنیٰ نے لکھا ہے کہ ٹنڈو آدم خاں پیرس سے زیادہ دلچسپ جگہ ہے۔

البتہ اپنا اُردو کا پروفیسر گیس برتیئر اُسے معقول آدمی معلوم ہوا' اور دوسرے پروفیسروں سے زیادہ ذہین بھی۔ گیس برتیر اب سوربون کے شعبۂ ہندوستان' پاکستان' بنگلہ دیش کا صدر ہو گیا ہے۔ اُس نے لبنیٰ سے کہا ہے کہ تم انگریزی کے ساتھ ساتھ فرانسیسی ادب یا تقابلی ادب میں بھی ڈاکٹریٹ کر لو۔ شاید دو ڈاکٹریٹ بیک وقت کرنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ سارتر وغیرہ کا ایک دوست ہے Etiemble لبنیٰ اُس سے ملنے والی تھی۔ شاید دوسری ڈاکٹریٹ کی بھی اجازت مل جائے Pairs I میں۔ میں نے اُسے لکھا ہے کہ Mysticism in Huysmans پر کام کر لو آسانی رہے گی۔ بہرحال خدا کا شکر ہے کہ جتنے اچھے پروفیسروں سے اُسکی ملاقات ہوئی ہے سب متاثر ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں تو پاکستان کی اصلی Diplomacy یہی ہونی چاہیئے کہ ذہین طالب علم وہاں جائیں۔ فرانسیسی مسلمانوں کے حلقے میں تو لبنیٰ ایسی گھل مل گئی ہے کہ ایک انگریزی کے پروفیسر ہیں Couvreur اُن کی بیوی نے تو اُسے بیٹی بنا لیا ہے۔ میرے دوست میشل والساں سے تمہاری تو ملاقات نہیں ہوسکی' اُن کے یہاں یہ حال ہے کہ گو شہر سے بہت دور رہتے ہیں اور سردی سخت پڑ رہی ہے' مگر لبنیٰ تیسرے پہر کو چلی جائے تو رات کا کھانا کھلائے بغیر نہیں چھوڑتے۔ ہمارے بروہی صاحب نے سوئٹزرلینڈ کے Schuon کو اپنا پیر بنا رکھا ہے۔ تصویر جیب میں رکھے پھرتے ہیں۔ والساں صاحب Schuon کے بھی پیر ہیں۔ دوسرے مسلمانوں کی طرح لبنیٰ بھی انھیں شیخ مصطفیٰ کہتی ہے۔ پچھلی دفعہ اُن کے یہاں گئی ہے تو وہ اپنی کسی کتاب کا دوسرا ایڈیشن تیار کر رہے تھے۔ انھوں نے لبنیٰ کو بھی ساتھ بٹھا لیا کہ تم بھی بتاؤ عربی عبارتوں کا فرانسیسی میں ٹھیک ترجمہ ہوا یا نہیں۔ لبنیٰ نے اپنے والد کو لکھا ہے کہ مجھے سوربون کے Seminars میں اتنا علم حاصل نہیں ہوا جتنا اس بحث میں۔ غرض مختلف حلقوں میں لبنیٰ پاکستانیوں کے بارے میں اچھا تاثر قائم کر رہی ہے۔ حکومت اُسے وظیفہ دے دے تو عقل مندی

کی بات ہوگی۔

اب کے خط بہت لمبا ہوگیا۔ اصل میں لُبنٰی کو ابھی کام نہیں کرنا پڑ رہا ہے' اسلیئے وہ Paris Newsletter لکھتی رہتی ہے۔

بچوں کے تو ششماہی امتحان ہو رہے ہونگے۔ خدا کرے اچھے نمبر لیں۔

ہم سب کی طرف سے سیدہ کو سلام کہنا' اور بچوں کو بہت بہت دعائیں اور پیار۔

جواب جلدی دینا۔ تمہارے خط کا انتظار رہتا ہے۔ خصوصاً یہ تشویش رہتی ہے کہ تمہاری صحت خدا جانے کیسی ہو۔

والسلام

عسکری

۷۸۶

کراچی

۱۱۶ اکتوبر ۷۵ء

مثنیٰ' السلام علیکم

کل شام تمہارا خط ملا۔ جزاک اللہ۔ تم نے بڑی محنت سے غلطیاں درست کی ہیں۔ دراصل میں نے تو تمہیں انگریزی زبان و بیان پر نظر ڈالنے کے لیئے بھیجا تھا۔ تم نے اچھا کیا کہ پروف ریڈنگ کی بھی غلطیاں بتا دیں۔[۱] اس میں زیادہ تر باتیں ایسی ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آسکتی تھیں کیونکہ طباعت کا تجربہ نہیں۔ اصل میں دشواریاں چند در چند ہیں' اصل میں تو اس کام کا ذمہ زہیر نے لیا تھا' میں نے ان کا انتخاب اس لیئے کیا تھا کہ وہ نوک پلک ہر لحاظ سے درست رکھیں گے۔ میری تو گرامر بھی کمزور ہوگئی ہے بے وقوف لڑکوں کو پڑھاتے پڑھاتے' اور خصوصاً ٹائم اور نیوز ویک ہر ہفتے شروع سے آخر تک پڑھتے پڑھتے۔ خصوصاً articles اور Prepositions کا تو بالکل ہی پتہ نہیں رہا کہ کون سا ٹھیک ہے کون سا غلط۔ جب زہیر کام سے بھاگ گئے تو مجبوراً میں نے سنبھالا' کیونکہ اور کوئی مل ہی نہیں رہا تھا۔ پہلی قسط میں نے تجربتاً ترجمہ کی تھی۔ ارادہ تھا کہ

---

۱ یہ تفصیلی ذکر قرآن مجید اور مفتی شفیع کی تفسیر کے انگریزی ترجمے کا ہے۔

دوسروں کو دکھانے کے بعد ضرورت ہوئی تو اسے دوبارہ لکھوں گا۔ مگر یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں جس سے مشورہ لیا جائے۔ دو تین آدمیوں کو میں نے دکھایا' انھوں نے صاد کیا' پھر مفتی صاحب کی رائے ہوئی کہ اشاعت قسط وار شروع کر دی جائے تاکہ پڑھنے والوں کی رائے حاصل ہو سکے اور اسکے مطابق آئندہ اصلاح کی جا سکے۔ چنانچہ جلدی جلدی میں طباعت کا انتظام ہوا۔ Transliteration کی دقتوں کی وجہ سے پریس والے چھاپنے کو تیار نہیں تھے۔ بڑی مشکل سے راضی ہوئے۔ مفتی صاحب کے صاحب زادے تقی صاحب طباعت کی نگرانی کرتے ہیں۔ ایک تو وہ انگریزی اچھی طرح نہیں جانتے' پھر انگریزی طباعت کا تجربہ نہیں' اوپر سے پریس والوں کی شرارت ہے۔ تقی صاحب نے آخری پروف میں جو اصلاح کی تھی وہ انھوں نے شامل نہیں کی۔ میں نے تو پوچھنے کے بعد دیکھا۔ اب وہ تو افریقہ گئے ہوئے ہیں۔ دوسری قسط کے آخری پروف میں نے دیکھے اور اس سے پہلے تقی صاحب نے مگر پھر غلطیاں رہ گئیں۔ اب آئندہ کے لیئے یہ انتظام کیا ہے کہ Business Recorder کے غلام احمد صاحب پروف دیکھیں گے۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ دارالعلوم شہر سے تیرہ چودہ میل دور ہے۔ آنے جانے کی مشکل ہے۔ خیر' احتیاط سے پروف دیکھنے کی کوشش کی جائیگی۔ لیکن دارومدار پریس والوں کی ایمانداری پر ہے' وہ ٹرخاتے ہیں۔ پہلے تو میں نے سوچا تھا کہ ٹائپسٹ اناڑی ہے' غلط ٹائپ کرتا ہوگا۔ ٹائپ شدہ مسودہ منگا کر دیکھا تو ایسا برا نہیں تھا۔

میں نے تمہاری طرف سے ''البلاغ'' کا ایک سال کا چندہ دے دیا ہے۔ دوسری قسط والا پرچہ تمہارے پاس پہنچا ہوگا۔ اب میں اُن لوگوں سے کہوں گا کہ ایک دوسری کاپی اعزازی طور پر تمہارے پاس بھیجی جائے تاکہ تم اصلاح کر کے واپس بھیج سکو۔

زبان کے سلسلے میں تم نے جن چیزوں کی نشان دہی کی ہے' وہ بہت مفید ہیں۔ اس کے بارے میں لکھتا ہوں۔

(۱) بسم اللہ کے ترجمے میں تم نے لکھا ہے کہ ''Merciful'' Capital سے ہونا چاہیئے۔ یہ مسئلہ مبہم طریقے سے میرے ذہن میں تھا تو' مگر غور نہیں کیا تھا۔ اب تمہارے کہنے سے میں نے تحقیق کی۔ نہ صرف یہاں بلکہ سورۃ الحمد کے ترجمے میں بھی انگریزی ترجموں میں بڑے اختلاف ہیں۔ زیادہ تر تو Capital ہی استعمال ہوا ہے۔ مگر آگے الحمد میں اختلافات ہیں۔ بعض نے لکھا

ہے Lord of the Worlds بعض نے Lord of the worlds ۔اسی طرح Master of the Day of Judgment اور بعض نے Master of the day of judgment ۔یورپی زبانوں میں سب سے اچھا ترجمہ فرانسیسی میں کازیمیرسکی کا ہے' اُس نے Capitals استعمال نہیں کیئے۔ غالباً اس کے اثر سے میں نے بھی Capitals چھوڑ دیئے۔ اب معاملہ یوں سمجھ میں آیا کہ اگر ایسے الفاظ اور فقروں کو اسم سمجھا جائے تو Capital استعمال ہوگا' صفت سمجھا جائے تو نہیں ہوگا۔ عربی میں تو صفت بھی اسم ہی ہے۔ اس لیئے بات پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ فقروں کو اگر لقب سمجھا جائے تو ہر لفظ Capital سے شروع ہونا چاہیئے۔ بسم اللہ کے ترجمے میں الرحمٰن اور الرحیم کو adjective کے بجائے noun سمجھیں تو یہ لفظ اللہ کے ساتھ Case in apposition ہونگے۔ اسی لیئے بہتر ہے کہ Capital استعمال ہو۔ آئندہ کے لیئے یہی فیصلہ کیا کہ ایسی جگہ Capital ہی رکھیں گے۔ بسم اللہ کے ترجمے میں ایک بڑی غلطی مجھ سے ہوگئی۔ اوپر ترجمے میں Most merciful لکھا ہے' آگے تفسیر میں all-merciful ایک اور صاحب میرے ساتھ کام کر رہے ہیں' ایک version وہ تیار کرتے ہیں' ایک میں۔ جب سب بیٹھ کر بحث کرتے ہیں تو وہ میرے مسودے میں تبدیلی کرتے جاتے ہیں۔ شاید وہ درست کرنا بھول گئے' اور میں نے صاف کرتے ہوئے most ہی لکھ دیا۔

(۲) یہ بہت ضروری نکتہ تم نے اُٹھایا ہے۔

As to whether this verse is an integral part of the Surah "Fatihah" or of all the Surahs or not.

تم نے or not کاٹ دیا ہے۔ میرا جملہ بھی غیر واضح ہے اور تمہاری اصلاح سے بھی مطلب ادا نہیں ہوتا۔ بحث میں تین صورتیں ہیں۔ نمبر ا بسم اللہ سورۂ الحمد کا حصہ ہے نمبر ۲ ساری سورتوں کا حصہ ہے نمبر ۳ کسی سورت کا حصہ نہیں ہے۔ اس لیئے جملہ اصلاح طلب ہے۔ یا تو Surahs کے بعد کاما لگایا جائے' یا or not کے بجائے or of none لکھا جائے۔ سوچ کے بتاؤ کہ مفہوم کس طرح واضح ہوگا۔

(۳) لفظ anthropology ہے' بہت غلط چھپ گیا۔ آگے تم نے Sacralized پر سوالیہ نشان لگایا ہے۔ یہ اصطلاحی لفظ ہے۔ Sacred سے Sacral اور اُس سے فعل بنا ہے

Sacralize۔

(۴) Affirms کے بارے میں تم نے لکھا ہے کہ یہ لفظ جملے کے شروع میں آ چکا ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ترجمہ زیادہ تر افریقہ میں پڑھا جائیگا جہاں لوگ انگریزی کم جانتے ہیں۔ اس لیئے میں لمبے جملوں سے بچتا ہوں۔ وہ جملہ طویل ہوتا جا رہا تھا' اس لیئے میں نے ایک دفعہ affirm لکھنے کے بعد آگے چل کر dash کے بعد پھر affirm (affirms that--) استعمال کیا جو خطیبانہ رنگ ہے۔ dash چھپنے میں رہ گیا' میں نے قلم سے بڑھا دیا تھا۔ تمہاری رائے ہے کہ Affirms that کے بجائے but استعمال کیا جائے۔ یہ بھی مناسب ہے۔ سوچ کے بتاؤ کہ دونوں میں سے کون سا بہتر ہے۔

(۵) ایک غلطی تمہاری نظر سے بھی رہ گئی۔ eccept Allah چھپا ہے' تم نے اسے Accept کر دیا ہے' ہونا چاہیئے except۔

(۶) ایک اور چیز تم نے بتائی جس کا آئندہ خیال رکھا جائیگا۔ (A wajib(necessary میں تم نے "a" کاٹ دیا ہے۔ عربی میں چونکہ اسم اور صفت الگ الگ نہیں' اس لیئے ترجمے میں ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

(۷) considers it to be preferable میں تم نے "to be" کاٹ دیا ہے۔ یہ بتاؤ کہ یہاں "to be" کا استعمال غلط ہے یا صحیح۔ ویسے "to be" کاٹنے سے جملہ بہتر تو معلوم ہوتا ہے مگر بلند آواز سے پڑھنے میں تین R قریب قریب آ جاتے ہیں۔

دوسری قسط بھی تمہارے پاس پہنچی ہوگی۔ اس میں بھی غلطیاں نکالنا۔ اب ان شاء اللہ ایک اعزازی پرچہ الگ سے تمہارے پاس پہنچتا رہیگا۔ میں نے مشورے کے لیئے بہت سے لوگوں کو پرچہ دیا' مگر کسی نے یہ شکایت بھی نہیں کی کہ چھپائی خراب ہے۔ بس غلام احمد تھوڑی سی پروف کی غلطیاں نکال کر دے گئے تھے۔ ایک لبنّی نے اُصولی مشورہ دیا تھا کہ علمی رنگ برقرار رکھا جائے واعظانہ عبارتیں نکال دی جائیں۔ مفتی صاحب سے مشورہ کر کے ایسے جملے کاٹ دیئے' اور آئندہ کے لیئے بھی یہ اُصول اختیار کر لیا۔ لاہور سے کوئی جواب نہیں آیا۔

کوشش یہ ہے کہ ترجمہ ایسی آسان عبارت میں ہو کہ کم سے کم تعلیم یافتہ آدمی بھی سمجھ لیں۔ دوسرے یہ کہ مفاہیم صحت کے ساتھ ادا ہوں۔ اس لیئے ترجمے کی کیفیت پر غور کر کے بھی مشورہ

دینا۔ بعض لوگوں کے رائے تھی کہ زبان و بیان modernized اور sophisticated ہو مگر میں نے غور کرنے کے بعد اس مشورے پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ چودھویں صدی کی انگریزی نثر کو ذہن میں رکھا ہے۔ ایک یہ خیال تھا کہ موجودہ زمانے کی ضروریات کے مطابق تشریحی حاشیے لکھے جائیں۔ اس پر بھی میں نے عمل نہیں کیا۔ جو لوگ sophistication کے شوقین ہیں' اُن کی تسلی کے لیئے کہیں کہیں تفسیر کے اندر ہی ایک آدھ فقرہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے' بلکہ super-sophisticated بنا دیا ہے' مثلاً Cultural anthropology کا حوالہ یا sacralization کا۔

تم نے سیّدہ کی طبیعت کا حال نہیں لکھا۔ خدا کرے وہ اب بالکل تندرست ہوں۔

عید کے دن ایک کار ہاتھ آ گئی تھی تو رؤف صاحب کے یہاں گیا' مگر وہ گھر پر نہیں تھے۔ رمضان کے آخری دنوں میں آئے تھے تو معلوم ہوا کہ وہ کافی بیمار رہے۔

مظفر علی سیّد کے بارے میں نے کئی دفعہ رفعت صولت[1] کو اس لیئے لکھ دیا کہ مظفر جانے کے انتظار میں کوئی تین مہینے کراچی میں رہے۔ یہاں انھوں نے ہمارے ساتھ مل کر دو مباحثے ٹیپ کرائے جو لاہور میں چھپنے سے پہلے مقبول ہو گئے۔ ''لفظ'' (اورینٹل کالج کے رسالے) میں ایک ساتھ آرہے ہیں۔

والدہ صاحبہ کی طبیعت کچھ خراب رہی۔ اب ڈاکٹر نے ایک نئی گولی دی ہے۔ کچھ بہتر ہیں۔

منو نے Nuclear engineering کی ٹریننگ کے لیئے درخواست دی ہے۔ مقابلے کا امتحان ہوگا' اور تیس آدمی لیئے جائیں گے۔ وظیفوں کا اشتہار آ گیا ہے' وہاں بھی درخواست دے رہے ہیں۔ اس دوران میں ایک صاحب مستعین احمد خاں (جن کے بارے میں کئی سال ہوئے میں نے تمہیں بھی لکھا تھا) اسٹراس بورگ سے ڈاکٹریٹ لے کر آ گئے۔ وہ وہاں یونیورسٹی میں پڑھا بھی رہے تھے۔ وقت گزارنے اور ممکن ہو تو تجربہ حاصل کرنے کے لیئے ان دونوں نے La Chimie کے نام سے chemical consultants کی ایک کمپنی قائم کر دی ہے پچھلے ہفتے۔ کام نہ بھی چلے تو ایک مشغلہ تو ہے ہی۔ ابھی تو لیٹر پیڈ چھپنے کے لیئے دیا ہے۔

طارق کالج میں کیسے چل رہے ہیں؟ مضمون تو انھوں نے اچھے لیئے ہیں۔ فرانسیسی کیسی لگ

---

[1] عسکری صاحب کے بھائیوں میں حسن مثنیٰ سے چھوٹے محمد حسن ثالث (رفعت) اور محمد حسن رابع (صولت)

رہی ہے؟ پچھلے خط میں تم نے سامان کھونے کا حال لکھا تھا۔ بہت افسوس ہوا۔ سامان واپس کہاں ملتا ہے۔

تمہارا ٹیپ رکارڈر کیسا چل رہا ہے؟ ہم تو صرف کلاسیکی موسیقی اور مباحثے رکارڈ کرتے ہیں۔

خدا کرے تم سب خوش وخرم ہو۔

والدہ صاحبہ تم سب کو دعا کہتی ہیں، ہم سب کی طرف سے سیّدہ کو سلام کہنا، اور بچوں کو بہت بہت دعائیں اور پیار۔

والسلام
عسکری

۸۶ے

۲۷ جنوری ۷۷ء

ثنیؔ، السلام علیکم

کل دوپہر میں نے تمہیں خط لکھ کے ڈالا تھا کہ تمہارا خط ملا۔ تم لوگوں کی خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ آفتاب صاحب نے پرسوں ہی بتایا تھا کہ آجکل تمہیں کتنی محنت کرنی پڑ رہی ہے۔ خدا کرے تمہاری صحت ٹھیک رہے۔ مارچ میں تمہارے آنے کی خبر سے خوشی ہوئی۔ اُس زمانے میں بی بی بھی اپنے امتحان سے فراغت پا چکی ہو گی۔

معلوم ہوتا ہے کہ منے[1] کو پھر گھوڑا گلی ہی جانا پڑیگا۔ چلو اللہ اسی میں برکت دے۔ مظفر علی سیّد آجکل سعودی عرب سے آئے ہوئے ہیں۔ اُنکے بچے بھی وہیں پڑھتے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ اوپر کی کلاسوں میں تو پڑھائی اچھی ہے۔

جب ہم لاہور سے واپس آئے تھے اور کرار صاحب نے بتایا کہ Minerology میں داخلہ نہیں ہو سکا تو میں نے فوراً ہی اجمل صاحب کو منو کا Bio-data بھیجا تھا کہ اگر ممکن ہو تو کراچی کے کسی federal کالج میں جگہ دلوا دیں۔ یہ بھی لکھ دیا تھا کہ تمہیں فون پر جواب دے دیں۔ مگر اُن کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ ایک تو وہ مصروف زیادہ رہتے ہیں، پھر صاف بات بھی نہیں کرتے۔ یہاں دو ملاقاتیں ہوئیں۔ پہلے تو انھوں نے کہا کہ فرانسیسی کاؤنسلر نے ایک ہفتہ

---

[1] حسن ثنیؔ کے چھوٹے بیٹے محمود (منا)

پہلے کہا ہے کہ وظیفہ ضرور دلواؤں گا چاہے الگ سے گرانٹ دلانی پڑے۔ تھوڑی دیر بعد انھوں نے کہا کہ میں نیشنل کالج آف انجینئرنگ میں Ad Hoc تقرر کردوں گا' کل پرسوں میں ملازمت کے قوانین بن جائیں۔ اگلے دن کہا کہ ''کسی'' فیڈرل کالج میں جگہ دے دوں گا تا کہ ''آئندہ'' وظیفہ ملنے میں آسانی ہو۔ جب وہ چل رہے تھے تو میں نے کہا کہ میں درخواست بھجوا دوں گا تا کہ آپ بھول نہ جائیں۔ تو درخواست تو بھیج بھی دی۔

اصل میں تمہیں سائنس والوں کی حالت کا اندازہ نہیں۔ دو تین ادارے سائنس کے ہیں جن میں ملازمتیں محدود ہیں۔ فزکس والوں کے لئے تو ایٹمک انرجی کے سوا کوئی جگہ ہی نہیں' کیمسٹری والوں کو فرموں میں جگہ ملنے کا تھوڑا سا امکان ہوتا ہے' مگر سفارش زور کی چاہیئے۔ ایسے لوگوں کو نو سو' ہزار مل جاتے ہیں۔ باقی تو ساڑھے تین سو روپے پر Apprentice رکھے جاتے ہیں' اور وہ بھی سفارش پر۔ منو کے جو ساتھی فرسٹ کلاس لائے تھے' ان میں سے دو ایک سفارش پر کسی فرم میں چلے گئے۔ باقی یوں ہی پھرتے ہیں۔ جن کے پاس پیسہ تھا وہ کسی طرح پی ایچ ڈی کرنے باہر چلے گئے۔ میں نے فرموں سے متعلق لوگوں سے بھی کہا' مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اصل میں یہاں فرموں میں انٹر سائنس کے آدمی سے کام چل جاتا ہے' ایم ایس سی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جن کے پاس ڈاکٹریٹ ہے' ان کی تو اور بھی مشکل ہے۔ ہمارے دوست مستعین فرانس سے ڈاکٹریٹ کر کے آئے تھے تو جہاں جاتے تھے فرموں والے اُن پر ہنستے تھے۔ آخر اُن کے بہنوئی نے سلسلہ جنبانی کر کے اُنھیں رکھوایا۔ تم نے عملی تجربے کا ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کیمسٹ رکھے جاتے ہیں اُنھیں ذرا بھی تجربہ حاصل نہیں ہوتا' بلکہ جو پڑھا لکھا تھا وہ بھی بھول جاتے ہیں۔ کیونکہ جو Chemicals استعمال کی جاتی ہیں وہ تو کمپنی کا راز ہوتا ہے۔ انہوں نے بس یہ نام رکھ لیئے ہیں A,B,C. formula۔ کیمسٹ سے بس اتنا کہا جاتا ہے کہ A اور B کو ملا کے نتیجے کی Reading لے لو۔ اسی لیئے انٹر سائنس والے کم تنخواہ پر مل جاتے ہیں' ایم ایس سی کو لوگ رکھتے ہی نہیں۔

سعودی عرب والوں نے بیس آدمیوں کو انٹرویو کے لیئے بلایا تھا' روز پانچ۔ منو کے ساتھ باقی بہت تجربہ کار کیمیکل انجینئر تھے۔ ایک تو ۴۵ سال کے تھے۔ منو سے تو انھوں نے صرف اتنا کہا کہ پی ایچ ڈی ہوتے تو تمھیں اچھی تنخواہ مل جاتی' ویسے ہمارے پاس ابھی لیبارٹری بھی نہیں ہے۔ باقی چار انجینئروں کو تو انھوں نے خاصا پریشان کیا۔ جیسا میں نے تمھیں بتایا کہ کیمسٹری کا تو

کوئی کام ہوتا نہیں، کوئی دوسرا کام کراتے ہیں۔ تو جس نے جتنا لمبا تجربہ بتایا اس کا اتنا ہی مذاق اُڑایا کہ جب کیمسٹری سے واسطہ نہیں رہا تو انٹرویو میں کیوں آئے۔ آخر پانچ آدمی انھوں نے لیئے جن میں سے زیادہ کے پاس ڈاکٹریٹ تھی۔ ایک صاحب تو ایسے بھی تھے جن کا مکان عین الیقین نے بنایا ہے۔

غرض سائنس والوں کے ایسے حالات ہیں۔ آفتاب صاحب بھی آئے تھے، انھوں نے کہا کہ اگر منو چاہیں تو اٹمک انرجی میں تقرر ہو سکتا ہے، مگر صاف بات یہ ہے کہ سائنس کے اداروں میں ڈاکٹریٹ کے بغیر کوئی ترقی ممکن نہیں۔ اور جب ایک دفعہ ملازم ہو جائیں تو باہر ٹریننگ کے لیئے بھیجے جانے کا معاملہ حسب معمول دفتری حالات پر منحصر ہوتا ہے۔ اسی لیئے انھوں نے مشورہ دیا کہ فی الحال تو فرانسیسی وظیفے کے لیئے کوشش کر لو، اگر نہ ملے تو اٹمک انرجی میں آ جانا۔ انھوں نے کہا تھا کہ وہ بھی خود بھی کوشش کریں گے، اور تمھیں فون پر بتا دیں گے۔ صولت کی اطلاع یہ ہے کہ فروری کے اندر ہی فیصلہ ہونا ہے۔ تو تم آفتاب صاحب سے وقتاً فوقتاً معلوم کرتے رہنا۔

اجمل صاحب کو درخواست بھیج تو دی ہے۔ مگر دوسری طرف آفتاب صاحب بھی منو کو اپنے یہاں جگہ دینے کو تیار ہیں۔ اب مشکل یہ آ پڑی ہے کہ اجمل صاحب تو **Ad Hoc** تقرر کریں گے، مستقل جگہ تو نہیں ہوگی۔ آفتاب صاحب کے یہاں مستقل ملازمت تو ہوگی، اور ایک راستے پر پڑ جائیں گے۔ اب اگر اجمل صاحب نے کسی کالج میں فوراً تقرر کر دیا تو ایک یا دو مہینے میں اسے چھوڑ کر اٹمک انرجی میں جانا بھی بُری بات ہوگی۔ مشکل یہ ہے کہ اجمل صاحب مبہم بات کرتے ہیں۔ اگر وظیفہ ملنا یقینی ہے تو خیر چھ مہینے کسی کالج میں پڑھانا اچھا ہے لیکن اگر وظیفہ نہیں مل رہا تو اٹمک انرجی میں جانا بہتر ہے۔ تمہارا خط کل دیکھا تو ایسا محسوس ہوا کہ اجمل صاحب وظیفے والی بات پر زور نہیں دے رہے۔ اس لیئے میں نے منو سے کہا کہ تم آفتاب صاحب کو درخواست بھیجو۔ مگر اجمل صاحب کو درخواست پہلے بھیج چکے تھے۔ اب سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کیا جائے۔ تو آفتاب صاحب سے مشورہ کرو۔ وہ اجمل صاحب سے دریافت کر کے بتائیں گے کہ وظیفے کی اُمید ہے یا نہیں۔ بلکہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں فرانسیسی کاونسلر سے براہ راست بھی بات کروں گا۔ آفتاب صاحب جو مشورہ دیں وہی بہتر ہوگا۔ اجمل صاحب کی بات تو مبہم ہی رہیگی۔

والدہ صاحبہ تم سب کو دعا کہتی ہیں۔ ہم سب کی طرف سے سیدہ سے سلام کہنا' اور بچوں کو بہت بہت دعائیں۔

عسکری

۸۶

۱۵ فروری ۷۷ء

مثنیٰ' السلام علیکم

آج صبح خبر پڑھی کہ پنڈی میں زلزلہ آ گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ کوئی خاص نقصان نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

کل شام تمہارا خط بھی ملا تھا۔ خدا کرے گڑیا[1] کی طبیعت اب بالکل ٹھیک ہو۔ غالباً سردی کی وجہ سے بخار آیا ہوگا۔

آج ۱۵ ہے۔ منے کے داخلے کا معاملہ طے ہوگیا ہوگا۔ کون سے اسکول میں انتظام ہوا؟ طارق کا امتحان تو بالکل ہی قریب آ گیا۔ خدا کرے اچھا ڈویژن مل جائے۔ آج سے بی بی کا بھی تیسرے سال کا فائنل امتحان شروع ہوا ہے۔

والدہ صاحبہ کی طبیعت بس یوں ہی چل رہی ہے۔ علاج تو حکیم کا ہی ہے' مگر انھوں نے جتنی دوائیں بتائی ہیں وہ پوری نہیں کھا سکتیں۔ بہت دن سے ڈاکٹر کا پرانا مکسچر شروع کرنے کو کہہ رہی تھیں' مگر میں زکام کے ڈر سے روک رہا تھا۔ سردی کم ہوئی تو تین دن پہلے میں نے منگوا دیا۔ دو خوراکوں میں ہی بہت تکلیف ہوئی۔ اب پھر حکیم کی دوا کھا رہی ہیں۔ اب تو یہ دیکھا ہے کہ زیادہ نقصان زکام اور کھانسی سے پہنچتا ہے۔ کل سے طبیعت سنبھلی ہے۔

اجمل صاحب کہہ رہے تھے کہ فرانسیسی کاؤنسلر نے پیرس سے وظیفہ دلوانے کا وعدہ کیا تھا۔ اب یہ پتہ نہیں چلا کہ کاؤنسلر نے منو کے کاغذات پیرس بھیجے یا نہیں' یا معاملہ ختم ہوگیا۔ آفتاب صاحب سے یہ بات معلوم کر دو۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ معاملہ یہیں ختم ہوگیا تو اس طرف سے بے فکری ہو جائے۔ پھر کسی اور طرف توجہ کی جائے۔

منو کا نتیجہ آتے ہی میں نے لیکچرر کے لیئے درخواست کرار صاحب کو دی تھی۔ انھوں نے

---

[1] محمد حسن مثنیٰ کی بیٹی

اُسی وقت کہہ دیا تھا کہ کوٹا سسٹم کی وجہ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر minerology میں داخلہ دلوانے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ بھی نہیں ہوا۔ اب چھ مہینے سے اجمل صاحب کے پاس یہ معاملہ پڑا ہے۔ مگر انجینئرنگ کالج میں ملازمت کی شرائط ابھی طے نہیں ہوئیں۔ اس لیئے غالباً اپریل سے پہلے وہاں بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ آفتاب صاحب نے یہی کہا تھا کہ پہلے وظیفے کا انتظار کر لو' نہ ہوا تو میں اپنے محکمے میں رکھ لوں گا۔ اگر کاؤنسلر نے کاغذات پیرس نہیں بھیجے تو میرے خیال میں بہتر یہی ہوگا کہ آفتاب صاحب کے محکمے میں اچھی بُری جیسی بھی ملازمت مل جائے وہیں چلے جائیں' کیونکہ ایک خاص لائن تو متعین ہو جائے گی۔ بہر حال' یہ معلوم کرو کہ کاؤنسلر نے کچھ کیا یا گول کر دیا۔

والدہ صاحبہ تم سب کو دعا کہتی ہیں۔ ہم سب کی طرف سیدہ سے سلام کہنا' اور بچوں کو بہت بہت دعائیں اور پیار۔ خدا کرے گڑیا تندرست ہو۔

والسلام۔ عسکری

۷۸۶

۱۵ اپریل ۷۷ء

مثنیٰ' السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بہت دن کے بعد کل تمہارا خط ملا۔ تم لوگوں کی خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ چلو' یہ اچھا ہوا کہ منّے کو پنڈی میں ہی داخلہ مل گیا۔ جب پڑھائی بھی ٹھیک نہیں ہو رہی تھی تو گھر رہنا ہی بہتر ہے۔ طارق کا امتحان تو ملتوی ہو گیا۔ بور ہو رہے ہونگے۔ بی بی کے بھی دو پرچے رہ گئے ہیں۔

والدہ صاحبہ کی طبیعت بس ایسی ہی چل رہی ہے۔ فی الحال تو کچھ ٹھیک سی ہیں۔ بیچ میں کوئی دوا فائدہ نہیں کر رہی تھی۔ اب پرسوں سے ڈاکٹر کا پرانا مکسچر شروع کیا ہے۔ عین الیقین کے گردے کے قریب کبھی کبھی درد ہوتا ہے۔ ہمارے ڈاکٹر نے تو ایکس رے دیکھ کر کہا کہ درد گردہ نہیں ہے۔ صحیح تشخیص نہیں ہو سکی۔ اب فسادات بند ہوں تو از سر نو ایکس رے کرایا جائے۔

منّو کے بارے میں اور کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ نیشنل کالج آف انجینئرنگ کے لیئے اجمل صاحب کو درخواست بھیجے ہوئے بھی کئی مہینے ہو گئے' لیکن ان کی گورننگ باڈی کا اجلاس ہی شاید نہیں ہو سکا۔ بہر حال اجمل صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ کئی مہینے ہوئے تمہارے خط سے معلوم ہوا تھا کہ فرانس کے کاؤنسلر نے اپنی وزارت تعلیم سے وظیفہ دینے کی اجازت

مانگنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ خدا جانے اُس نے منّو کے کاغذات پیرس بھیجے یا نہیں۔ ۳۱ مئی کو تو وہاں داخلے بند ہو جائیں گے۔ اسٹراس بورگ یونیورسٹی نے Environmental science کا کورس شروع کیا ہے، جس کے لیئے انھیں طالب علم درکار ہیں۔ منّو نے یونیورسٹی کو وظیفے کے لیئے درخواست تو بھیج دی ہے، مگر شاید وہاں یونیورسٹیاں خود وظیفے نہیں دیتیں۔ اس لیئے اُمید تو نہیں۔ نائجیریا کی یونیورسٹی میں بھی ایک درخواست بھیج رکھی ہے۔ آفتاب صاحب تو اس زمانے میں کراچی آئے نہیں۔ اگر کاؤنسلر نے کاغذات پیرس نہ بھیجے ہوں تو ایک درخواست آفتاب صاحب ہی کو روانہ کریں۔ فسادات کی وجہ سے منّو کی فرانسیسی کلاسیں بھی بند پڑی ہیں۔

دعا ہے کہ تمہاری طبیعت ٹھیک ہو۔ ہم لوگ تمہارے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ خدا کرے حالات جلد ٹھیک ہوں۔ بظاہر تو کراچی میں کوئی خاص شورش نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت کرے۔ آمین۔

والدہ صاحبہ تم سب کو دعا کہتی ہیں۔ ہم سب کی طرف سے سیّدہ سے سلام کہنا، اور بچوں کو بہت بہت پیار اور دُعائیں۔

ہم لوگ تمہارے خط کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ ذرا جلد ہی جواب دیا کرو۔

والسلام۔ عسکری

☆☆☆

۸۶

۲۵ مئی ۷۷ء

ثنیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تمہارے دو خط ملے۔ خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ سب کے لیئے دعا مانگتے رہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ پنڈی میں تو بچوں کے اسکول کھل گئے۔ اب تو گڈو[1] بھی اسکول جا رہے ہونگے۔ منّے کو اپنا نیا اسکول پسند آیا؟

---

[1] حسن ثنیٰ کے بیٹے، طارق سے چھوٹے

منی آرڈر مل گیا تھا۔ ہم سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ خدا کرے جلدی تمہارا آنا ہو۔ والدہ صاحب کی طبیعت خدا کا شکر ہے کہ ٹھیک ہی چل رہی ہے۔ خدا کرے تمہاری صحت ٹھیک ہو۔ اس دوران تمہیں کام بھی بہت زیادہ کرنا پڑا۔

اب کے تو اجمل صاحب نے بڑی کوشش کی۔ پہلے تار بھجوایا' پھر دو دفعہ Archaeology کا ایک آدمی بھیجا۔ فارم ۲۰ مئی کو مل گئے تھے۔ اُس میں زیادہ کام Allianceوالوں کا تھا۔ اس لیئے فارم آج مکمل ہوا۔ چنانچہ آج فارم بھیج بھی دیئے۔ جن صاحب کا تعلق اس کام سے ہے اُن کا نام تمہیں لکھے دیتا ہوں تا کہ ضرورت پڑے تو اُنھیں فون کر کے معلوم کرلو۔

Muhammad Ibrahim Lakhiar, Deputy Secretary Education.

فارموں کی پانچ کاپیاں ہیں۔ اُن میں ایک خانہ خالی رہ گیا۔ فرانسیسی زبان جاننے کے سرٹیفکیٹ کا جو فارم ہے اُس میں ایک جگہ تو طالب علم کا Declaration ہے' اور ساتھ میں ''فرانس کے نمائندے'' کے دستخط ہونے ہیں۔ Alliance کے ڈائریکٹر نے کہا کہ اُنھیں اس جگہ دستخط کرنے کا حق نہیں' یہاں تو صرف اسلام آباد کے کلچرل کاؤنسلر ہی دستخط کر سکتے ہیں۔ چنانچہ پانچوں فارموں میں اس ورق پر پن سے ایک flag لگا دیا ہے اور ساتھ ہی خط میں بھی لکھ دیا ہے۔ ابھی اجمل صاحب کا خط بھی آیا ہے۔ اس سے پہلے اُنھیں خط لکھ کر ڈال چکا تھا۔ تم فون کرو تو اُنھیں یہ بات بتا دینا۔ اب ذرا تم وزارت سے معلوم کرتے رہنا۔

والدہ صاحبہ تم سب کو دعا کہتی ہیں۔ ہم سب کی طرف سے سیّدہ سے سلام کہنا' اور بچوں کو بہت بہت دُعائیں اور پیار۔ یہ زمانہ تو بچوں کے کراچی آنے کا تھا' مگر اس دفعہ تو اسکول ہے۔ جواب دینا۔ انتظار رہتا ہے۔

والسلام

عسکری

۷۸۶

کراچی

۱۸ اگست ۷۷ء

مثنیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پرسوں تمہارا خط ملا۔ خدا کا شکر ہے تم سب خوش وخرم ہو۔ خدا کرے طارق کا امتحان بھی بخیر وخوبی پورا ہوجائے۔ بچے تو اب ماشاء اللہ اسکول جارہے ہونگے۔ والدہ صاحبہ کی طبیعت یوں تو ٹھیک ہے، مگر کمزور بے حد ہوگئی ہیں۔ تم سب کو دعا کہتی ہیں۔ ہم سب تمہارے آنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں، خدا کرے کوئی سبیل نکل آئے۔ پرسوں آفتاب صاحب ملنے آئے تھے۔

کل صولت[1] کا خط آیا۔ اُن کے دوست زیدی نے بتایا ہے کہ منو کو وظیفہ مل گیا ہے، اور اب کاغذات منو کو بھیجے جارہے ہیں، اور وزارت تعلیم کو بھی اطلاع دی جارہی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ تم دونوں کی کوشش سے یہ کام ہوگیا۔ لکھیار صاحب سے کہنا کہ جب منو کو اطلاع بھیجیں تو ساتھ ہی NOC بھی بنا کر بھیج دیں ــــ مگر رجسٹری سے، کیونکہ خط کھو گیا تو پھر مشکل ہوگی۔ اطلاع آجائے تو میں بھی اجمل صاحب کو خط لکھوں گا۔ فی الحال تم فون پر اُن کا شکریہ ادا کردینا۔

احمد مشتاق کا رسالہ نہیں، مجموعہ ہے۔[2] آدھا تو میں نے ہی بھر دیا ہے۔ موسیقی پر ایک طویل مضمون لکھا ہے۔

بی بی اب M.Sc.Final میں پہنچ گئی ہے۔ کلاسیں شروع ہوگئیں۔ مگر زبانی امتحان ابھی باقی ہے۔ ہمارا کالج بھی اتنے دن بعد کھلا ہے تو کام زیادہ ہورہا ہے۔ اب تو رمضان شریف بھی آرہے ہیں۔ منو نے سوچا تو ہے کہ جانے سے پہلے ایک چکر پنڈی، لاہور کا لگا دیں۔ مگر روزوں کی وجہ سے مشکل ہوگی۔

ہم سب کی طرف سے سیّدہ سے سلام کہنا، اور بچوں کو بہت بہت دُعائیں اور پیار۔ گڈو صاحب نے تو خط ہی نہیں لکھا۔ اور منو بھی طارق کے خط کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔

جواب جلدی دینا۔ والدہ صاحبہ خاص طور سے انتظار کرتی ہیں۔

---

[1] حسن عسکری صاحب کے سب سے چھوٹے بھائی محمد حسن راجع جنہیں گھر پر صولت کہا جاتا ہے۔

[2] یہ 'محراب' کا ذکر ہے، جس میں اُن کا مضمون 'وقت کی راگنی' شامل ہے۔

لکھیار صاحب سے NOC بھجوانے کی کوشش کرنا۔ کالج سے گھر آیا تو معلوم ہوا کہ تم نے راشد کے یہاں فون کر کے یہ خبر بتا دی تھی۔

والسلام۔ عسکری

۸۶

کراچی

۲۵ اکتوبر ۷۷ء

مثنیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کل بہت دن کے بعد تمہارا خط آیا، تمہاری طبیعت کی ناسازی کی خبر سے فکر ہوئی۔ ہم سب دُعا کرتے ہیں کہ تم اب تندرست ہو۔ تمہارا منی آرڈر مل گیا تھا۔ والدہ صاحبہ تمہیں دعا کہتی ہیں، اور تمہاری صحت کے لیئے دُعائیں کر رہی ہیں۔

آج طارق کا آخری پرچہ ہوگا۔ یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے، اور اچھا ڈویژن آئے۔ آمین۔ نتیجہ تو شاید دو مہینے بعد آئیگا۔ نفسیات کا عملی امتحان بھی شاید ابھی باقی ہوگا۔

ڈاکٹر نے تمہیں asthma بتایا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ مگر یہاں کراچی میں دیکھ رہے ہیں کہ جو بظاہر asthma معلوم ہوتا ہے وہ ریاحی مرض ہوتا ہے یا Amoebic dysentery۔ عمیم تو اسی وجہ سے پی ایچ ڈی چھوڑ کر کینڈا سے واپس آ گئے تھے، اور اب بھی وقتاً فوقتاً سخت حالت خراب ہوتی رہتی ہے۔ ہمارے ڈاکٹر نے اُن کا علاج پیٹ کا ہی کیا تھا۔ پھر میری ایک عیسائی شاگرد تھی۔ اُسکی حالت اتنی خراب ہوتی تھی کہ لوگ مجھے گھر سے بلا کر لے جاتے تھے۔ یہ بہترین ڈاکٹروں سے علاج کرا چکی تھی۔ آخر پیٹ کا علاج ہوا تو ٹھیک ہو گئی۔ پھر کینڈا چلی گئی۔ جب سے تکلیف نہیں ہوئی۔ اس لیے ڈاکٹر کے علاج کے ساتھ ساتھ معدے پر بھی توجہ کرو۔ ایک تو ایسی چیزیں نہ کھاؤ جن سے گیس پیدا ہو، دوسرے تھوڑی سی پیٹ کی ورزش کرو۔ اگر asthma بھی ہو تو بھی اس احتیاط سے فائدہ پہنچے گا۔ ایک آدھ ڈاکٹر کو اور دکھا لو۔ خدا کرے تمہاری طبیعت بہتر ہو۔ خیریت سے جلد اطلاع دینا۔

بچے اپنی پڑھائی میں مصروف ہونگے۔ منے کو اپنا نیا اسکول پسند آ گیا؟ مری کے اسکول کو تو یاد نہیں کرتے؟

منو کے تین خط اور آ چکے ہیں۔ رہنے کی جگہ ابھی تک نہیں ملی۔ طالب علموں کی سرائے میں

ہیں۔ رات کو سونے کے لیئے بستر مل جاتا ہے۔ داخلے کی دفتری کارروائی ابھی پوری نہیں ہوئی۔ ویسے لیبارٹری میں کام شروع کر دیا ہے۔ یونیورسٹی میں الگ کمرہ مل گیا ہے۔ کھانے کے معاملے میں پڑھانے والوں کے ساتھ شمار کرلیا گیا۔ اُستاد انتہائی شریف ہیں۔ ذرا سا خدشہ یہ رہا ہے کہ کہیں دفتر والے دوبارہ M.Sc. میں نہ بھیج دیں جیسے دوسرے طالب علموں کے ساتھ ہوا ہے۔ مگر اُستادوں نے تحقیقی کام شروع کرا دیا ہے۔ باقاعدہ کلاسیں ۱۰ نومبر سے شروع ہونگی۔ فرانسیسی لڑکے سائنس میں ڈاکٹریٹ کم ہی کرتے ہیں۔ اس لیئے گروپ میں دس آدمیوں کے بجائے صرف چھ آدمیوں نے داخلہ لیا ہے۔ جن میں سے متو کے سوا ابھی تک کوئی حاضر نہیں ہوا۔ فرانسیسی زبان کی کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ بہر حال خوش ہے۔

ہم سب کی طرف سے سیّدہ سے سلام کہنا' اور بچوں کو بہت بہت دُعائیں اور پیار۔ جواب فوراً دینا۔ سخت انتظار رہیگا۔

والسلام عسکری

☆☆☆

۸۶

کراچی

۲۴ دسمبر ۷۷ء

ثنیٰ' السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بہت انتظار کے بعد پرسوں تمہارا خط ملا۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہاری طبیعت پہلے سے بہتر ہے۔ دعا ہے کہ مستقل فائدہ ہو۔ آمین۔

منے کے نمبر اچھے آئے۔ اس خبر سے خوشی ہوئی۔ اس سال زیادہ محنت کرادو تاکہ پوزیشن بھی آ جائے۔ طارق کا نتیجہ شاید جنوری کے پہلے ہفتے میں آنے والا ہوگا' تم نے ''دسمبر'' لکھ دیا۔ دعا ہے کہ اُن کا اچھا ڈویژن آ جائے۔ آمین۔ گڈو اور گڑیا کا امتحان تو شاید مارچ میں ہوگا۔

یہ اچھا ہوا کہ تم نے متو کے خط کا جواب دے دیا۔ اُسے سب کے خطوں کا انتظار رہتا ہے۔ آجکل اُسے سب یاد آ رہے ہیں۔ ۱۶ کا خط ابھی ملا تھا۔ اُسے ہوسٹل میں جگہ ابھی تک نہیں ملی۔ کوشش جاری ہے۔ شاید جنوری کے پہلے ہفتے تک کوئی انتظام ہو جائے۔ پہلی سرائے میں تو دن کو

وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ سخت پریشانی کی بات تھی۔ اب جس سرائے میں ہے وہاں دن کو بھی رہ سکتے ہیں، کمرے میں بھی صرف دو آدمی ہیں، پھر یونیورسٹی سے پیدل پانچ منٹ کا راستہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہیں مستقل انتظام ہو جائے، تا کہ اپنا سامان تو کھول سکے۔ ایک مہینہ تو وہ Lab میں تجربات کرتا رہا۔ یہاں جو کام ہاتھ سے ہوتا ہے، وہاں آلات سے ہوتا ہے۔ اس لیئے وہ کہتا ہے کہ ایک مہینے میں اتنا کچھ سیکھا جتنا پہلے کبھی نہیں سیکھا تھا۔ مگر اب جو کلاسیں شروع ہوئی ہیں تو پڑھائی بہت مشکل معلوم ہو رہی ہے۔ اسلیئے گھبرا رہا ہے۔ پیرس یونیورسٹی نمبر ۶ ویسے بھی سائنس میں فرانس کی سب سے اچھی، لہٰذا مشکل یونیورسٹی ہے۔ بلکہ اُن کا تو دعویٰ ہے کہ یہ دنیا کی سب یونیورسٹیوں سے مختلف ہے۔ ہمارے یہاں کا نصاب امریکی یونیورسٹی کے طرز کا ہے۔ منّو نے لکھا کہ .M.Sc میں جو پڑھا تھا وہ تو بالکل ابتدائی معلوم ہوتا ہے۔ اب الف بے سے پھر پڑھا ہے۔ پھر اُستاد سمجھاتے نہیں، بلکہ کتابوں سے آگے پڑھاتے ہیں۔ فرانس میں کئی مضمونوں کے لڑکوں کو ایک کلاس میں جمع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ منّو کے ساتھ کیمسٹری کے تو صرف چھ آدمی ہیں، باقی فزکس کے ہیں، اور زیادہ لوگ Energy and Pollution کے ہیں۔ سب سے بڑی مشکل Maths کی ہے۔ وہاں زیادہ کام Maths کا ہے۔ منّو تو بی بی کے ساتھ ساتھ .M.Sc کا کورس کرتا رہا تھا مگر وہاں کا Maths یہاں سے بہت آگے ہے۔ اس لیئے اب بہت ڈر رہا ہے کہ .D.E.A کے امتحان میں کیا ہوگا۔ خیر، اللہ مددگار ہے، ذرا اُسے جلدی جلدی خط لکھتے رہنا تا کہ ہمت بندھی رہے۔ پرسوں ۲۲ کو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہفتے بھر کے لیئے لنڈن گیا ہے۔

یہاں تو سردی ہو ہی نہیں رہی۔ پنڈی میں زور ہے۔ لاہور میں بھی شاید زیادہ سردی نہیں ہوئی۔

پہلے سُنا تھا کہ دس پندرہ دن کی چھٹی ہوگی۔ مگر اب نہیں ہو رہی۔ ۲۷ سے بی اے کے امتحان ہیں۔ اس لیئے انٹر کی کلاسیں تو نہیں ہونگی، مگر کالج کھلا رہیگا۔ غرض کہ فی الحال پنڈی آنے کا موقع نہیں ملا۔

والدہ صاحبہ اور عین الیقین کی طبیعت فی الجملہ ٹھیک ہے۔ یوں گڑبڑ تو چلتی ہی رہتی ہے۔ بی بی حسبِ معمول اپنے امتحانوں میں مصروف رہتی ہے۔ آنرز کا Viva ہو گیا۔ اب نتیجہ نہ

معلوم کب آئیگا۔ ویسے M.Sc.Final کا پہلا Semester ختم ہو رہا ہے۔

اُمید ہے سیّدہ کی طبیعت ٹھیک ہو گی اور تم سب خوش و خرم ہو گے۔ جواب ذرا جلدی دیا کرو' بہت انتظار کرنا پڑتا ہے۔

والدہ صاحبہ سب کو دُعا کہتی ہیں۔ ہم سب کی طرف سے سیّدہ سے سلام کہنا' اور بچوں کو بہت بہت دُعا اور پیار۔

طارق کا نتیجہ آتے ہی اطلاع دینا۔ ان شاء اللہ اچھا ڈویژن آئیگا۔

والسلام عسکری

☆☆☆☆

عسکری صاحب کے انتقال پر ڈاکٹر حمید اللہ کا خط[1]

۷ اصفر ۱۳۹۸ھ

مخدوم و مکرم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ خدا آپ کو صحت و عافیت سے تا دیر سلامت رکھے اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

حسن عسکری صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر راڈیو پر سن کر ناصر جمال صاحب فوراً میرے پاس آئے تھے اور انہیں سے یہ اطلاع پا کر میں ششدر اور غریق حسرت ہو گیا تھا۔ ناصر صاحب کو اطلاع دینے کا سوال نہیں ہے۔ بلکہ وہ خود اپنی والدہ کو لکھ چکے ہیں کہ اگر ان کی ضرورت ہو تو وہ وطن واپس آنے کو تیار ہیں۔

میرا حقیر علم آپ ہی کے خاندان کا صدقہ ہے۔ معتضد ولی الرحمٰن صاحب اور جمیل الرحمٰن[2] صاحب جامعہ عثمانیہ میں استاد تھے جب میں وہاں طالب علم تھا۔ ایک بار تو ان کے والد صاحب

---

[1] یہ خط انھوں نے حسن مثنیٰ کے خط کے جواب میں لکھا۔

[2] وہ عثمانیہ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ اُنہوں نے نفسیات کی متعدد کتابوں کا اُردو میں ترجمہ کیا' عرب' علوم اور خاص طور سے قدیم مصر کے فنون لطیفہ اور حکومت اور نظم و نسق کے بارے میں درجنوں مضامین لکھے۔ انہوں نے جرمنی' انگریزی' اور فرانسیسی زبانوں میں تراجم کئے یہ کام جو 1917 سے 1942ء کے عرصہ میں ہوا۔ مختلف رسالوں میں شائع ہوا اور کتابی صورت میں بھی چھپا۔

مرحوم بھی حیدر آباد آئے تو ملاقات سے مستفید ہوا تھا۔ ان کی کتابیں تو پہلے ہی پڑھی تھیں۔ خدا آپ سب کو علمی خدمت پر جزائے خیر دے اور تازہ سانحے پر صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

حسن عسکری صاحب سے خط و کتابت تو عرصے سے رہی ہے۔ ملاقات ایک بار ہوئی تھی جب وہ کراچی ایرپورٹ ہوٹل میں زحمت فرما کر آئے تھے (میں ملیشیا جاتے ہوئے گزر رہا تھا)۔ وہ نادر روزگار آدمی تھے۔ ان کی عزت میرے دل میں اتنی رہی ہے کہ اظہار کے لئے الفاظ نہیں پاتا۔ ان کی تازہ مشغولیت قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ تھا۔ خدا کو منظور نہ تھا کہ وہ اتمام کر سکیں۔

آپ کی سعادت مندی ہے کہ بھائی کے دوستوں کی بھی خدمت اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ فی الوقت تو کوئی خاص کام نہیں۔ چند ہفتے ہوئے حسن عسکری صاحب کو ایک مضمون بھیجا تھا ''زبان زد قصے''۔ غالباً وہ رسالہ محراب کو بھیجا گیا ہے۔ معلوم نہیں محراب والوں کے ہاں میرا پتہ ہے یا نہیں۔ اگر زحمت نہ ہو اور یاد رہے تو محراب کے آئندہ شماروں پر نظر رکھیں۔ پھر اگر میری ناچیز تحریر طبع ہوئی ہو تو محراب والوں کو ایک کارڈ بھیج دیں کہ ایک پرچہ مجھے بھی روانہ فرمائیں۔ ممنون ہونگا۔

مکرر دلی تعزیت عرض کرتا ہوں۔ خدا مرحوم کو اعلاے علیین میں جگہ دے۔

میری کوئی خدمت آپ کے لئے کر سکتا ہوں تو بے تردد یاد فرمالیں۔

مارچ اپریل اور مئی میں البتہ ارض روم Erzurum (ترکی) میں رہنا ہے۔

مخلص محمد حمید اللہ

☆☆☆

ہماری چند دیگر کتب
رموزِ شاعری
بالِ جبریل کا
تنقیدی مطالعہ
جستجو
خوشامدی ادب
سیاست
دلّی کی چند عجیب ہستیاں
قلمی معرکے
انٹرپرائزز
القمر